پنجابی محاورہ: تہذیبی اور لسانی مطالعہ

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل پاکستانی زبانیں وادب)

مقالہ نگار

فرزانہ

سینئر ریسرچ آفیسر

دیال سنگھ ریسرچ اینڈ کلچرل فورم لاہور

نگرانِ تحقیق

ڈاکٹر نبیلہ رحمٰن

پنجاب یونیورسٹی،

لاہور

(شعبۂ پاکستانی زبانیں)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

2011ء

پنجابی محاورہ: تہذیبی اور لسانی مطالعہ

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل پاکستانی زبانیں و ادب)

مقالہ نگار

فرزانہ

سینئر ریسرچ آفیسر

دیال سنگھ ریسرچ اینڈ کلچرل فورم لاہور

نگرانِ تحقیق

ڈاکٹر نبیلہ رحمٰن

پنجاب یونیورسٹی،

لاہور

یہ مقالہ شعبہ داخلہ کے مراسلہ نمبر F.No. 6-11/2008-AR، مورخہ 30 جون 2008ء کے تحت
شعبۂ پاکستانی زبانیں، فیکلٹی آف سوشل سائنسز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں
ایم فل کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے جمع کرایا گیا
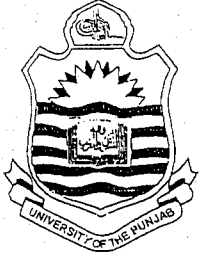
شعبہ پنجابی
پنجاب یونیورسٹی اوری اینٹل کالج لاہور

تصدیق نامہ

محترمہ فرزانہ نے اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان'' پنجابی محاورہ: تہذیبی اور لسانی مطالعہ'' برائے ایم۔فل پاکستانی زبان و ادب نہایت محنت اور ذہانت سے میری نگرانی میں مکمل کر لیا ہے۔ میرے خیال میں یہ مقالہ ایم۔فل کی ڈگری کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے۔ میں اس کے تحقیقی و تنقیدی معیار سے مطمئن ہوں۔

Associate Professor
Department of Punjabi
Punjab University
Oriental College Lahore
ڈاکٹر ...
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی، لاہور

فہرست ابواب

ابتدائیہ

کسی بھی قوم' معاشرے یا سماج کے ماضی اور حال کا' کسی بھی پہلو سے مطالعہ کرنے اور اُس کے مُستقبل کے بارے میں قیاس آرائی کرنے کے لئے اس کے زبان وادب سے شناسائی شرطِ اوّل ہوتی ہے۔زبان بظاہر ایک سادہ سا لفظ ہے لیکن اس شجر کی بہت سی شاخیں بھی ہیں اور جب تک اِن پہلوؤں یا جزئیات کا باقاعدہ منصوبہ بندی سے الگ الگ تحقیقی مُطالعہ نہ کیا جائے تو کسی بھی معاشرے کے تہذیبی اور لسانی حقائق کو جاننا انتہائی دُشوار ہوگا۔دُنیا کی کسی بھی زبان میں محاورہ ایک مرکزی اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور محاورے کی ساخت سے ہی تہذیبی اوصاف اور ارتقاء بھی سامنے آتے ہیں۔ کائناتِ ارضی کی دیگر توانا زبانوں کی طرح پنجابی زبان میں بھی محاورہ سازی کی انتہائی قدیم' مضبوط اور توانا روایت موجود ہے۔محاورے کی ساخت کا سفر بھی وقت کے سفر کی طرح ہے۔ بدلتے وقت کے ساتھ انسان کی تہذیبی روش بھی بدلتی رہتی ہے اور اس کی زبان پر بھی نئے اثرات مُرتّب ہوتے ہیں جو محاورے کی ساخت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ نئے سماجی رسوم و رواج اور تہذیبی تبدیلیوں کے اظہار کا واحد ذریعہ چونکہ زبان ہی ہے لہٰذا زبان میں بھی محاورے کی ساخت سمیت ایک طرف تو اضافے ہوتے ہیں اور دوسری جانب محاورے کے متروک ہونے کا عمل بھی بیک وقت جاری رہتا ہے۔ یہ عمل محض ایک سادہ سا کام دکھائی دیتا ہے لیکن اس دھنک رنگ منظر کے ساتھ ساتھ ایک قوسِ قزح اور کئی کہکشائیں مائل بہ سفر ہوتی ہیں۔

پنجابی محاورے کے تہذیبی اور لسانی مطالعے سے جیسے پنجابی زبان وادب' پنجابی کلچر کی تاریخ' تہذیبی سفر' اس کے موسم' جغرافیائی' تاریخی' ادبی' سیاسی اور معاشرتی تناظر کو بخوبی سمجھا سکتا ہے۔اسی طرح سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر داخلی اور خارجی انسانی روّیوں کو بھی جانا جا سکتا ہے۔ پنجابی زبان اور پنجابی تہذیب ہزارہا سالوں پر محیط ہے اور میری دِلی خواہش تھی کہ میں ماں بولی پر کوئی تحقیقی کام کروں۔ پنجابی کی طالبہ ہونے کے ناتے کُچھ تحقیقی کاموں کے دوران مجھ پر یہ راز آشکار ہوا کہ پنجابی محاورے کے تہذیبی اور لسانی پہلوؤں پر کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا۔لہٰذا اس پہلو کو مجموعی فکری اور فنی تناظر میں اس کے تمام تر اوصاف اور جمالیاتی رنگوں کو منظرِ عام پر لانا چاہیے۔لہٰذا میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ میں اس موضوع پر ایم فِل کی سطح پر کام کروں گی۔ یونیورسٹی کے متعلقہ اساتذہ کا مجھ پر احسان ہے کہ اُنھوں نے اس موضوع کو قابلِ تحقیق جانا اور یوں میرے لئے ایک خواب کو زندہء تعبیر کرنے کی راہیں کھُل گئیں۔ الحمدللہ آج میں اپنے خواب کو مقالے کی صورت میں پیش کر

رہی ہوں۔

میرا یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب پنجاب اور پنجابی زبان کے پس منظر سے متعلق ہے جس میں پنجابی زبان کی تاریخ' پنجاب کے جغرافیہ' پنجابی زبان اور پنجاب کی تہذیب و ثقافت کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ اس باب میں لسانی گروہ بندی' پنجابی زبان کے آغاز سے متعلق مختلف نظریات' پنجابی زبان و تہذیب پر باہر سے آنے والی اقوام کے اثرات' پنجابی' دراوڑی اور مُنڈا زبانوں میں مماثلت' قدیم رسوم و رواج' موجودہ رسوم و رواج اور اُن میں استعمال ہونے والے محاورات جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جس سے بہت سے دلچسپ حقائق سامنے آئے ہیں۔

دُوسرے باب میں محاورے کے معانی و مفہوم اور اس کی صحیح تاریخ کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ عموی طور پر محاورے' روزمرّہ اور ضرب الامثال (اکھان) وغیرہ کو گڈ مڈ کر دیا جاتا ہے۔ محاورے کی صحیح تعریف کا تعین کرنے کے لیے پنجابی' اُردو' انگریزی' گورمُکھی اور فارسی کی کُتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اور محاورے سے متعلق مختلف نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب سوم کو صرف پنجابی تہذیب اور پنجابی زبان کے محاورے تک محدود رکھا گیا ہے۔ چونکہ محاورے کا زبان اور تہذیب سے چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے پنجابی تہذیب کے مختلف عناصر کو الگ الگ کر کے ہر ایک میں استعمال ہونے والے محاورات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مثلاً پنجاب کی آب و ہوا' موسمی تغیرات' زراعت' مسرت و انبساط کے مواقع' دُکھ درد سے متعلق رسوم اور محاورات' رہن سہن' تہذیبی رسوم و رواج' ادبی' فکری اور مذہبی رویوں، اور تہواروں وغیرہ سے متعلق محاورات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ باب کے آخر میں پنجابی محاورے کا مجموعی تہذیبی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم میں پنجابی محاورے کا تجزیاتی' ادبی اور لسانی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ جائزہ پنجابی نثری ادب اور منظوم تخلیقات کو عہد بہ عہد سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔ مثلاً کلاسیکی پنجابی شاعری اور جدید پنجابی شاعری میں محاورے کی معنوی فضا' کلاسیکی نثر میں محاورے کا عہد بہ عہد لسانی و ادبی مطالعہ' جدید پنجابی نثر میں محاورے کا عہد بہ عہد لسانی و ادبی مطالعہ اور تہذیب و تمدن کے ساتھ محاورے کے لسانی و تہذیبی روابط کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

پانچواں اور آخری باب ''حاصلِ بحث'' ہے جس میں اس تحقیق کے دوران سامنے آنے والے حقائق اور نتائج کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ جس سے موضوع کی افادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ مجھے تحقیق یا ایم فل جیسی اصطلاحات کا کوئی ادراک نہ تھا۔ یہ عقل و شعور مجھے

ڈاکٹر ظفر چیمہ جیسے محترم اُستاد نے دیا جو میرے عزیز بھی ہیں اور رہنما بھی۔ یہ اُن ہی کی تحریک تھی جس نے مجھے پنجابی میں ایم اے کروایا اور اللہ کے فضل و کرم سے آج میرا ایم فل کا مقالہ بھی پایہء تکمیل کو پہنچ چُکا ہے میں نے اس سفر میں ایک طرف تو اُن سے لسانیات، گرامر املاء اور تلفظ سیکھا تو دوسری طرف فنِ تحقیق و تحریر اور حُرمتِ استاد۔ میں اُن کی صحت اور درازی ءعمر کے لئے دُعا گو ہوں۔

اس تحقیقی سفر میں کئی ایسے عظیم لوگ میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتے رہے جن کے بغیر میرا یہ خواب کبھی حقیقت نہیں بن سکتا تھا۔ مجھے بصد احترام شکریہ ادا کرنا ہے بزرگ اُستاد محترم شہباز ملک صاحب کا، جنھوں نے مجھے انتہائی آغاز میں ایسی پختہ اور ضیابار رہنمائی دی جو کرنوں کی طرح میرے راستے کو منور کرتی رہی۔ میری علمی رہنمائی کے علاوہ میری شفیق نگران محترمہ پروفیسر نبیلہ رحمان تک رسائی بھی اُن کی وساطت سے ہی ہوئی۔ میں محترمہ پروفیسر نبیلہ رحمان کی شفقت، رہنمائی، ہمدردی اور پیار کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی جنھوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ میں محترم بھائی عبداللہ جان عابد کی بھی شُکر گزار ہوں جنھوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی جانب سے بھر پور تعاون کیا۔ اُن کا مثبت اور احسن رویہ میرے لئے ہمیشہ باعثِ تقویت رہا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مجلّہ اور اورینٹل کالج میگزین کے ایڈیٹر جاوید مجید بھائی کی تہ دِل سے مشکور ہوں جنھوں نے تحقیقی مواد اور کُتب تک رسائی میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

مجھے تہ دِل سے اپنی ساتھی اور چھوٹی بہن فوزیہ حنیف کا شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے شب و روز محنت اور محبت کے ساتھ میرے مقالے کو کمپوز کیا اور پروف ریڈنگ سے لے کر کئی چیزوں کے انتخاب تک میری دِل کھول کر مدد کی۔

اس مقالے کی تحریر و تسوید میں مجھے اپنے بچوں محمد احمد، محمد حامد اور مریم کا بھی مشکور ہونا ہے جنھوں نے وہ وقت مجھے دیا جو دراصل اُن کا تھا۔ یوں مجھے حوصلہ بھی ملا اور اپنے ساتھ اُن کی شرکت کا لمس بھی محسوس ہوتا رہا لہٰذا ان کا شکریہ بھی مجھ پر لازم ہے۔

فرزانہ

اسکالر ایم فل پاکستانی زبانیں

بابِ اوّل

پنجاب اور پنجابی زبان کا پس منظر

پنجاب اور پنجابی زبان کا پس منظر

تعارف:

یہ کائنات رب جلیل نے انسان کے لیے تخلیق کی ہے اور اس کے اصل وارث انسان ہی ہیں۔اگرچہ حیوانات،حشرات الارض اور طیور کرّہ ارض پر اپنی رنگینیاں اور لطف بکھیرتے رہتے ہیں لیکن درحقیقت انسان ہی واحد تخلیق ہے جس کی ضرورت یا تفریح طبع کے لیے باقی ہر چیز تخلیق کی گئی ہے۔ بقول حضرت علامہ اقبالؒ:۔

ع : ''جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لئے''

انسان کی سب سے بڑی فطری مجبوری یہ ہے کہ وہ تنہا نہیں رہ سکتا کیونکہ فطرت نے اسے ایک دوسرے سے اس طریقے سے منسلک کر دیا ہے کہ وہ کئی لحاظ سے ایک دوسرے کا مرہون منت ہے۔وہ ایک اکائی کی حیثیت سے ہی گزر اوقات کر سکتا ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کو مسرور و کامران بنانے کے لئے اُسے دوسروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کامیاب اور پرسکون زندگی گزارنے اور اپنے جذبات و احساسات اور حاجات کو ایک دوسرے تک پہنچانے کے لیے ایک ذریعہء اظہار اُس کے لئے ناگریز ہے اور وہ ہے زبان۔

زبان کیا ہے؟

زبان یوں تو انسان کے منہ میں گوشت کا ایک نازک ترین لوتھڑا ہے مگر یہ کائنات کو الٹ پلٹ کر دینے کی قوت بھی رکھتا ہے۔زبان، دانت، تلوا، گلا اور ناک کثیر المقاصد ہیں لیکن یہ سارے اعضا ایک حیران کُن فریضہ بھی انجام دیتے ہیں، یعنی آواز کی ساخت، آواز میں زیر و بم، وقفے اور نشیب و فراز بھی انہیں کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں جنھیں باقاعدہ معنی دے دیئے جاتے ہیں۔ دُنیا کے مختلف ممالک میں رسوم و رواج، سماجی رویّے، موسم، حالات، معاشرتی تقاضے اور زمینی و معروضی حالات اور کئی دیگر عناصر ان آوازوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یوں الگ الگ زبانیں وجود میں آجاتی ہیں۔

زبان کے لغوی معنی:

لغوی معنی میں زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی تمام معنوی اور جمالی حرکتوں اور اشاروں کا

نام ہے۔ انسان اپنے خیالات واحساسات دوسروں تک زبان کے ذریعے ہی پہنچاتا ہے۔ زبان ہی انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ خلیل صدیقی اپنی کتاب ''زبان کیا ہے'' میں زبان کے بارے میں ''ہادی حسین'' کی درج ذیل تعریف تحریر کرتے ہیں جونسبتاً زیادہ واضح اور صاف ہے۔

''زبان علامتوں کا ایک نظام ہے جو انسانوں کے درمیان ابلاغ کا ذریعہ ہوتا ہے یا بن سکتا ہے۔''(۱)

ڈاکٹر عین الحق فرید کوٹی ''اُردو زبان کی قدیم تاریخ'' میں زبان کیا ہے کے بارے میں مختلف آراء یوں بیان کرتے ہیں۔

''اگر ایک عام انسان سے یہ سوال کیا جائے کہ زبان کیا ہے تو وہ بلا جھجک جواب دے گا کہ: ''جناب! جس واسطے سے ہم دوسروں پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں وہ 'زبان' کہلاتا ہے۔'' اگر یہی سوال آپ کسی انشاء پرداز سے کردیں تو وہ بنا سنوار کر جواب دے گا کہ: ''حضرت! زبان ایک ایسا مجموعہء الفاظ ہے جس میں ایک خاص ترتیب جاری وساری ہو اور اس سے کوئی خاص مطلب اخذ ہوتا ہو۔''
لیکن ماہرین کے نزدیک اس سوال کا جواب اتنا آسان نہیں ہے۔ اس بارے میں کئی ایک متضاد نظریات پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ:
''زبان ایک ایسے صوتی سلسلے کا نام ہے جو کہ انسان کے اعضائے نطقی کے ذریعے ظہور میں آتا ہے اور اعضائے سماعی کے ذریعے سماعت پذیر ہوتا ہے۔''
ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ:
''زبان کا حقیقی مقصد صرف اظہار مطلب ہے۔ اس کے لیے آواز کا ہونا کوئی ضروری شے نہیں بلکہ چہرے کے تاثرات اور اشاروں کے ذریعے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ یہ صوتی پہلو تو زبان کا محض ایک ثانوی جز ہے۔'' (۲)

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی اپنی تصنیف 'کیفیہ' میں زبان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:۔

''زبان تخیل اور خیال کے ظاہر کرنے یا مطلب ادا کرنے کا آلہ ہے۔''(۳)

خلیل صدیقی اپنی تصنیف ''زبان کا مطالعہ'' میں یوں لکھتے ہیں:۔

''زبان'افکار وخیالات اور جذبات واحساسات کی علامتِ ناطقہ پر مشتمل ہوتی ہے۔'' (۴)

پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد ظفر چیمہ ''گُلِ فارسی'' میں زبان کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں۔

''زِبان یا زُبان'فارسی کا لفظ ہے اور اُردو میں بھی مستعمل ہے۔ زبان سے اصولی اور بنیادی طور پر وہ انسانی عضو مُراد ہے جو انسان کے منہ کے اندر دانتوں کے گھیراؤ میں گوشت کا ایک نازک ترین لوتھڑا ہے جو محض کمزور ترین عضو محسوس ہوتا ہے مگر اس کائنات ارضی وسماوی پر حکمران ہے۔ اس سے مراد قوتِ گویائی'بول چال یا نطق بھی ہے۔ ایک اور لفظ 'لسان' جو عربی کا لفظ ہے قریب قریب انہیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر اس سے مراد زبان کے استعمال اور صوتی اشارات سے عمل میں آنیوالا وہ نظام ترسیل ہے جو ایک جیسی لسانی عادات رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ لفظ' زبان' محاورۃ بھی استعمال ہوتا ہے جس سے مراد وعدہ'قول وغیرہ بھی ہے۔(۵)

پنجاب کا تاریخی پس منظر:

پنجاب دنیا کی عظیم تہذیب وتمدن کا امین ہے۔ جو آریاؤں سے بہت پہلے تہذیبی'سماجی اور لسانی اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ تھا۔ ہڑپہ کے تین ہزار سال قبل کے آثار اور ٹیکسلا کے عمرانی آثار آج بھی اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ احمد ریاض الہدیٰ ''تاریخِ پنجاب'' میں پنجاب کے تاریخی پس منظر کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

'' ہڑپہ کے کھنڈرات اس امر کے گواہ ہیں کہ سرزمینِ پنجاب نسلِ انسانی کے اولین مہذب گروہ کا مسکن رہی ہے۔ اس کے تمدن کا سلسلہ ارض بابل ونینوا اور ساحل نیل سے ملا ہوا تھا......تقریباً چار ہزار سال قبل پنجاب کا یہ علاقہ تہذیب و

ترقی کے انتہائی مدارج تک پہنچ چکا تھا۔ بعد میں امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں اسے شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑا۔''(۶)

پنجاب کا جغرافیائی مطالعہ:

پنجاب فارسی کے دو الفاظ (پنج + آب) کا مرکب ہے یعنی پانچ دریاؤں کی سرزمین، جس میں جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج شامل ہیں۔ سید قاسم محمود کے مرتب کردہ ''انسائیکلوپیڈیا آف پاکستانیکا'' میں پنجاب کے پانچ دریاؤں کی اہمیت یوں اُجاگر کی گئی ہے۔

> ''پانچ دریاؤں کی سرزمین۔ دُنیا کے بہترین زرعی علاقوں میں سے ایک۔ پانچ دریا ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جہلم یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بہتے ہیں جن کی وجہ سے دو دریاؤں کی درمیانی زمین ''دوآب'' زراعت کے لیے موزوں ترین ثابت ہوئی ہے۔ یہ سب دریا مٹھن کوٹ کے مقام پر اکٹھے دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں۔''(۷)
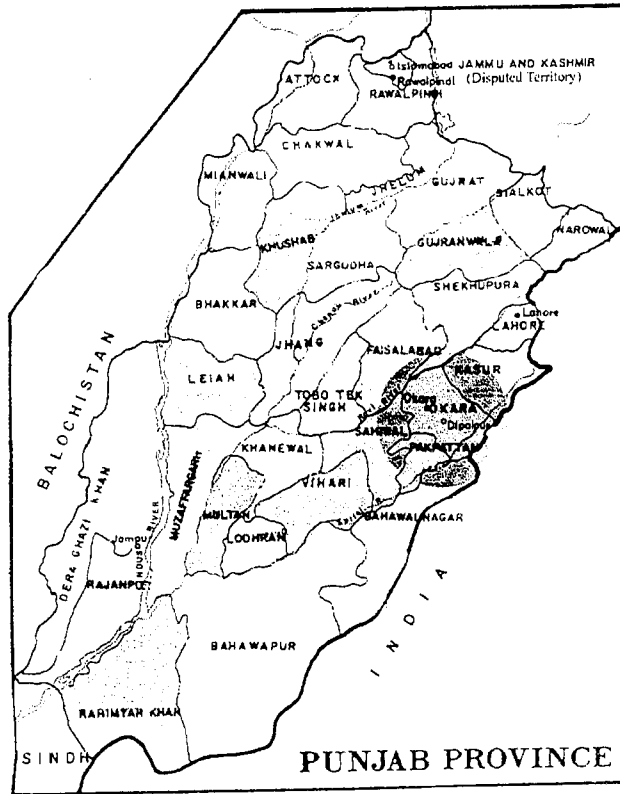
نقشے کے مطابق پنجاب کے شمال میں کشمیر' مغرب میں سرحدی صوبہ' مشرق کی جانب بھارتی صوبہ پنجاب اور جنوب کی طرف صوبہ سندھ ہے۔

پنجاب کو پاکستان کے دل کی حیثیت حاصل ہے۔ پنجاب حقیقتاً پوری دنیا کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جس میں بلندوبالا پہاڑ' سرسبزوشاداب میدان' ہنستے کھیت کھلیان' گنگناتی ندیاں' ریگستان' جنگل اور چاروں موسم موجود ہیں۔ یہاں رنگا رنگ تہوار اور رسوم و رواج کا ایک خوبصورت امتزاج بھی موجود ہے۔ پنجاب کا انحصار خالصتاً کھیتی باڑی پر ہے اور اس کی ثقافت میں بھی اس کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ موہنجوڈارو اور ہڑپہ کے آثار اس بات کے شاہد ہیں کہ اس خطہء پنجاب کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے زراعت کا پیشہ اپنائے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہی آبائی روایات کو قائم رکھتے ہوئے زیادہ لوگ اس پیشہ سے منسلک ہیں۔ پاکستان کا نصف سے زیادہ قابلِ کاشت رقبہ صوبہ پنجاب میں ہی واقع ہے۔

رنجیت سنگھ کے دور میں پنجاب میں پشاور' ہزارہ' کشمیر' لداخ' کانگڑہ' منڈی سکیت' بہاولپور اور کوہ سلیمان کے علاقے بھی شامل تھے۔ انگریزوں نے پٹیالہ' نابھا' فرید کوٹ اور ملیر کوٹلہ کی ریاستوں' انبالہ اور دہلی کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ لیکن 1901ء میں صوبہ سرحد کو جو پہلے پنجاب ہی کا حصہ تھا شمال مغربی سرحدی صوبہ کا نام دے کر الگ کر دیا گیا۔ 1912ء میں دہلی کو' جو پورے برصغیر کا دارالحکومت تھا پنجاب سے الگ کر دیا گیا۔ 1947ء میں قیامِ پاکستان کے وقت ریڈ کلف ایوارڈ کے ذریعے پنجاب دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا یعنی مشرقی پنجاب اور مغربی پنجاب۔ مشرقی پنجاب بھارت کے حصّے میں آ گیا اور مغربی پنجاب اسلامی جمہوریہء پاکستان کے حصّے میں۔

پنجابی زبان:

لفظ پنجاب کی نسبت سے یہاں بولی جانے والی زبان کو بھی پنجابی کا نام دیا گیا ہے جس کے کئی لہجے ہیں۔ پنجابی کے بارے میں ایک دلچسپ روائیت یہ ہے کہ ہر بارہ کوس یعنی چوبیس میل یا تقریباً 27 کلومیٹر کے فاصلے کے بعد اس کے لہجے میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ اس کے باوجود ہر علاقے کے لوگ ایک دوسرے کے لہجے کو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ پنجابی زبان اپنے لہجے اور لفظوں کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے اختلافات کے باوجود اصولاً ایک ہی ہے۔

پنجابی زبان کا تاریخی پس منظر:

ہر زبان کا آغاز وارتقاء ایک پیچیدہ مسئلہ ہوتا ہے یہاں تک کہ دنیا میں بولی جانے والی بڑی بڑی زبانیں' جو عالم ارض کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہیں'ان کے بارے میں بھی تضادات پوری توانائی کے ساتھ موجود ہیں۔ لاطینی'یونانی' فرانسیسی'انگریزی' عربی اور فارسی جیسی زبانوں پر بھی ہمیں کہیں کوئی یکساں رائے نہیں ملتی۔

پاکستان میں بولی جانے والی زبان پنجابی کے آغاز وارتقاء کے سلسلے میں گذشتہ کچھ عرصے میں خاطرخواہ تحقیق ہوئی ہے۔ پنجابی کے آغاز کے سلسلے میں بہت سے محققین نے انفرادی سطح پر بھی تحقیقی کاوشیں کی ہیں۔زیر بحث موضوع کے لئے استفادہ کی خاطر ان تحقیقی کاوشوں کو جاننا بھی ناگریز ہے۔

لسانی گروہ بندی:

زبانوں پر تحقیق کے سلسلے میں ایک عرصہ لسانی مطالعہ کے لئے گروہ بندی کا رُجحان جاری رہا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق ماہرین لسانیات نے زبانوں کی کئی لحاظ سے گروہ بندی کی تاکہ تجزیاتی مطالعہ کو آسان بنایا جا سکے۔ ان گروہوں میں سے ایک گروہ ''ہند یورپی گروہ'' ہے۔ ہند یورپی گروہ دنیا کی زبانوں میں سب سے اہم گروہ ہے۔ ماہرین لسانیات نے اسے کئی لسانی خاندانوں میں تقسیم کیا ہے۔اس لسانی گروہ کا ایک بڑا خاندان ''ہند ایرانی'' کہلاتا ہے۔

گریئرسن نے ہند ایرانی کو مزید تین شاخوں میں تقسیم کیا ہے:۔

ا۔ ہند ایرانی

۲۔ دردی یا پشاچی

۳۔ ایرانی (۸)

ڈاکٹر چٹرجی نے اس گروہ کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:۔

ا۔ ہند آریائی

۲۔ دردک/پشاچہ

۳۔ ایرانی (۹)

پنجابی زبان کے آغاز کے حوالے سے نظریات:

دیگر زبانوں کی طرح پنجابی زبان کے آغاز و ارتقا کے بارے میں بھی کئی نظریات موجود ہیں۔

ڈاکٹر انعام الحق جاوید ''پرکھاں'' میں یوں رقمطراز ہیں۔

> ''پنجابی کی ابتداء کے بارے میں تحقیق کا عمل شروع ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔اس کی ابتداء آثار قدیمہ کے ان افسروں کے ہاتھوں ہوئی جو موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی کھدائی پر معمور تھے۔یہ لوگ اور ان کے بعد آنے والے بعض محققین' حقیقت تک پہنچنے کے لیے لفظی بحث کو اتنے وسیع پیمانے پر لے گئے کہ یہ الجھتے الجھتے محبوب کی زلف کی طرح ہوگئی۔''(۱۰)

ماہرین کی تحقیق کے مطابق پنجابی زبان ''ہند آریائی'' کی شاخ ہے۔ڈاکٹر محی الدین زور قادری بھی اس نظریہ سے متفق ہیں۔جس کی وضاحت اُن کے بنائے ہوئے درج ذیل خاکہ سے ہوتی ہے۔

(۱۱)

پنجابی زبان کے ارتقاء کے حوالے سے ابتک دو نظریات سامنے آئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

ا۔ پہلا نظریہ:

پنجابی زبان آریائی کنبے یا گروہ کی زبان ہے۔

۲۔ دوسرا نظریہ:

پنجابی غیر آریائی یعنی دراوڑی زبان ہے۔ اور منڈا قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔

پہلا نظریہ:۔

یہ نظریہ پرانا ہے اور مغربی محققین کا پیش کردہ ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق پنجابی زبان سنسکرت سے نکلی ہے۔ اس نظریے کے متعلق چند معروف حامیوں کی آرا درج ذیل ہیں۔

(۱) باوا بدھ سنگھ اس نظریے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے لکھتے ہیں:۔

> ''چار ہزار سال قبل آریہ یہاں وارد ہوئے تو ان کے ساتھ ہی یہاں پر آریہ تہذیب اور سنسکرت زبان پھیلتی گئی۔ جب سنسکرت بگڑی تو پراکرت بنی اور پراکرت سے اپ بھرنش اور اس سے پنجابی'' (۱۲)

(۲) ڈاکٹر مبین کے مطابق:۔

> ''پنجابی آریہ یا پراکرت میں سے نکلی ہوئی ہے۔'' (۱۳)

(۳) ڈاکٹر موہن سنگھ کی رائے کچھ یوں ہے:۔

> ''ہر کوئی یقین نال کہہ سکدا اے کہ پنجابی اک سنسکرت جاتی بولی اے۔ اتے ون سونے سبھیاچار دی پرتیک اے۔'' (۱۴)

(۴) پروفیسر پراشر کا خیال ہے کہ جس زبان کو ویدک یا سنسکرت کہا جاتا ہے۔ وہ پرانے زمانے میں پنجاب کی زبان تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ موجودہ دور کی پنجابی سنسکرت یا ویدک زبان کا روپ ہے اُن کا خیال ہے کہ ہم ویدوں کی زبان ہی کو پنجابی کہتے ہیں۔

(۵) پریم پرکاش بھی اسی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''پنجابی ویدوں کی زبان سے نکلی ہے۔''(۱۵)

اگرچہ بہت سے لوگوں نے اس نظریہ کی بات کی ہے لیکن حقیقت یہ کہ اس نظریہ کے حق میں تاریخی شواہد اور مئوثر دلائل مفقود ہیں۔نئی روشنی اور نئی سہولیات سے لیس،تعلیم یافتہ محققین آہستہ آہستہ مفروضہ جات کو منطقی دلائل سے ردّ کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت بھی آشکار ہو رہی ہے۔خود اس نظریے کے اندر اتنے تضادات موجود ہیں کہ شاید کچھ ہی عرصہ بعد اسے محض ایک پرانا اور مفروضہ نما نظریہ ہی سمجھا جائے گا۔

دوسرا نظریہ:۔

دوسرے نظریے کے محققین کا دعویٰ ہے کہ حقیقی انسان سب سے پہلے پانچ دریاؤں کی سرزمین میں ہی ارتقاء کی موجودہ منزل تک پہنچا۔آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں دراوڑ آباد تھے' دراوڑوں سے قبل منڈا قبائل آباد تھے اور جیسے جیسے تحقیق سامنے آرہی ہے پرانا نظریہ غلط ثابت ہوتا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں پڑھے لکھے اور دانشور طبقہ کی دلچسپی کے باعث یہ بات واضح ہوتی جا رہی ہے کہ پنجابی زبان' سنسکرت سے بہت پہلے کی زبان ہے جو صدیوں قبل اپنی پہچان رکھتی تھی اور برصغیر کی کئی زبانوں کی ماں بھی ہے۔اس سلسلہ میں محققین کی آراء یوں ہیں۔

معروف ماہرِ لسانیات' سر جارج گریئرسن منڈا قبیلے کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:۔

> ''منڈا گروہ کا دائرہ عمل ان کی موجودہ آبادی کی نسبت نہایت وسیع ہوگا۔قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے پیشتر ہی یہ قبائل بعد میں وارد ہونے والے دراوڑی گروہ سے مغلوب ہو چکے تھے۔ اس لیے جب آریائی قبائل وادی سندھ میں وارد ہوئے تو ان کا واسطہ دراوڑوں سے ہی پڑا۔یہی وجہ ہے کہ مقامی دراوڑی زبانوں نے نو وارد آریاؤں کی زبان پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں لیکن منڈا گروہ کی زبانیں اس پر کوئی قابل ذکر اثر نہیں ڈال سکیں۔'' (۱۶)

اس نظریے کے حامیٔ تقریباً سارے ماہرین یا محققین نے گریئرسن ہی کو بنیاد بنایا ہے۔

پنجاب کی تہذیب و ثقافت پر مختلف اقوام کے اثرات:

جب انسان خوراک کی تلاش میں شکار کے لئے مارا مارا پھرتا تھا اُس وقت اس کا زمین کے ساتھ کوئی رشتہ نہ تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ خوراک اگائی جا سکتی ہے' جانور پالے جا سکتے ہیں تب وہ زمین پر آباد ہو گیا۔ اب وہ خانہ بدوشی چھوڑ کر مکین بن گیا۔ سب سے پہلے یہ دریاؤں کے کنارے آباد ہوا کیونکہ اس کو پانی کی ضرورت تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں پنجاب سرسبز و شادابی میں بے مثال خطہ تھا جس نے مختلف اقوام کو اپنی طرف مائل کیا۔ تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں جو اقوام آباد ہوئیں وہ سرحد پار سے آئیں۔ افریقہ کے حبشی نسل کے نیگرو سب سے پہلے ہند میں وارد ہوئے۔ نیگرو نسل کے بعد یہاں کول یا منڈا قبائل کے لوگ آئے۔ تیسرا گروہ دراوڑوں کا ہے جو 3500 ق۔م میں سندھ سے ہوتے ہوئے پنجاب میں آ کر آباد ہوئے۔ دراوڑوں کی تہذیب و ثقافت کے اثرات آج بھی پنجاب میں ملتے ہیں۔ آریا 1500 ق۔م میں برصغیر میں وارد ہوئے۔ ان کا سامنا دراوڑوں سے ہوا جبکہ مہذب دراوڑ فوجی طاقت کے حوالے سے کمزور تھے لیکن آریا بلند قد و قامت کی نیم وحشی نسل تھے۔ آریاؤں نے اگرچہ دراوڑوں کو دبا لیا لیکن جلد ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ دراوڑوں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ ہندوستانی تمدن کی تشکیل میں دراوڑوں کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ وہ ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کے مالک تھے۔ ان کے رواجوں اور رسموں کا آریوں پر بھی اثر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ان کے ساتھ باہمی روابط بڑھانے شروع کر دیئے اور اُن کی عورتوں سے شادیاں بھی کر لیں' یہی سبب ہے کہ آریہ' دراوڑوں کی تہذیب کے بہت نزدیک ہو گئے۔ مذہبی حوالے سے بھی آریائی ذہنی طور پر دراوڑوں سے متاثر تھے۔ ان کی اشیاء کا استعمال بھی آریاؤں میں عام ہوتا گیا۔ موہنجودڑو، ہڑپہ میں موجود بیل گاڑی، مہروں، سکوں، زیورات اور انسانی جبڑوں کی دریافت بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ آریاؤں سے پہلے دراوڑ یہاں آباد تھے۔ پنجاب میں آریا ابھی ترقی کی منازل طے کر رہے تھے کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں پنجاب ایرانیوں کے زیرِ نگیں آ گیا۔ ٹیکسلا اس زمانے میں کافی اہمیت حاصل کر چکا تھا۔ لیکن ایرانیوں کے حملے سے پنجاب کی سماجی زندگی پر کوئی خاص فرق نہ پڑا۔ ایرانیوں کے بعد یونانی' پنجاب میں سکندرِ اعظم کی نگرانی میں اپریل 326 ق م میں وارد ہوئے۔ پنجاب کے یونانیوں سے ربط کے نتیجے میں گندھارا فن وجود میں آیا۔ یونانیوں کے بعد عرب کی سر زمین سے محمد بن قاسم نے ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں پنجاب کے جنوب مغربی حصے کو اسلامی سلطنت میں

شامل کرلیا۔محمود غزنوی کے پنجاب میں وارد ہونے تک ملتان پر عربوں کا قبضہ رہا۔محمود غزنوی کے بعد پنجاب پر غوریوں اور بعد ازاں خاندان غلاماں کی حکومت قائم رہی ۔ خاندان خلجی اور خاندان تغلق کے عہد میں بھی پنجاب کو خاص اہمیت حاصل رہی ۔ پنجاب پر لودھیوں کی حکومت' ۱۵۲۶میں خاندان مغلیہ کے بانی' بابر کے لودھی حکمران کو شکست دینے اور لاہور پر قبضہ کرنے پر ختم ہوئی ۔شیر شاہ سوری بھی پنجاب پر قابض رہا۔ اکبر کے عہد سے پہلے پنجاب سیاسی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم تھا۔ ایک حصہ براہ راست مغلوں کے کنٹرول میں تھا اور دوسرا حصہ' جو شمال میں تھا' چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں خودمختار راجاؤں اور سرداروں کے درمیان منقسم تھا لیکن اکبر کے عہد میں یہ تمام علاقہ سلطنت مغلیہ میں شامل ہوگیا۔دور مغلیہ میں پنجاب میں سکھ ایک مستحکم اور موثر قوت بن گئے تھے۔اورنگ زیب عالمگیر کے بعد سکھوں کا پنجاب میں بہت زور ہو گیا ۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں سکھوں نے رنجیت سنگھ کی قیادت میں پنجاب پر قبضہ کرلیا اور تقریباً چالیس سال تک پنجاب پر حکمرانی کرتے رہے۔ ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور ۱۹۴۷میں قیام پاکستان تک پنجاب ان کے زیرِ نگیں رہا۔ پس موئن جو دڑو، ہڑپہ اور ٹیکسلا کے آثار قدیمہ اس امر کے شاہد ہیں کہ پنجاب قدیم ترین تہذیب کا گہوارہ ہے۔ چار ہزار سال قبل مسیح میں یہاں دراوڑیوں کی تہذیب موجود تھی ۔معروف ماہرِ لسانیات' محقق اور دانشور ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے یوں ہے:۔

> ''پنجاب میں صدیوں سے جو قومیں یہاں آئیں نہ صرف ان کی تہذیب و تمدن کے اثرات اس علاقے کی تہذیب میں سرایت کر گئے بلکہ مختلف زبانوں کے الفاظ بھی یہاں کی عام بول چال کی زبان میں شامل ہوتے رہے۔آریوں کی آمد سے پہلے دراوڑ اور دراوڑوں سے قبل منڈا نامی قبائل یہاں آباد تھے ان کے الفاظ آج بھی پنجابی اور اس کے واسطے سے اردو میں موجود ہیں۔''(۱۷)

منڈاری زبان کے الفاظ آج بھی پنجابی میں بولے جاتے ہیں جیسے ''کھری'' پنجابی میں 'کھر' منڈی میں ''چولا'' پنجابی میں چلھا وغیرہ۔

ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی کتاب میں ایک اور جگہ اسطرح رقمطراز ہیں۔

> ''پنجاب جس کا نام بھی مسلمانوں کا لکھا ہوا ہے ہمیشہ سے مختلف اقوام کی آماج

گاہ یا راہگزار رہا ہے۔ اس لیے اس علاقے کی زبان پر دوسرے علاقوں کی زبان
کے مقابلے میں سب سے زیادہ بیرونی الفاظ سب سے پہلے داخل ہو کر جزو زبان
بن گئے۔ دراوڑوں سے پہلے کی منڈا قوم سے لیکر مسلمانوں کی آمد تک یہ سلسلہ
مسلسل اور ہمیشہ جاری رہا ہے۔''(۱۸)

پنجابی' دراوڑی اور منڈا گروہ کی زبانوں میں مماثلت:

عین الحق فرید کوٹی اپنی معروف کتاب ''اُردو زبان کی قدیم تاریخ'' کے تعارف میں تحریر کرتے ہیں کہ برصغیر میں پہلے منڈا گروہ اور پھر دراوڑی زبانیں رائج تھیں۔

''آریائی قبائل کی آمد سے پہلے برصغیر میں اول منڈا گروہ کی زبانیں رائج تھیں
اور بعد میں دراوڑی گروہ کی زبانوں کا دور دورہ رہا۔''(۱۹)

عین الحق فرید کوٹی نے اکتوبر 1960 میں ماہنامہ ''پنجابی ادب'' میں ایک مضمون بعنوان ''پنجابی زبان دیاں جڑاں'' میں کچھ اسطرح روشنی ڈالی ہے۔

''پنجابی زبان داسنسکرت دی لڑی دسیا جانا کوئی انوکھی گل نئیں سی کیوں جے اج
توں تھوڑا چر پہلاں ساڈے دیس دی تاریخ آریاں دے ہلے توں شروع ہوندی
سی تے ایس توں پہلاں دے حال دا کجھ اتا پتہ نئیں ملدا سی۔ ایس لئی جدوں
وی کوئی ودوان ایس زبان دے مُڈھ بارے کھوج لاؤن دا جتن کر دا تے اوہ
آریاں دے ویلے تے آ کے رک جاندا سی۔ پر ہن زمانہ بدل چکیا اے پرانے
کھنڈراں دی کھوج بھال کرن والیاں دیاں کدالاں نے کوٹ ڈیجی' موہنجودڑو اتے
ہڑپہ دے پرانے شہراں دے منہ متھے توں زمانے دی مکڑی دے بُنے ہوئے
جالیاں نوں لاء سٹیا پر ایہہ آریاں توں پہلاں دے وسنیک کہڑی بولی بولدے سن
اجے تکراں ایس گورکھ دھندے تے ہڑپہ اتے موہنجودڑو وِچوں ملن والیاں

گونگیاں مہراں دے جندرے وجے ہوئے نیں۔ میں ایہہ کہواں گا پئی مہراں تے
بھانویں کُجھ وی لکھیا ہووے پر ساڈے ساہمنے اوس زبان دا کھوج لاؤن لئی اک
دوسراراہ وی کھلا ہویا اے اتے اوہ اے ساڈی اپنی زبان جیدے وچ اجے
تیکر اوس بیتے ہوئے سمے دیاں نشانیاں باقی ہن۔'' (۲۰)

یہ امر واضح ہے کہ آریاؤں کی آمد کے وقت وادی سندھ میں کئی ایک قومیں اور نسلیں آباد تھیں۔ ہڑپہ، موہنجودڑو اور اس عہد سے تعلق رکھنے والے دیگر کھنڈرات کی کھدائیوں کے دوران جو ڈھانچے برآمد ہوئے ان کے بارے میں ماہرین علم الکلیات کی تحقیق اس نظریہ کی تائید کرتی ہے اور ماہرین لسانیات اور تاریخ دان حضرات بھی اس امر پر صاد کرتے ہیں:۔

''آریاؤں کی آمد سے قبل برصغیر پاک وہند میں کولاری اور دراوڑی قوم کا دور دورہ تھا اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں منگولی نسل کے قبائل آباد تھے۔ یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ آریاؤں کی آمد کے وقت، وادی سندھ میں دراوڑی قبائل کو بالا دستی حاصل تھی ۔درحقیقت آریاؤں کی طرح دراوڑی قبائل بھی یہاں کے حقیقی باشندے نہ تھے بلکہ آریاؤں کی آمد سے کوئی ہزارڈیڑھ ہزار سال قبل یہاں وارد ہوئے تھے۔عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ منڈا قبائل برصغیر کے قدیم ترین باشندے ہیں اور دراوڑوں کی آمد سے قبل یہاں آباد تھے۔'' (۲۱)

قدیم رسم ورواج :

شادی بیاہ کی کچھ ایسی رسوم بھی ہیں جو منڈا گروہ میں بھی موجود تھیں اور آج کے پنجاب میں بھی موجود ہیں۔ اس اشتراک سے واضح ہو جاتا ہے کہ تقریباً پانچ ہزار سال قبل پنجاب میں منڈا گروہ آباد تھے۔عین الحق فرید کوٹی ''اردو زبان کی قدیم تاریخ میں'' منڈا قبائل میں پائی جانے والی رسوم کے بارے میں درج ذیل مثالیں پیش کرتے ہیں:۔

دل ڈا: (پانی گرانا) جب دلہا دلہن کو بیاہ کر اپنے گھر لاتا ہے تو دلہا کی ماں ان کے سر پر پانی وار کر پیتی ہے۔ پنجابی میں اس رسم کو ''پانی وارنا'' کہا جاتا ہے۔

ڈاہرچی: اس رسم سے مراد ہے کہ جب دُلہا دُلہن کے گھر شادی کی غرض سے پہنچتا ہے تو اس کی ساس اس پر پانی نچھاور کر کے اس کا استقبال کرتی ہے یہ رسم بھی پنجاب میں موجود ہے۔

ڈاآؤ: شادی کے موقع پر دلہن کے گاؤں کی چار کنواری لڑکیاں نزدیک کی ندی سے پانی بھر کر دلہن کے گھر لاتی ہیں۔ پنجاب کے دیہات میں اس رسم کو ''گھڑولی'' کہا جاتا ہے۔ چناب کے کنارے آج بھی یہ رسم موجود ہے اور سندھ کے کنارے بھی۔

چاوَلی ہیپر: دلہن کے سسرال آنے پر اس کی ساس اس کے سر پر چاول نچھاور کرتی ہے۔ بھارتی پنجاب کے ہندوؤں میں آج بھی یہ رسم موجود ہے۔

منڈاوادارم ٹکا: جب بارات پنڈال کی طرف آتی ہے دلہن کی رشتہ دار خواتین اس کا رستہ روک کر منہ مانگی رقم لیتی ہیں۔ جب تک رقم نہ ملے راستہ نہیں چھوڑتیں۔ پنجاب میں اس رسم کو ''لاگ'' اور راستہ روکنے کی رسم کو ''پھلا'' کہتے ہیں۔

لیجا: شادی کے موقع پر مختلف رشتہ داروں کو جو چادریں دی جاتی ہیں انھیں 'لیجا' کہتے ہیں۔ پنجاب میں اس کا تلفظ ''ریجا'' ہے۔ صوفی شاعر شاہ حسین نے بھی لفظ ریجا ہی استعمال کیا ہے۔ یہ رسم و رواج آج بھی کسی نہ کسی صورت میں پنجاب اور سندھ کے علاقوں میں موجود ہیں۔ جس سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اکثر رسوم ورواج منڈا دور کے ہیں تو پھر زبان بھی اسی دور کی ہے کیونکہ رسوم ورواج اور زبان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ (۲۲)

منڈاری اور پنجابی حروف میں مماثلت اور سماجی رشتہ:

رشتہ جات:

درج ذیل رشتوں کے نام پنجابی اور منڈاری میں ایک جیسے ہی ہیں۔

نانا۔نانی۔ ماما۔مامی۔پھپھا (پھپھی) پھپھو، سالا۔سالی۔موسی (ماسی) بر(ور)

اعضائے جسمانی:

منڈاری	پنجابی	اردو
دیہہ	دیہہ	جسم
منڈی	منڈی	سر
کھری	کھری	پاؤں
کنڈ	کنڈ	پیٹھ
پوٹا	پوٹا	پیٹ
جانگھ	جنگھ	ران (۲۳)

زیورات وملبوسات:

منڈاری	پنجابی	اردو
مُندرا	مُندرے	بالی کانوں کا زیور
نتھ	نتھ	ناک کا زیور
کاجر	کجل	کاجل
دُھسّا	دُھسّا	اونی چادر

لاہنگا	لہنگا	لہنگا
چیرا	چیرا	کپڑا۔دوپٹہ (۲۴)

ضروریات زندگی:

منڈاری	پنجابی	اردو
آوا	آوا	بھٹہ
ہانڈا	ہانڈی	ہنڈیا
تسلا	تسلا	تھالی
چاٹو	چاٹو	گھڑا
پینڈا	پینڈا	برتن کا نچلا حصہ
ڈانگ	ڈانگ	لاٹھی
دھوڑ	دھوڑ	غبار
چانگیرا	چنگیر	بڑا چھابہ (۲۵)

حوالہ جات

۱۔ صدیقی، خلیل، زبان کیا ہے، بیکن بکس، گلگشت ۔ ملتان، ۱۹۸۹، ص۱۲

۲۔ کوٹی، عین الحق فرید، اُردو زبان کی قدیم تاریخ، اورینٹ ریسرچ سنٹر لاہور، ۱۹۷۲، ص۳۶

۳۔ کیفی، دتاتریہ، برجموہن، کیفیہ، انجمنِ ترقی اُردو (ہند)، دہلی، ص۶۰

۴۔ صدیقی، خلیل، زبان کا مطالعہ، قلات پبلشرز، مستونگ، ۱۹۶۴، ص ۲۱۷

۵۔ چیمہ، ظفر، نذیر احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، گُلِ فارسی، جہانگیر بک ڈپو اردو بازار، لاہور، ص۲۹

۶۔ الہدیٰ، احمد ریاض، تاریخِ پنجاب، علمی کتاب خانہ اردو بازار، لاہور، ص۱۰

۷۔ قاسم محمود، سید، انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، الفیصل ناشران و تاجرانِ کُتب اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴، ص ۳۷۶

۸۔ جی اے گریئرسن، ڈاکٹر، لینگو اسٹک سروے آف انڈیا، جلد۱۰، ص۱۳

۹۔ جین، گیان چند، پروفیسر، عام لسانیات، ترقی اردو بیورونئی دہلی، ۱۹۰۷ء، ص۸۲۵

۱۰۔ جاوید، انعام الحق، ڈاکٹر، پرکھاں، اکیڈمک پریس لاہور، ۱۹۸۰، ص۱۳

۱۱۔ زور، قادری، محی الدین، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب، اردو بازار، ۱۹۶۱ء، ص۷۰

۱۲۔ بخاری، تنویر، پنجابی تاریخ و ادب، نیو بک پیلس، لاہور، صفحہ ۳۷۶

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ گوندل، محمد امین، منیر احمد، تاریخ زبان و ادب تے لسانیات، مجید بک ڈپو، ۱۹۹۲ء، ص ۷۷

۱۵۔ بخاری، تنویر، پنجابی ادب دی تاریخ، نیو بک پیلس، صفحہ ۳۰

۱۶۔ G.A Grairson, Linguistic Survey of India, Vol-iv

۱۷۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (جلد دوم)، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور، ۱۹۸۶، ص ۵۹۶ تا ۵۹۷

۱۸۔ ایضاً ص ۵۹۹

۱۹۔ کوٹی، عین الحق فرید' اُردو زبان کی قدیم تاریخ' ص ۱۳

۲۰۔ کوٹی، عین الحق فرید' پنجابی زبان دیاں جڑاں' ماہنامہ پنجابی ادب' اکتوبر ۱۹۶۰

۲۱۔ جاوید' انعام الحق' ڈاکٹر' پنجابی زبان و ادب کی مختصر تاریخ' مقتدرہ قومی زبان و ادب' ۱۹۷۷

۲۲۔ کوٹی، عین الحق فرید' اردو زبان کی قدیم تاریخ ص ۱۰۱' ۱۰۲

۲۳۔ جاوید' انعام الحق' ڈاکٹر' پنجابی زبان و ادب کی مختصر تاریخ' ص ۱۴' ۱۳' ۱۲

۲۴۔ بخاری' تنویر' پنجابی ادب دی تاریخ' ص ۳۱

۲۵۔ کوٹی، عین الحق فرید' اردو زبان کی قدیم تاریخ ص ۱۱۳' ۱۱۲' ۱۱۱

باب دوم

محاورے کے معنی و مفہوم اور تعریف

محاورے کے معانی ومفہوم اورتعریف

تعارف :

کائنات کے حسن کونکھارنے کے لئے خالق کائنات نے انسان کو زبان جیسے عظیم تحفے سے نوازا تاکہ انسان اپنے افکارونظریات دوسروں تک پہنچا سکے ۔ پس زبان نے انسانی زندگی سے جنم لیا اور اس کے احساسات' تجربات 'مشاہدات' بدصورتی' خوبصورتی' اچھائی' برائی ہر پہلو کو اپنے گھیرے میں لیتی گئی۔ زبانوں کا سفر ہمیشہ عوامی سطح سے ادبی سطح کی طرف ہوتا ہے۔کوئی بھی ادب اُس وقت تک ترقی کی منازل طے نہیں کرسکتا جب تک اُس کا دامن محاوروں' کہاوتوں اورلوک دانش کی باتوں سے بھرا ہوا نہ ہو۔ پس ادبی حوالے سے محاورے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ محاورہ ادب میں فصاحت وبلاغت کوفروغ دیتا ہے۔محاورے دُنیا کی تمام زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔محاورہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بغیر ادبی پکوان پھیکا پھیکا سا رہ جاتا ہے اور خاص طور سے پنجاب کی تہذیب'بودوباش' غم' خوشی'خواہشات' محرومیاں' مصائب وآلام' ثقافت' سیاست' تاریخ اور پنجاب کی نفسیات تو محاورے کے پُررنگ دامن میں مسکراتی ہے۔

لفظ'محاورہ' کا مآخذ :

چرن جی لال کی روایت کے مطابق'' محاورہ''عربی زبان کا لفظ ہے جولفظ' حورہ'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں'پھرنا' یا' گردش' کرنا۔یہ عربی' فارسی' اُردواور پنجابی زبان میں یکساں نام سے جانا جاتا ہے۔ جب کہ انگریزی میں اس کے لئے idiom کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

محاورے کے معانی ومفہوم :

دانشوروں اور ماہرین لسانیات کے مطابق عمومی طور پرمحاورہ' دو یا دو سے زیادہ الفاظ کے ایسے مرکب کا نام ہے جو اپنے لفظی معنوں سے بڑھ کر وسیع تر معنی رکھتا ہو اور کسی منفرد سوچ' جذبے اور عمل کے بیان کے لئے استعمال ہوتا ہو۔ جیسے سر پر ہاتھ رکھنا' سہم جانا' دنداں تھلے جیبھ دینا (دانتوں کے نیچے زبان دینا)' اور چواتی لانا (آگ لگانا' سازش کرنا) وغیرہ۔محاورے کے معنی ومفہوم کے بارے میں مختلف ماہرینِ لسانیات کی آراء درج ذیل ہیں۔محاورہ دُنیا کی ہر زبان میں

استعمال ہوتا ہے محاورے کے معانی کے حوالے سے انگریزی کے چند حوالے درج ذیل ہیں۔

M. Saatchi in his famous Dictionary, "The Yadvareh English Persian Collegiate Dictionary" narrates about the Idiom in these words:

"Id.i.om (id'i- m)n.

(۱) لہجہ۔ اصطلاح۔ زبان ویژہ (۲) تعبیرو یژہ۔

اسلوب مخصوص زبان" (۱)

F. Steingass in his Dictionary "A comprehensive Persian-English Dictionary" elaborates the meaning of idiom.

"A محاورات muhawarat (pl. of محاورة muhawarat), Dialogues, conversations, conferences; idioms; usages, & c. (see the following article).
محاورة muhawarat, muhawara (v.n. 3 of حور), Holding a dialogue; conversation, conference; a reply; idiom, usage, common speech, phraseology; - muhawara'i bahs u jadal, A disputation, an animated discussion;- ba-muhawara, Idiomatic; - bi-muhawara, Unidiomatic." (2)

محاورے کے بارے میں سب سے زیادہ بحث و تمحیص ہمیں اُردو ادب میں ملتی ہے چند معروف لغات میں دیئے گئے محاورے کے مفہوم و معانی درج ذیل ہیں۔

مہذب لکھنوی ''مہذب اللغات'' میں محاورہ کے معنی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:۔

''وہ کلمہ یا کلام جسے چند ثقات نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کیلئے مخصوص کر لیا ہو............ الفاظ کچھ کہہ رہے ہوں اور معنی کچھ نکل رہے ہوں۔'' (۳)

''نوراللغات'' (جلد اول) میں محاورہ کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:۔

'' جب ایک یا کئی لفظ مصدر سے مل کر حقیقی معنے سے متجاوز ہو کر کچھ اور معانی دیں۔ اس کو محاورہ کہتے ہیں۔'' (۴)

نورالحسن ''نوراللغات'' میں محاورہ کے معنی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:۔

''کسی خاص گروہ کی بول چال
عادت ۔ مشق ۔ مہارت
محاورہ پڑنا ۔ روزمرّہ کی عادت ڈالنا۔ مشق ہو جانا
محاورہ ڈالنا ۔ عادت ڈالنا۔ مشق ڈالنا۔ مہارت پیدا کرنا'' (۵)

وارث سرہندی ''علمی اردو لغت'' میں محاورے کے معنی یوں بیان کرتے ہیں:۔

''وہ کلمہ/کلام جسے اہلِ زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے لئے مخصوص کر دیا ہو۔ بول چال۔ بات چیت۔ باہمی گفتگو۔ عادت۔ مشق۔ لپکا۔ مہارت'' (٦)

پروفیسر حیات محمد خان سیال ''اردو گرامر اور کمپوزیشن'' میں محاورے کے معنی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:۔

''محاورہ لغت میں بات چیت کرنے کو کہتے ہیں'' (۷)

پنجابی ادب کے مشہور'' انسائیکلو پیڈیا آف لٹریچر مہان کوش'' میں بھائی کاہن سنگھ نابھا نے محاورے کے معانی یوں تحریر کئے ہیں:۔

''ਮੁਹਾਵਰਾ। ਅ محاورہ ਸੰਗਯਾ-ਹੋਰ (ਕਥਨ) ਦੀ ਕ੍ਰਿਯਾ ਬੋਲ ਚਾਲ। 2 ਭਾਵ-ਯੋਗਯ ਰੀਤਿ ਨਾਲ ਸ਼ਬਦਾਂ ਦਾ ਵਰਤਣਾ। 3 ਸ਼ਬਦ ਅਤੇ ਵਾਕਾਂ ਦਾ ਖਾਸ ਅਰਥ ਵਿੱਚ ਵਰਤਾਉ (idiom)। 4 ਅਭਯਾਸ

(محاورہ ا۔ محاورہ سنگیا۔ ہور (کتھن) دی کریا (گرائمر) بول چال 2۔ بھاو

۔ یوگے ریتِ نال شبداں دا ورتنا۔ 3 شبد اتے واکاں(جُملیاں) دا خاص ارتھ

وچ ورتاؤ(idiom) 4۔ ابیاس۔)'' (۸)

ڈاکٹر شہباز ملک ''ساڈے اکھان سَو سیانے اِکّو مت'' میں محاورے کے معنی ومفہوم کے ساتھ میاں محمد صاحب کے کلام سے محاورے کے استعمال کی مثال دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔

'' محاورہ صرف بول چال نوں شنگارن یاں اپنے مفہوم نوں دوجے تیکر سچّے ڈھنگ نال اپڑان تیکر محدود رہ جاندا اے ۔ محاورے دی ورتوں بول چال وچ سوجھ پیدا کرن تے سنن والیاں دا دھیان کسے چمتکاری ڈھنگ نال کھچن لئی کیتی جاندی اے (سوجھ پربودھ:ونجارہ بیدی) مطلب ایہہ اے کہ ایہدے نال آکھی جارہی گل زوردار ہو جاندی اے۔''

محاورہ

؎ اتوں توں نہ بلدی اتے پائیں تیل جوابوں

ساعت ڈھل نہ لکسی اونویں مرسی ایس عذابوں

(سیف الملوک ۔میاں محمد بخش) (۹)

پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی ''قواعد پنجابی'' میں محاورے کے معنی یوں بیان کرتے ہیں:۔

''محاورہ لغت دے لحاظ نال کسے خاص طبقے دی گل بات نوں کہندے نیں۔ پر اصل وچ محاورہ اوہ پہلو دار جملہ اے جیہڑا روزمرہ بولن والی زبان دے اصولاں دے مطابق ہووے تے عام مطلب توں کجھ ودھ مطلب دیوے۔''(۱۰)

پنجابی یونیورسٹی' پٹیالہ سے چھپنے والی ''پنجابی۔انگریزی کوش'' میں محاورہ کے معنی کچھ یوں درج ہیں:۔

''ਮੁਹਾਵਰਾ: Idiom, aphorism; saying; proverb; practice;experience, skill.'' (۱۱)

محاورہ کی تعریف:

دو یا دو سے زیادہ الفاظ کے مجموعے کو محاورہ کہتے ہیں جو حقیقی کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں۔ انگریزی کی مختلف لغات میں محاورے کیلئے لفظ idiom استعمال کیا گیا ہے جس کی تعریف محاورہ سے ملتی جلتی ہے۔ مختلف ماہرین لسانیات اور دانشوروں نے محاورے کی مختلف طریقے سے تعریف کی ہے۔ چند معروف ماہرین کی آرا درج ذیل ہیں۔

Gagan Raj "Dictionary of Literary Term" میں 'Idiom' یعنی محاورے کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

> "IDIOM...... "The term used for a form of expression, construction or phrase peculiar to a language and often having a meaning of other than its grammatical or logical one." (۱۲)

Martin Gray "A Dictionary of Literary Terms" میں 'Idiom' یعنی محاورے کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:۔

> "A phrase or way of expressing ....IDIOM something special to a language, something ungrammatical or illogical in its signification." (۱۳)

معروف و مستند انگریزی انسائیکلوپیڈیا "The Encyclopaedia Britannica" میں 'Idiom' یعنی محاورے کی تعریف یوں موجود ہے:۔

> "A form of expression in words, grammatical construction, phraseology, etc; which is peculiar to a language;sometimes also a variety of a particular language, a dialect" (۱۴)

J. A. Cudon نے "A Dictionary of literary terms" میں محاورے کی تعریف یوں کی ہے:۔

"A form of expression, construction or phrase peculiar to a language and often possessing a meaning other than its grammatical or logical one."(۱۵)

انگریزی لغات میں 'Idiom' یا محاورے کی تعریف نسبتاً زیادہ تفصیل سے موجود ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

In the most popular Dictionary "The Random House Dictionary of the English Language", the definition of Idiom describes in these words.

"Id-i-om(id/ m), n. 1. an expression whose meaning is not predictable from the usual meanings of its constituent elements, as kick the bucket, hang one's head, etc., or from the general grammatical rules of a language, as the table round for the round table, and which is not a constituent of a larger expression of like characteristics. 2. a language, dialect, or style of speaking peculiar to a people. 3. a construction or expression of one language whose parts correspond to elements in another language but whose total structure or meaning is not matched in the same way in the second language. 4. the peculiar character or genius of a language. 5. a distinct style or character, as in music, art, etc,: the idiom of Bach. [< L idi m(a)<Gk, equiv. to idi - (var. of idio- IDIO-; See IDIOT) + -ma n. suffix]
Id-i-o-mat-ic (id/ mat/ik), adj. 1. peculiar to or characteristic of a particular idiom: idiomatic French. 2. having a distinct style or character, esp. in the arts: idiomatic writing; an idiomatic composer. Also, id/i-o-mat/i-cal. [<LGK idi matick(s), equiv. to idi mat (s.of idi ma) IDIOM +ikos -IC] – id/i-o-mat/i-cal-ly, adv, - id/i-o-mat/i-cal-ness, id-i-o-ma-tic-ity (id/ - m tis/ i),n." (16)

The New Lexicon Webster's Dictionary of the English Language elaborates the definition of Idiom in these words.

> "id-i-om (ídi: m) n, the language peculiar to a people, country, class, community or, more rarely, an individual the structure of the usual patterns of expression of a language a construction, expression etc. having a meaning different from the literal one or not according to the usual patterns of the language a writer's characteristic use of words, the wodehouse idiom a characteristic style in music, art etc., the cubist idiom [fr. L. idioma fr. Gk fr. Idios, own, private]
> id-i-o-mat-ic (idi: m tik) adj. peculiar to the patterns of expression of a particular language of or pertaining to idioms, idiomatic command of French (of a language) having many idioms id-i-omát-i-cal-ly adv. [fr. GK idi matikos, particular]" (17)

Sylvia Chalker Edmund Weiner, in his popular Dictionary "The Oxford Dictionary of English Grammar", describes the definition of Idiom.

a. A group of (more or less) fixed words having a meaning not deducible from those of the individual words.
   e.g.
   over the moon
   under the weather
   paint the town red
   throw a wobbly
   fish out of water
   had better
   Some of these phrases allow no alteration except extremely facetiously (*over the stars,

* kick the pail). Others allow some changes (up to my/his/her/their, etc. eyes in work).

b. A phrase that is fairly fixed (not necessarily with opaque meaning) but which shows or appears to show some grammatical irregularity.e.g.
these sort of people
come to think of it
In some cases there is no very clear distinction between idiom, COLLOCATION, and FIXED PHRASE.
The older meanings of idiom in English were (a) the form of speech peculiar to a nation or to a limited area; and (b) the specific character or property of a language, or the manner of expression natural or peculiar to it ('the idiom of the English tongue'). (18)

اردو اور فارسی کے محققین' دانشوروں اور ماہرین لسانیات نے محاورے کی تعریف بھرپور طور پر کی ہے۔ چند مستند دانشوروں کی وضع کردہ تعریف درج ذیل ہیں:۔

مولانا الطاف حسین حالی نے محاورے کی کافی جامع تعریف کی ہے:۔

''محاورہ لغت میں مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہیں۔خواہ وہ بات چیت اہل زبان کے روزمرہ کے مطابق ہو یا مخالف ۔لیکن اصطلاح میں خاص اہل زبان کے روزمرہ یا بول چال کا نام محاورہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ محاورہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ میں پایا جائے۔ کیوں کہ مفرد الفاظ کو روزمرہ یا بول چال یا اسلوب بیان نہیں کہا جاتا بخلاف لغت کے کہ اس کا اطلاق ہمیشہ مفرد پر یا ایسے الفاظ جو بمنزلہ مفرد کے ہیں' کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ترکیب جس پر محاورہ کا اطلاق کیا جائے قیاسی نہ ہو بلکہ معلوم ہو کہ اہل زبان اس کو اس طرح استعمال کرتے ہیں۔''(۱۹)

پروفیسر محمد حسن ''ہندوستانی محاورے''میں محاورے کی تعریف کرتے ہوئے اس کے درج ذیل تین اہم اجزاء پر زور دیتے ہیں :۔

(1) محاورے میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کا ہونا ضروری ہے ۔

(2) محاورے میں آنے والے لفظ اپنے اصل معانی کے علاوہ دوسرے معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں اور سمجھے جاتے ہیں مثال کے طور پر ''نو دو گیارہ'' ہونا لغوی معنی کا تعلق حساب سے ہے ۔محاورے میں اس کا مطلب بالکل ہی الگ ہے۔

(3) محاورے کے لفظ جیوں کے تیوں استعمال میں آئیں گے اور ان کی جگہ پر اس معنی کا کوئی دوسرا لفظ نہیں لایا جا سکتا ۔مثال کے لئے ''چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات'' میں چار کی جگہ پانچ یا کوئی عدد یا دن کی جگہ کوئی دوسرا لفظ نہیں لایا جا سکتا ۔ (۲۰)

سیّدہ انجم گیلانی ''سرائیکی محاورے اور ضرب الامثال'' میں محاورے کے بارے میں مختصراً یوں کہتی ہیں :۔

''دو یا دو سے زیادہ الفاظ کے مجموعے کو جو اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہو محاورہ کہتے ہیں ۔'' (۲۱)

برج موہن دتا تر یہ کیفی اپنی معروف کتاب ''کیفیہ'' میں محاورے کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

''محاورہ کم سے کم دو کلموں سے مرکّب ہوتا ہے ۔محاورہ قواعد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتا ۔''(۲۲)

پروفیسر حیات محمد خان سیال ''اردو گرامر اور کمپوزیشن' 'میں گرامر کے نقطہ ءنظر سے' محاورے کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

''گرامر کی اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی ایک یا کئی لفظ مصدر کے ساتھ آکر حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوں اور اہل

زبان کی بول چال کے مطابق ہوں تو اسے محاورہ کہیں گے۔"(۲۳)

"تعمیر ادب" میں محمد اقبال جاوید انتہائی اختصار سے محاورے کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

"اہل زبان کے اس اندازِ بیان کا نام ہے' جو دو یا اس سے زیادہ الفاظ سے مل کر ترکیب پاتا اور مجازی معنے دیتا ہے۔"(۲۴)

پروفیسر گیان چند جین "عام لسانیات" میں محاورے کے بارے میں کئی پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں جن میں سے کچھ تو قابلِ فہم ہیں اور کچھ غیر واضح' جو اُن کی درج ذیل تحریر سے صاف دکھائی دیتا ہے:۔

"محاورہ (idiom)۔ہاکٹ نے محاورے کی ایک عجیب تعریف دی ہے جس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

"محاورہ وہ قواعدی روپ ہے جس کے معنی اس کی ساخت سے دریافت نہیں کیے جا سکتے اور جو اسی قسم کے بڑے قواعدی روپ کا جزو نہیں۔"

چونکہ تنہا مارفیم کے معنی بھی اس کی ساخت سے دریافت نہیں ہوتے اس لیے وہ بھی محاورہ ہے مثلاً اُن کے نزدیک She wants a newhat میں New محاورہ ہے اسی طرح Promote, produce, remote وغیرہ محاورے ہیں۔تنہا مارفیم کے علاوہ مخففات کو بھی محاورہ قرار دیتا ہے مثلاً ایروپلین کی جگہ پلین یا "مجلس اقوام کی تہذیبی' سائنسی اور ثقافتی تنظیم" کی جگہ 'یونسکو'۔اسی طرح وہ استعارے کو بھی محاورے کے ضمن میں لے آتا ہے۔مثلاً He married or Lemon میں لیمو سے مراد ترش مزاج عورت ہے۔

ہمارے لیے ہاکیٹ کی تمام تعریفیں بے کار ہیں۔آخری مثال محاورے کے لگ بھگ آ جاتی ہے لیکن ہمارے نزدیک محاورے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مجازی معنی زبان میں متفقہ طور پر رائج ہو کر مستحکم ہو گئے ہوں۔

ڈاکٹر ہردیو باہر نے محاورے کی یونانی تعریف پسند کی ہے ''محاورے میں کسی زبان کے وہ مخصوص اظہاریے (Expressions) شامل ہیں جن کی بنا پر وہ زبان دوسری زبانوں سے ممیز ہو۔''

یہ کسی طرح جامع و مانع تعریف نہیں مثلاً اردو ہندی میں بعض صورتوں میں فعل کی جنس و تعداد مفعول کے مطابق ہوتی ہے ۔ اب اس مخصوص طریقہء اظہار کو محاورہ نہیں کہہ سکتے۔ ہم اس سے بہتر تعریف تلاش کر سکتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ہر زبان کے محاورے اس زبان کے مذاق کے مطابق ہوتے ہیں۔ اردو میں ضروری ہے کہ محاورے میں کم از کم دو لفظ ہوں ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ان میں سے کم از کم ایک لفظ مجازی یعنی غیر لغوی معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ اب ہم اردو محاورے کی تعریف یوں کریں گے ۔

''محاورے اہلِ زبان میں مستعمل وہ مخصوص فقرے ہیں جن کا کم از کم ایک لفظ مجازی یعنی غیر لغوی (Transferred) معنی میں لیا گیا ہو اور اس مجازی معنی پر اہلِ زباں میں عام طور پر اتفاق ہو۔''

اہلِ زبان میں مستعمل اور متفقہ سے یہ طے ہو جاتا ہے کہ محاورہ ہر استعارے یا مجاز کو نہیں کہہ سکتے بلکہ صرف اُنھیں کو جنہیں اہل زبان متفقہ طور پر استعمال کرتے ہوں، جن کی ہیئت مقرر ہو گئی ہو اس طرح 'نظر پر چڑھنا' محاورہ ہے لیکن 'نگاہ پر چڑھنا' محاورہ نہیں گو اس کا ایک جزو مجازی معنی میں ہے ۔ تنہا لفظ کو بھی محاورہ نہیں کہہ سکتے ۔

'اس نے ایک گدھے سے شادی کی ہے'

'گدھے کا لفظ متفقہ طور پر 'بے وقوف' کے مجازی معنی دیتا ہے لیکن چونکہ یہ فقرہ نہیں اس لیے ہم اسے محاورہ نہ کہہ کر محض استعارہ یا رمزیہ کہیں گے ۔

مجازی استعمال اور محاورے کا روزمرّہ کی طرح استعمال سے مستحکم ہونا دو ضروری

خصوصیات ہیں ۔ یہ دوسری زبانوں میں ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ کلاسکی زبانوں
بالخصوص سنسکرت میں محاوروں کی بڑی کمی ہے۔ اردو میں ان کی بڑی ریل پیل
ہے۔ اردو میں محاوروں کی دو ساخت مرغوب ہیں ۔'' (۲۵)

پنجابی دانشوروں نے بھی اپنے اپنے انداز میں محاورے کی تعریف کی ہے جو زیادہ تر اُردو ادب سے ہی اخذ کی گئی ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی ''قواعد پنجابی'' میں محاورے کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:۔

''محاورہ دو یا دوتوں زیادہ لفظاں نال پورا ہو جاندا اے۔ وڈی گل ایہہ وے کہ
محاورہ' مصدر نال رل کے اپنے اصلی معنیاں توں اڈ' ودھ معنیاں واسطے ورتیا جاندا
اے۔'' (۲۶)

ڈاکٹر مہر عبدالحق ''سرائیکی دیاں مزید لسانی تحقیقاں'' میں محاورہ کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

''محاورہ لفظاں دا اجیہا مجموعہ ہے جیندے الفاظ تاں عام ہوندن لیکن محاورے
دی ترکیب انہاں لفظاں دے عام معنیاں کوں خاص بنڑا ڈیندی ہے۔'' (۲۷)

ڈاکٹر شہباز ملک محاورے کے بارے میں اس طراں سے لکھتے ہیں:۔

''محاورے دے اکھری حوالے نال دو گھیر ہوندے نیں اِک چوڑا گھیر تے اِک
سوڑا گھیر۔ چوڑے گھیر وچ کسے زبان دا لسانی کھلار جس وچ لفظاں توں لے کے
گرامر دے نجی ضابطے بیان تے بدیع' اکھان' محاورے سبھ آ ؤندے نیں کسے
زبان دا محاورہ اوس زبان دے لسانی پچھوکڑ تے رہتلی کھلار وچوں پنگردا اے
تے اوس زبان دی اُچیچی پچھان کراندا اے۔ محاورے بارے سوڑے گھیرے
دے حوالے نال گل کیتی جاوے تے محاورہ لفظ یاں لفظاں دا اوہ مجموعہ ہوندا اے
جیہڑا جدوں بیان وچ ورتیا جاندا اے تے اصل معانیاں دی تھاں اپنے مجازی
معانیاں وچ سمجھیا جاندا اے۔ جیویں اسلم نے روندیاں پیسے دِتے یاں میں اسلم

کولوں مکھن وچوں وال وانگر پیسے کڈھ لئے' دا مطلب کوئی کم بِنا دُکھ اُٹھان توں
ہجے ای کر لینا اے۔'' (۲۸)

محاورے کے بارے میں حمید اللہ ہاشمی لکھتے ہیں:۔

''اوہ پہلو دار جملہ ہوندا اے جیہڑا روزمرہ بولن والی زبان دے اصولاں دے مطابق ہووے تے عام مطلب توں کُجھ ودھ مطلب دیوے۔ محاورہ دو یا دو توں زیادہ لفظاں نال پُورا ہو جاندا اے۔'' (۲۹)

گزشتہ سطور میں ہم نے محاورے کی جو تعریفیں کی ہیں ان تعریفوں کے تجزیے کے بعد جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ محاورہ دو یا دو سے زائد الفاظ کا وہ مجموعہ ہے، جس میں زبان کے مختلف الفاظ باہمی تال میل سے ایک ایسی معنویت کو اجاگر کرتے ہیں، جو کسی تہذیب کی زندگی اور زندگی کے مختلف رویوں کی کسی بصیرت افروز کیفیت، تجربے یا احساس کو معنوی دنیا کے منظر نامے سے مملو کرتی ہے، جو آگے چل کر اس کی کیفیت، تجربے یا احساس کے فکری اور معنوی منظر نامے کو لسانی جمالیات کا ایک ایسا پیرایہ عطا کرتی ہے، جہاں اس کی اصطلاحی معنویت، حقیقت کے برعکس ایک ایسے رویے کی حامل ہو جاتی ہے کہ جہاں اُس کا معنوی کینوس اس کے عام مفہوم اور لغت سے کہیں بڑھ کر اُس تہذیب، قوم یا زبان کی اُمنگوں، رویوں، تجربوں اور مشاہدات کا منظر تخلیق کرتا ہے۔

محاورے کے آغاز کے متعلق مختلف نظریات

محاوروں میں اجتماعی زندگی کی تصویریں' سماج کے تصورات اور معتقدات' انسانی فطرت اور کائنات کے متعلق سماج کا رویہ' یہ سب باتیں جھلکتی ہیں۔ محاورے صرف خوبصورت فقرے نہیں بلکہ اجتماعی تجربات کے ٹکڑے ہیں۔ جن میں سماج کی پوری شخصیت بستی ہے۔ محاورہ استعمال کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے انفرادی تجربے کو اجتماعی تجربے کے پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ محاورہ فرد کو معاشرہ میں گھلا دیتا ہے' تخصیص میں تعیم اور تعیم میں تخصیص پیدا کرتا ہے۔ محاورہ ایک شخص کا تجربہ نہیں بلکہ خصلتِ انسانی کا تجربہ ہے اور کسی ایک کے تجربے نے اسے ایجاد کیا ہوگا۔ جسے بعد کی نسل نے محاورہ کی سند اور حیثیت دے دی۔ جیسے کسی نے آنکھ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا ہوگا تو ستارے انسانی پہنچ سے دُور نظر

آ ئیں ہوں گے۔ اسی وجہ سے 'آسمان سے تارے توڑنا' مشکل ٹھہرا۔ اس تجرباتی مشکل نے محاورہ سازی کی اور محاورے کو مجازی معنویت عطا کی۔ محاورہ ہمیں بتاتا ہے کہ فرد کے ایک تجربے کو اس کے دوسرے تجربوں سے سماج کے تجربے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ محاورہ تہذیب' سماج' مذہب اور نظام ہائے زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ سینکڑوں برس پر پھیلے ہوئے محاوروں کے تاریخی سفر کا مطالعہ کریں تو محاوروں کا باقاعدہ آغاز کبیر کے دور ہی سے نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر یونس اگاسکر کی رائے میں:۔

''کبیر نے فارسی محاوروں کو اردو میں ڈھال لیا اور کہیں کہیں فارسی اشعار و ضرب الامثال کو اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔'' (۳۰)

حضرت امیر خسروؒ سے پہلے محاورہ سینہ بہ سینہ صورت میں موجود تھا اور اردو کو زبان کی بجائے بولی کی حیثیت حاصل تھی۔ تحریری شکل میں محاورہ امیر خسروؒ کے کلام میں نظر آتا ہے۔ زندگی کے تجربات' لسانی تشکیلات اور سماجی حالات کس طرح زبان و محاورہ میں آئے۔ جمیل جالبی یوں لکھتے ہیں:۔

''ان محاوروں' خسرو دور اور الفاظ کے ذریعے ہمیں اس عہد کی اردو زبان کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اردو زبان ان ایام میں محاوروں' روزمروں اور ضرب الامثال سے مالا مال ہے اور یہ خصوصیت ایک زبان میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ عہدِ طفولیت کو خیر باد کہہ کر مدارج شعور تک ارتقاء کر چکی ہو۔'' (۳۱)

گیارہویں صدی ہجری سے قبل اردو زبان صاف نہیں تھی لیکن اب زبان صاف ہونا شروع ہوتی ہے۔ اس پہلو سے ڈاکٹر جمیل جالبی محاورے کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں اپنی رائے یوں بیان کرتے ہیں:۔

''گیارہویں صدی ہجری کا محاورہء زبان مقامی رنگ و اثر کا حامل تھا لیکن بارہویں صدی ہجری وسط قدیم اردو کی آخری حد فاصل ہے۔ اب قدیم محاورہ کی جگہ جدید محاورہء زبان لے لیتا ہے جو ریختہ کے نام سے سارے برصغیر کے لئے جدید معیار سخن بن گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی فتح دکن نے سارے علاقائی امتیازات مٹا کر اس طرح ایک کر دیئے کہ شمال کی زبان جہاں دکن کے معیار

ادب و روایت کو قبول کرتی ہے وہاں زبان و بیان کی سطح پر خود دکنی محاورے کو
اپنے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔''(۳۲)

حافظ محمود شیرانی ہندی اور پنجابی الفاظ کی آمیزش سے بنے محاوروں پر اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:۔

''محاورے ہمیں اس وقت کی یاد دلاتے ہیں۔ جب کہ مسلمان لاہور سے کوچ کر کے دہلی جا کر آباد ہوگئے ہیں اور اپنی زبان کا پیوند لگا رہے ہیں۔ کیوں کہ یہ محاورے ہندی الفاظ اور ان کے مترادفات سے پنجابی کے ساتھ مل کر بنتے ہیں...... جیسے برتن بھانڈا' باسن بھانڈا' گورا چٹا' بھلا چنگا اور سنڈا مسٹنڈا'' (۳۳)

صوفیائے کرام نے مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے نہ صرف مقامی زبان کو منتخب کیا بلکہ اس کے رسم والخط کی ترقی' مختلف زبانوں کی آمیزش اور محاورہ سازی میں اُن کا کردار ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ یہ وحدتِ انسانی کے قائل تھے۔ ان میں اعلیٰ مصنفین شامل تھے۔صُوفیاء کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اُن کا مخاطب عام آدمی تھا۔ اس لئے وہ اس کی زبان میں بات کرتے تھے۔ لہٰذا سارے مروّجہ محاورہ جات بھی اُنھوں نے اپنے طرزِ تخاطب کو موثر بنانے کے لئے استعمال کئے۔

جمیل جالبی صوفیاء مصنفین کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''لازم المبتدیٰ کی طرح 'واحد باری'' کی زبان آسان اور غیر پیچیدہ ہے۔ اس میں مصنف زیادہ سے زیادہ عام بول چال کی زبان کے قریب رہنے کی کوشش کرتا نظر آتا ہے۔ اس لئے محاورے زبان و بیان میں از خود در آئے۔'' (۳۴)

ہماری تہذیب پر دربارِ امراء نے ان مٹ نقوش چھوڑے۔ مغل طرزِ حکومت' چھوٹی ریاستوں کا وجود' تاریخِ مدنیت' تمام باتیں محاورات میں عود آئیں۔ بادشاہ اور رعایا کا تعلق محاورات میں بھی نمایاں ہے۔ لال قلعہ دہلی محاورہ کا سنگ میل ہے۔ لوگ حکمران کی زبان بولتے تھے نیز ایسے ایسے الفاظ دربار کے لئے بناتے جس سے محاورہ سازی ہوتی رہی۔ محاورہ بولنا مرزا' منشی اور شرافت کی علامت سمجھا گیا۔ قصیدہ نگاروں کا ایک طبقہ دربار سے منسلک تھا۔ یہ لوگ زمین آسمان کے قلابے ملا کر محاورہ سازی کرتے تھے۔ جیسے فرشی سلام' شاہ خرچیاں' منہ موتیوں سے بھرنا وغیرہ مغل تہذیب کے

نمائندہ محاورے ہیں ۔

محاورے کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں صنفِ نازک کے حوالے سے' وحیدہ نسیم نے ایک انتہائی رومانی اور دلچسپ زاویہء نگاہ پیش کیا ہے ۔ اُن کے مطابق محاورے کی موجد عورت کو بھی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ معاشرے کی تشکیل میں عورت کا اہم کردار ہے۔عورت مہندی کے پودے کی طرح الفاظ کی حفاظت کرتی ہے۔عورت نے گھر کی چار دیواری کے اندر ہی لغت کی خدمت شعوری طور پر کی اور اس کو خالص رکھا۔شرم و حیا' ایک تصور تھا جس کو عورت نے تسلیم کیا۔ مشرق میں مشترکہ خاندان کی روایت موجود رہی' جس میں جیٹھ' دیور' نند' چچا' تایا' دادا وغیرہ تک ساتھ رہتے ہیں۔گھر کے دیگر افراد کی موجودگی میں عورت کا اپنے خاوند سے کھُل کر مکالمہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے مفہوم کی ادائیگی کے لئے کنایہ اور اشارہ سے بات کرنا عورت کی ضرورت بن گئی۔ نتیجتاً محاورہ سازی ہوئی۔چونکہ عورت جذباتی ہوتی ہے اور جذباتِ انسانی کو خصوصی انداز میں سمجھتی ہے۔محاورے کے اس انتہائی اہم پہلو کو وحیدہ نسیم اس طرح بیان کرتی ہیں:۔

> ''عورت ایک طرف جذبات کا مخزن ہے تو دوسری طرف الفاظ کی خالق' نفرت و محبت' غم و غصہ' اپنی بے نیازی دوسرے کی تحقیر' ہمدردی' رحم' بے چارگی' دعایا کلمات' گالیوں اور کوسنوں سے متعلق جتنے الفاظ اردو ادب میں ہیں ان میں زیادہ عورتوں نے ہی وضع کئے ہیں۔یہی نہیں بلکہ عورتوں نے اپنے الفاظ' اصطلاحات اور محاورات میں جذبات کے مختلف مدارج کو ملحوظ رکھا ہے۔''
> (۳۵)

محاورہ کسی ایک شخص یا قبیلے نے پیدا نہیں کیا بلکہ محاورات ہمارے ماضی کا عکس اور خزانہ ہیں۔محاورے کے بنیادی ماخذ سماجی زندگی' نفسیاتی ردِعمل' فلسفیانہ خیالات' نصیحتیں' لوک کہانیاں' ہنسی مذاق' تاریخی واقعات' انسانی تجربات اور مذاہبِ عالم کو قرار دیا گیا ہے۔

ضرب المثل (اکھان) اور محاورہ میں فرق

ضرب المثل ہو یا محاورہ اس میں ہمارے بزرگوں کے تجربات، زندگی کی دانش کے ساتھ باہم مل کر ان کے مشاہدے اور تجربے کو ایک ایسی ترکیبی صورت میں اجاگر کرتے ہیں، جو کہیں کہاوت کا نام پاتی ہے اور کہیں اُس دانائی اور حکمت کو محاورے کا نام دیا جاتا ہے۔ اب ان دونوں اصطلاحوں کے مابین جو ربط موجود ہے، وہ دانش، زندگی کے تجربے یا مشاہدے سے مستعار کا وہ فکری نچوڑ ہے، جو صدیوں پہلے اسلاف نے اپنے تجربات کی روشنی میں الفاظ کے پیکر میں متشکل کیا تھا لیکن اب انہیں جو صورتیں میسر آئی ہیں، وہ ان کے معنوی خدوخال، اصطلاحی رویوں اور ظاہری ناموں کو متشکل کرتی ہیں۔ اگر کوئی ترکیب، مصدر، علامتِ مصدر، افعال اور اس کی مختلف صورتوں کے ساتھ وضع ہوتی ہے، تو وہ محاورہ ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے حقیقی معنی کے بجائے غیر حقیقی معنی میں مستعمل ہو، جبکہ ضرب المثل لفظوں کا وہ مجموعہ ہے، جو اسلاف کی زندگی کے دانشمندانہ تجربے، مشاہدے اور رویے کو ایک ایسے آہنگ میں مرتب کرنے کا نام ہے، جو اختصار اور جامعیت کے ساتھ کسی خاص واقعے، رویے اور تجربے سے مستفید ہوتا ہے اور اس میں زندگی کی حقیقی رعنائی کا ایک ایسا پہلو ہمارے سامنے آتا ہے، جو نفسیاتی، سماجی، فکری، تہذیبی، تاریخی اور انسانی تجربات اور اِس پر رونما ہونے والے مذہبی مظاہر اور رویوں سے متشکل ہوتا ہے۔

مثل عربی لفظ ہے اسے نمک کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ المثل فی الکلام کالملح فی الطّعام یہ ذائقہ کی چیز کہاوت 'اکھان کی شکل میں ہر زبان میں موجود ہوتی ہے بعض حقیقتیں تحقیقی نقطہ نظر سمیت کہاوت میں موجود ہوتی ہیں۔ یونس اگاسکر کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے:۔

> ''مذکورہ جامع تعریف میں کہاوت یا ضرب المثل سے محاوراتی اشتراک سامنے آیا ہے۔ خاص کر زندگی کا تجربہ' دانش مند کا قول' مشاہدہ' ذہانت یہ تمام اجزاء محاورہ سازی میں قابل ذکر عوامل ہیں اور محاورہ کی اساس معلوم کرتے ہوئے ہمیں کہاوت کی بنیاد پر نظر رکھنا ہے۔ کم وبیش محاورے نے بھی اسی طرح جنم لیا جس

طرح کہاوت نے لیا ہے۔''(۳۶)

ڈاکٹر شہباز ملک ''ساڈے اکھان: سَو سیانے اِکّو مت'' میں ضرب المثل (اکھان) اور محاورہ میں اس طرح سے فرق بیان کرتے ہیں:۔

''اکھان اوس نگّر سچائی دا ناں اے جیہڑی عام لوکائی نال ہنڈی ورتی ہووے۔ ایس لحاظ نال اکھان وچ جیون بارے باقاعدہ اک گیان ملدا اے ایہہ انسانی بول چال نوں شنگارن دے نال نال دانش دے خزانے وی ونڈ دے نیں جدوں کہ محاورہ صرف بول چال نوں شنگارن یاں اپنے مفہوم نوں دوجے تیکر سچّے ڈھنگ نال اپڑان تیکر محدود رہ جاندا اے۔ محاورے دی ورتوں بول چال وچ سوجھ پیدا کرن تے سنن والیاں دا دھیان کسے چمتکاری ڈھنگ نال کھچن لئی کیتی جاندی اے (سوجھ پربودھ: ونجارہ بیدی) مطلب ایہہ اے کہ ایہدے نال آکھی جارہی گل زور دار ہو جاندی اے۔ اکھان وچ آکھی جارہی گل اک مکمل رُوپ وچ پہلاں ای موجود ہوندی اے۔ مطلب تے مفہوم دا جتا سانجھا احساس اکھان وچ ہوندا اے اینا زبان دے کسے ہور انگ وچ نہیں ہوندا' مطلب تے مفہوم آکھن تے سنن والے دے ذہن وچ پہلاں ای موجود ہوندے نیں۔ اکھان راہیں اوہناں نُوں ٹُنبن دی لوڑ ہوندی اے تے اکھان ایس دا پورا پورا حق ادا کردا اے۔ اکھان اک اجیہی سانجھ اے جیہڑی بولن والے دا سگواں احساس سنن والے دماغ (چیتے) تیکر اپڑاندی اے۔ اکھان کیوں جے اپنی ذات وچ سجھا دا اک مکمل اظہار ہوندے نیں ایس کر کے ایہناں نوں بول چال یاں لکھت وچ ورتن لگیاں کوئی ہور بندوبست نہیں کرنا۔ پینڈا مطلب اے کہ اکھان نوں ورتن لگیاں سمولچا اکھان پا دیئی دا اے جدوں کہ محاورے نوں ورتن لگیاں بیان ہورہی گل دے حساب نال بندوبست کرنا پیندا اے۔ بلدی تے تیل پانا' اک

محاورہ اے ایس دی ورتوں مصدر دے حساب نال زمانے تے صیغے موجب
ہووے گی جدوں کہ عید پچھوں تمبا پھوکنا اے' اکھان نوں انج دا انج جڑ دتا جائے
گا دوناں دی شعراں وچ ورتوں دی ونگی ویکھو!

محاورہ

اِتّوں توں نہ بلدی اتے پائیں تیل جوابوں
ساعت ڈھل نہ لکسی اونویں مرسی ایس عذابوں
(سیف الملوک۔میاں محمد بخش)

اکھان

ساڈے راہ وصال وچ کدوں تیکر دس ہجر دے ناگ نے شوکنا اے
او کھے وقت جے کم نہ شرمؔ آیوں دس عید پچھوں تمبا پھوکنا اے
(عزیز خان شرم) (۳۷)

محاورہ زبان کے مختلف استعمالات میں اپنی افعالی صورتوں کو بدلتا رہتا ہے یعنی جملے میں استعمال کرنے سے محاورے کی علامتِ مصدر، جملے کی مناسبت کے ساتھ افعال اور اس کی صورتیں تبدیل کرتی ہیں، جبکہ کہاوت کو جب آپ زبان اور اس کے رویوں میں استعمال کرتے ہیں، تو وہ کسی طور بھی لفظی تغیر و تبدل قبول نہیں کرتی۔ اگر آپ اس میں کسی نوعیت کی توڑ پھوڑ یا شکست و ریخت کے عمل کو روا رکھتے ہیں، تو اُس کی ساری معنویت توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ ٹوٹ پھوٹ اِس کے داخلی اور خارجی نظام کو اس کی معنویت سے بہت دور لے جاتی ہے۔ لہٰذا زبان اور زبان کے استعمالات میں کہاوت کو من و عن استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی طرح کے لفظی تغیر و تبدل کو دخل حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے تو ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے یہ لکھا ہے کہ:

''محاورہ کلام کا جز بن کر اس میں جذب ہو جاتا ہے۔ کہاوت میں یہ قابلیت نہیں ہے۔ یہ اگر حذف بھی کر دی جائے، تو معنی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا۔''(۳۸)

اشتراک:

ضرب المثل (اکھان) اور محاورہ میں کئی اجزاء یا اوصاف مشترک بھی ہیں ۔ جن میں دانشوروں کے نزدیک تین اہم ترین ہیں۔

اوّل: دونوں میں ترکیب الفاظ کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔

دوم: کہاوت اور محاورے کو اہل زبان کی سند حاصل ہوتی ہے اور سند دیتے ہوئے ان کو استعمال کرنے والے ان میں تغیر موقوف کر دیتے ہیں۔

سوم: دونوں کے پیچھے کسی قصہ، رسم کا نکل آنا ہے۔ بعض اوقات محاورہ کے پیچھے تلمیح اور کہانی ہوتی ہے جیسے کہ کہاوت کے لئے ضروری ہے۔

امتیاز:

جس طرح ضرب المثل اور محاورہ میں کُچھ مشترک اقدار ہیں اسی طرح ان دونوں میں کچھ امتیازات بھی ہیں۔ جو اِن کو ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں اور اِن کی پہچان واضح کر دیتے ہیں۔

اوّل: کہاوت وضرب المثل خاص مواقع پر استعمال ہوتے ہیں جبکہ محاورہ عمومی معنی جلد حاصل کر کے عوامی استعمال میں آجاتا ہے۔ اس کے پیچھے زندگی کا سچا اور گہرا تجربہ اس انداز سے نہیں ہوتا۔ جس انداز سے ضرب المثل کے پیچھے ہوتا ہے ۔

دوم: اس کا پورا جملہ ہونا ہے۔ جب کہ محاورہ کا اختتام مصدر ''نا'' پر ہوتا ہے۔

سوم: محاورہ جز بن کر کلام میں جذب ہوسکتا ہے ۔ جبکہ کہاوت انڈے کی طرح ہوتی ہے ۔ اس کو توڑنے سے پوری کہاوت ختم ہوسکتی ہے۔ رادھا آٹھ من تیل سے نہیں ناچتی ۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کہاوت و محاورہ گھل مل جاتے ہیں اور ان میں امتیاز کرنا نہایت مشکل ہے۔ ہمارے خیال میں نوے فیصد سے زائد ضرب الامثال محاورات میں لفظی اختلاف ہے۔ ہاں چند ایک ایسی ضرب الامثال مل سکتی ہیں جو محاورہ بھی ہوں۔ جیسے ''آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہونا'' ہے۔

روزمرّہ اور محاورہ میں فرق

ہر زبان کا اپنا روزمرّہ ہوتا ہے جو عام بول چال میں تو استعمال ہوتا ہے لیکن تحریر میں ادبی معیار کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ روزمرہ اور محاورہ دونوں زبان کے ایسے اسالیب ہیں، جن میں زبان سانس لیتی ہے۔ زبان اور اس کی زندگی کا دار و مدار جہاں دیگر تکنیکی اور فنی مظاہر سے وابستہ ہوتا ہے، وہاں زبان کی معنوی توسیع روزمرے اور محاورے کے بغیر نہ تو ٹھوس تہذیبی اور فکری بنیادوں پر استوار رہ سکتی ہے اور نہ ہی زبان کا لسانی ارتقا ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں اور اسالیب کسی بھی زبان میں اِسی نوعیت کا مفہوم رکھتے ہیں، جیسے جسم انسانی میں روح کی حیثیت ہوتی ہے۔ روح کے بغیر کوئی جسم اپنی زندگی کا تصور نہیں کرسکتا۔ اِسی طرح کسی زبان کے ارتقا، اُس کی اشاعت اور ترویج کے ضمن میں روز مرے اور محاورے کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں ہوتا۔

روزمرّہ لسانی عادات کا ترجمان ہوتا ہے۔ اور قدم قدم پر اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ محاورے اور روز مرے میں الفاظ کی جو ترتیب ابتدا سے مرتب ہو چکی ہے، اُس میں کسی لفظ کو اس کی جگہ سے دوسرے مقام پر منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ لفظوں کے آگے پیچھے کرنے سے نہ محاورہ، محاورہ رہ سکتا ہے اور نہ روز مرہ، روز مرہ۔ کیونکہ زبان کے ارتقائی عمل کے مابین جب کسی محاورے یا روز مرے کی تشکیل اور ترکیب ہوتی ہے، تو جو لفظ جہاں موجود ہوتا ہے، صدیوں تک اُس محاورے یا روز مرے کی وہی صورت اور ہیئت موجود رہتی ہے۔ اُس کے لفظوں میں کسی نوعیت کی کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہوتی۔ مثلاً ''پانچ سات'' یا ''بلا ناغہ'' ۔ محاورہ بھی اسی قسم کی ترکیب ہے ۔ مجازی ولغوی معنوں میں استعمال ان کی وجہِ امتیاز ہے۔ مختلف ماہرینِ لسانیات کی ''روزمّرہ اور محاورے میں فرق'' کے متعلق آراء درج ذیل ہیں۔

سید محمود رضوی کے نزدیک:

> ''محاورہ کے علاوہ ایک اسلوب کا نام روزمرہ ہے۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا دائمی طور پر ہم رشتہ ہو جانا روزمرہ ہے مثلاً ''تڑ سے طمانچہ مارا'' ۔ ''دو چار دن میں آؤں گا''۔ محاورے اور روزمرہ میں الفاظ کا دائمی ارتباط وجہ مشترک ہے ۔ جس

طرح محاورے کے الفاظ میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا اسی طرح روزمرہ کے الفاظ میں بھی ناجائز ہے۔ پانی میں کودنے کو ''جھم سے کودا'' اور زمین پر کودنے کو ''دھم سے کودا'' کہتے ہیں ۔لیکن ایک کی جگہ دوسرا استعمال کریں تو ناجائز ہوگا۔ یہ خصوصیت محاورہ اور روزمرہ میں مشترک ہے اس اشتراک کے ساتھ ایک وجہ امتیاز بھی ہے ۔محاورے کے الفاظ میں لغوی معانی باقی نہیں رہتے لیکن روزمرہ میں باقی رہتے ہیں''(۳۹)

''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' میں روزمرہ اور محاورے کا موازنہ یُوں کیا گیا ہے:۔

''محاورہ۔ اصطلاح میں خاص اہلِ زبان کے روزمرہ یا بول چال یا اسلوب بیان کا نام محاورہ ہے لیکن روزمرہ اور محاورہ میں امتیاز کرنے کے لیے محاورہ کے ایک محدود معانی مان لیئے گئے ہیں۔ اب محاورہ کا اطلاق خاص کر ان افعال پر ظاہر ہوتا ہے جو کسی اسم کے ساتھ مل کر اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً اُتارنا کے حقیقی معانی کسی شے کو اُوپر سے نیچے لانے کے ہوتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے سے سوار کو اُتارنا' کھونٹی سے کپڑا اُتارنا' کوٹھے سے پلنگ اُتارنا وغیرہ۔ ان میں سے کسی کو بھی محاورہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ان میں اُتارنا حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن نقشہ اُتارنا' نقل اُتارنا' دل سے اُتارنا' محاورات ہیں کیوں کہ یہاں اُتارنا مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح روٹی کھانا محاورہ نہیں غم کھانا' قسم کھانا اور دھوکہ کھانا محاورات''(۴۰)

سید قدرت نقوی روزمرّہ اور محاورہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:۔

''اگر الفاظ اپنے لغوی معانی میں مستعمل ہوں ترتیب وترکیب اہل زبان کے استعمال کے مطابق ہو تو اصطلاحاً روزمرہ کہا جائے گا۔ اگر مجازی معنوں

میں مستعمل ہوں تو محاورہ۔ گویا محاورہ میں بنیادی بات یہی ہے کہ ان کے الفاظ اہل زبان کی ترتیب و ترکیب کے مطابق مجازی معنوں میں استعمال کئے گئے ہوں۔'' (۴۱)

وحیدہ نسیم روزمرّہ اور محاورہ کے بارے میں اپنا نقطہء نظر یوں بیان کرتی ہیں:۔

''ان (خواتین) کی دنیا صرف گھر کی چار دیواری تھی۔ ان کا اثاثہ صرف وہی الفاظ تھے جو گھر کی بول چال میں ان کے کانوں میں پڑے تھے۔ لفظوں کے انہیں محدود ذخیروں کو الٹ پھیر کر اور تراش خراش کر انہوں نے ایسے محاورے 'ضرب الامثال اور روزمرہ بنائے جو پُرلطف اور سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ زور بیان کی تعریف پر بھی پورے اترتے ہیں۔ محاورے اور روزمرہ کی یہ ایجاد دراصل اس عورت ہی کا کام تھا' جس کو آج مغرب پرست نظریں جاہل کہتی ہیں۔ حالانکہ ان کی تشبیہیں ان کے جذبات کی طرح نازک 'ان کے استعارے ان کے احساسات کی طرح لطیف اور ان کے محاورے ان کے لہجوں کی طرح پر تاثیر ہیں۔'' (۴۲)

بشیر احمد بھائیہ ''سرائیکی قواعد'' میں روزمرہ اور محاورہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

''ڈوں یا ڈوں کنوں ودھ لفظاں دا او مُرکّب جہڑا اپنے اصلی معنیاں دی بجائے مجازی معانی وچ استعمال تھِیوے تے اہل زبان دی عام بول چال دے مطابق ہووے۔ یعنی اِیندے وچ روزمّرہ دی پابندی ہووے۔ محاورہ سڈ یا ویندے''۔ (۴۳)

محاورہ ہو یا روزمرّہ صدیوں کے لسانی نشوونما کا ورثہ اور تمدن کے خزانے کا موتی ہے۔ روزمرہ اور محاورہ دونوں تراکیب کا تعلق حسنِ کلام سے ہے۔ اشتراک اور امتیازات بھی پائے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

اشتراک:

دونوں الفاظ کی تراکیب میں اہل زبان کی سند ہوتی ہے۔ عددی روزمرہ ومحاورہ میں چھوٹا عدد پہلے آتا ہے جیسے پانچ سات، انیس بیس۔ دونوں کو توڑنے کی گنجائش کم ہے۔

امتیاز:

روزمرہ حقیقی اور محاورہ مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

مصدر 'نا' کی علامت محاورے کا امتیازی وصف ہے۔ روزمرہ میں مہمل الفاظ عموماً سابقہ اور لاحقہ بن کر آتے ہیں۔ محاورے میں بھی قافیہ پیمائی اور تکرارِ الفاظ ہوتا ہے۔ مہمل الفاظ برائے نام ہوتے ہیں۔

روزمرّہ اور تشبیہ

کسی چیز کو اس کی خوبی یا خامی کی بنا پر کسی دوسری چیز کی خوبی یا خامی کی مانند قرار دیا جائے تو تشبیہ کا عمل واقع ہوتا ہے۔ محاورے اور تشبیہ کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ جس طرح علم بیان کی دیگر اصطلاحیں کلام میں خوبصورتی، رنگینی اور رعنائی کی باعث سمجھی جاتی ہیں، اسی طرح تشبیہ بھی کلام کو حسن، رنگینی اور رعنائی سے مزین کرتا ہے۔ ماہرین لسانیات نے تشبیہ کی تین نشانیاں بتائی ہیں اولاً یہ کہ: یہ قریب الماخذ ہوگی، ثانیاً یہ کہ: یہ سادگی سے مزین ہوگی اور ثالثاً یہ کہ: یہ اصلیت کے بہت قریب ہوگی۔

روزمرّہ اور تلمیح

تلمیح ایسی ترکیب کا نام ہے، جو دو یا دو سے زائد لفظوں پر مشتمل ہوتی ہے، لیکن اُن دو یا دو سے زائد لفظوں کے تناظر یا پسِ منظر میں کوئی تاریخی واقعہ، کردار، کوئی سانحہ یا رسم و رواج مذکور ہوتا ہے۔ ایک دو لفظوں کے بولنے یا سن

لینے سے وہ تاریخی یا نیم تاریخی سانحہ یا واقعہ جو تاریخ کے کسی قدیم زمانے میں، کسی شخصیت یا کسی رسم و رواج سے متعلق ہوتا ہے، فوراً ہماری نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ زبان میں تلمیح کی اہمیت بہت بنیادی ہوتی ہے۔ ہر زبان کی تلمیحات اس زبان کی تہذیب، ماضی، کلچر اور اس کی قوم کے اسلاف کی زندگیوں سے پھوٹتی ہیں۔ مولوی وحید الدین سلیم تلمیح کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''اگر کسی زبان کی تلمیحات بغور مطالعہ کی جائیں، تو ان سے اس زبان کے بولنے والوں کے گذشتہ واقعات اور تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے مذہبی عقائد، ان کے اوہام، ان کے معاشرتی حالات اور ان کی رسوم اور مشاغل معلوم ہوتے ہیں۔ کسی قوم نے جس طرح تمدنی منزلیں رفتہ رفتہ طے کی ہیں اور جو تبدیلیاں اس کی زندگی میں یکے بعد دیگرے ہوتی رہی ہیں، اس کی زبان کی تلمیحات کے مطالعہ سے سب نظر کے سامنے آ جاتی ہیں۔'' (۴۴)

تلمیح اور محاورے کو ان کے ظاہری اور خارجی پیکر یا اوصاف کی بنا پر بآسانی علیحدہ کیا جا سکتا ہے یعنی کوئی محاورہ تلمیح بھی ہو سکتا ہے اور کوئی تلمیح محاورہ بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن دونوں کا معنوی پسِ منظر ایک ہونے کے باوجود دونوں ایک نہیں ہوتے۔

محاورہ اور ترکیب

ترکیب محاورے کے ساتھ معنوی ربط رکھتی ہے' ظاہری اور لفظی اختلاف بھی۔ دراصل ترکیب ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کو کسی حوالے سے باہم مربوط کیا جاتا ہے مثلاً مضاف اور مضافِ الیہ کو حرفِ اضافت کی مدد سے جوڑ دیا جاتا ہے اور بعض اوقات صفت اور موصوف کو حرفِ اضافت کے تناظر میں باہم جوڑ کر ایک ترکیب بنائی جاتی ہے۔ محاورہ اپنے خارجی پیکر میں ترکیب ہوتا ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر محاورہ ایک ترکیب ہوتا ہے لیکن ہر ترکیب محاورہ نہیں ہوتی۔ محاورے اور ترکیب کا خارجی آہنگ مختلف ہوتا ہے لیکن ان کے معنوی نظام میں معنوی یکجائی کے عناصر موجود ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ The Yadvareh English Persian Collegiate Dictionary , M Saatch, Yadvareh Book, Co Tehran-Iran , Vol. I, 1994,P. 47

۲۔ A comprehensive Persian-English Dictionary, F. Steingnass, London Routledge & Kegan Paul Limited, 1819, P. 1182

۳۔ مہذب لکھنوی، مہذب اللغات، جلد گیارہ، بار اول ۱۹۷۸، ص ۴۹۰

۴۔ نورالحسن نیر، نوراللغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۷۶ء، جلد اول ص ۶۵۶

۵۔ نورالحسن نیر، نوراللغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، جلد چہارم، ص ۵۸۴

۶۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتاب خانہ لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۵۲

۷۔ سیال، حیات محمد خان، پروفیسر، معیاری اردو گرامر اور کمپوزیشن، الائیڈ بک سنٹر لاہور جدید ایڈیشن ۱۹۹۰ء، ص ۸۴

۸۔ Mahan Kosh Encyclopaedia of Sikh Literature, Bhai Kahn Singh Nabha, Amritsar (India),2004, Vol. 2, P. 733

۹۔ ملک، شہباز، ڈاکٹر، ساڈے اکھان: سو سیانے اِکّو مت، عزیز بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۴، ص ۱۲

۱۰۔ بدخشانی، مقبول بیگ، مرزا، پروفیسر، قواعد پنجابی، پنجابی تحقیقاتی مرکز لاہور، پہلی واری، اکتوبر ۱۹۷۳، ص ۲۹۳

۱۱۔ پنجابی انگریزی کوش، پبلی کیشن بیورو، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ، تیجی چھاپ، ۲۰۰۲، ص ۶۸۶

۱۲۔ Dictionary of Literary Terms, Gagan Raj......1993

۱۳۔ A Dictionary of Literary Terms by Martin Gray......1994

۱۴۔ The Encyclopaedia Britannica,Vol. 12, P. 70.

۱۵۔ A Dictionary of literary terms, J. A. Cudon, Penguin Books, 1992, P. 321.

۱۶۔ The Random House Dictionary of the English Language,1966

۱۷۔ The New Lexicon Webster's Dictionary of the English Language, Deluxe Encyclopedic Edition, 1987, p 481

۱۸۔ The Oxford Dictionary of English Grammar, Sylvia Chalker Edmund Weiner, Clarendon Press-Oxford, 1994, p.195

۱۹۔ حالی، الطاف حسین، مقدمہ شعر و شاعری، عزت پریس انارکلی لاہور، ۱۸۹۲، ص ۱۶۲

۲۰۔ محمد حسن، پروفیسر (مرتبہ) ہندوستانی محاورے، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2007ء، ص

۲۱۔ انجم گیلانی، سیّدہ، سرائیکی محاورے اور ضرب الامثال، نگارشات، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۹

۲۲۔ کیفی، دتا تریہ، برج موہن، کیفیہ، مکتبہ معین الادب اردو بازار لاہور، طبع دوم، مارچ ۱۹۵۰، ص ۱۷۸

۲۳۔ سیال، حیات محمد خان، پروفیسر، معیاری اردو گرامر اور کمپوزیشن، الائیڈ بک سنٹر لاہور جدید ایڈیشن ۱۹۹۰ء، ص ۸۴

۲۴۔ جاوید، محمد اقبال، عطا الرحمٰن عتیق، تعمیر ادب، پولیمر پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۴۶

۲۵۔ جین، گیان چند، پروفیسر، عام لسانیات، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، ۱۹۰۷، ص ۳۲۰ تا ۳۲۱

۲۶۔ بدخشانی، مقبول بیگ، مرزا، پروفیسر، قواعد پنجابی، پنجابی تحقیقاتی مرکز لاہور، پہلی واری، اکتوبر ۱۹۷۳، ص ۲۹۳

۲۷۔ عبدالحق، مہر، ڈاکٹر، سرائیکی دیاں مزید لسانی تحقیقاں، سرائیکی ادبی بورڈ ملتان، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۹

۲۸۔ ملک، شہباز، ڈاکٹر، وچار، تاج بک ڈپو، لاہور، ص ۲۰۷ تا ۲۰۸

۲۹۔ ہاشمی، حمید اللہ، چونویں پنجابی اکھان تے محاورے، استادی دی ہٹی، ساہیوال، ص ۲

۳۰۔ اگاسکر، یونس، ڈاکٹر، اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی و لسانی پہلو، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۹۶

۳۱۔ جالبی، جمیل، تاریخ ادب اردو، جلد اوّل، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۲، ص ۲۶

۳۲۔ ایضاً ص ۱۴۳

۳۳۔ شیرانی، محمود، حافظ، پنجاب میں اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۷، ص۸۳

۳۴۔ جالبی، جمیل، تاریخ ادب اردو، ص۱۷۶

۳۵۔ نسیم، وحیدہ، عورت اور زبان، غضنفر اکیڈمی پاکستان ۳۰۔ اردو بازار کراچی، ۱۹۹۶، ص ۱۰۹

۳۶۔ اگاسکر، یونس، ڈاکٹر، اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص۳۰

۳۷۔ ملک، ڈاکٹر شہباز، ساڈے اکھان سو سیانے اِکّو مت، عزیز بک ڈپو لاہور، ۲۰۰۴، ص۱۲

۳۸۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اردو زبان اور لسانیات، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص۶۳

۳۹۔ رضوی، محمد محمود، سید، اردو زبان اور اسالیب، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرس کراچی، ص۱۹۷

۴۰۔ صدیقی، ابو الاعجاز حفیظ، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۶۸

۴۱۔ نقوی، قدرت، سیّد، لسانی مقالات (حصہ اوّل)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸، ص ۲۳۱

۴۲۔ نسیم، وحیدہ، عورت اور زبان، ص۱۲۴

۴۳۔ بھائیہ، بشیر احمد، سرائیکی قواعد تے زبان دانی، سرائیکی ادبی مجلس بہاولپور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۳۱

۴۴۔ وحید الدین، مولوی، افاداتِ سلیم، لاہور، شیخ مبارک علی، اردو بازار، ۱۹۷۲ء، ص:۱۰۴

باب سوم

پنجابی محاورے کا تہذیبی مطالعہ

پنجابی محاورے کا تہذیبی مطالعہ

پنجابی تہذیب اور محاورہ:

پنجاب ایک ایسی تہذیب کا گہوارہ ہے جس کا شمار دُنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں ہوتا ہے۔ اس تہذیب نے ہندوستان کی تاریخ کی تشکیل میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ ہڑپا اور روپڑ کی کھدائیوں سے پتا چلتا ہے کہ چار ہزار سال قبل مسیح کے اواخر تک جبکہ دُنیا کے بہت سے ملک ابھی تاریک دور سے ہی گزر رہے تھے' پنجاب میں ایک ایسی ترقی یافتہ تہذیب پھل پھول رہی تھی جس کے شہروں میں اینٹوں سے بنی ہوئی ایسی عمارتیں تھیں جن کی تعمیر میں انتہائی مہارت اور منصوبہ بندی سے کام لیا گیا تھا۔

ہڑپا کی تہذیب آریاؤں کی پے در پے یلغار سے نیست و نابود ہوگئی ۔ وسط ایشیا سے آنے والے یہ لوگ خانہ بدوش اور چرواہے تھے۔ آریہ سب سے پہلے وادیٔ پنجاب میں آباد ہوئے جسے بجا طور پر ان کی اوّلین تہذیب کا گہوارہ کہا جاتا ہے۔ رِگ وید کے زمانے کی تاریخ ہی بڑی حد تک پنجاب کی ابتدائی تاریخ سمجھی جاتی ہے۔

ادب چاہے تحریری ہو یا زبانی وہ زندگی کی کوکھ سے ہی پھوٹتا ہے ۔لیکن کسی معاشرے کی تہذیبی اور سماجی زندگی کی گہرائیوں' اس کے رسوم و رواج 'عادات و اطوار'مذہبی رسوم اور دوسری چیزوں کی بہترین عکّاسی زبان و ادب کے ذریعے ہوتی ہے۔ اسلم پرویز اپنی تصنیف ''پنجاب' ادب اور ثقافت'' میں پنجابی تہذیب اور پنجابی زبان کے متعلق یوں بیان کرتے ہیں:۔

> ''کوئی بھی زبان اپنے بولنے والوں کی تہذیب اور مخصوص طرزِ زندگی کا آئینہ ہوتی ہے ۔ پنجاب کے لوگوں ہی کی طرح پنجابی بھی ایک تیکھی اور طاقت ور زبان ہے۔ پنجاب کی تہذیب ان بہت سی تہذیبوں کا سنگم ہے جنھیں باہر کے لوگ اپنے ساتھ یہاں لے آئے اور پھر یہیں رچ بس گئے۔ اس طرح پنجابی زبان نے اپنے آپ کو بہت سی دیسی اور بیرونی خصوصیات سے مزّین کیا۔ اس تزئین کے عمل میں یہ زبان ترقی کی مختلف منزلوں سے گزری ہے۔'' (۱)

پنجاب کے ایک دیہاتی کے لئے لوک ادب ایک زندہ چیز ہے جو اس کی زندگی میں اس طرح رچا بسا ہوا ہے کہ اس کی خوشیوں اور دُکھوں کا ایک مستقل حصّہ ہے۔گرمی کی چاندنی راتوں میں جب لوگ کھلے آسمان کے نیچے لیٹتے ہیں یا جاڑوں کی ٹھنڈی راتوں میں جب وہ کمبلوں میں لپٹے ہوتے ہیں تو وہ لوک کہانیاں مزے لے لے کر سُنتے ہیں ۔ بچّوں کا دلچسپ مشغلہ پہیلیاں بوجھنا ہوتا ہے۔ رات کے وقت جب سب کی چارپائیاں پاس پاس بچھی ہوتی ہیں تو یہ دلچسپ مشغلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ نیند ان پر غلبہ نہیں پا لیتی ۔ پنجابیوں کی روزمّرہ کی بول چال' محاوروں اور ضرب الامثال سے اتنی آراستہ ہے کہ تقریباً ہر پانچواں فقرہ ایک کہاوت یا محاورہ ہوتا ہے۔محاورے میں پنجابی تہذیب کے عناصر مثلاً رسوم و رواج' آب وہوا' موسمی تغّیرات' زراعت' فکری و مذہبی روّیے' مسرت و انبساط' دُکھ درد' رہن سہن اور تہواروں وغیرہ کی مناسبت سے محاورات کا مطالعہ درج ذیل ہے۔

ا۔ رسوم و رواج:

ہر معاشرے کی اپنی رسوم ہوتی ہیں اور ان سے ہی معاشرے کی ارتقائی کڑیاں اور بدلتی اقدار منعکس ہوتی ہیں۔ انسان کو Social Animal کہا گیا ہے۔ انسان اپنے مزاج 'خصلت' عادات اور اعتقادات کی شناخت کراتا ہے۔خوشی اور غمی کی رسوم رکھتا ہے صرف شادی سے متعلق سینکڑوں محاورات مل سکتے ہیں۔ سماجی حفظ مراتب اور خوشی میں تعلق داروں کی شرکت' رسوم کا مدعا ہیں۔ حفظِ مراتب کے لئے لسانی خدمات حاصل کرنا انسان کی ضرورت تھی یہی وجہ ہے کہ رسوم و رواج کا بیان محاورات میں ڈھل گیا۔ انسان ہمیشہ سے اپنی رسوم اپنی اولاد کو منتقل کرتا آیا ہے۔ ایک نسل دوسری نسل کو رسوم منتقل کرتی ہے اور یہ رسوم نا قابلِ شکست ادارہ ہیں۔ ہمارا معاشرہ تو ہزاروں سال پرانی رسوم رکھتا ہے۔ الفاظ و محاورات بعض رسوم کے ادوار کا تعین بھی کرتے ہیں۔

پنجاب کے رسوم و رواج میں رشتے داریوں کا بہت اہم حصّہ ہے ۔ کیوں کہ یہاں رشتے داریوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ رشتے داریوں کا انداز مختلف فرقوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتا ہے لیکن رشتے داریوں میں باہمی معاملات لگ بھگ ایک ہی جیسے ہوتے ہیں ۔ اپنے اپنے فرقے میں ہر رشتے دار پر دوسرے عزیزوں سے متعلق کچھ فرائض اور ذمّے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان فرائض اور ذمّے داریوں کا تعلق روزمّرہ زندگی کے ان معاملات سے ہے

جن میں پیدائش،موت، شادی اور ایسی ہی دوسری چیزیں شامل ہیں۔لوگوں کی سماجی اور تہذیبی زندگی میں رشتے داری کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بعض موقعوں پر کچھ خصوصی فرائض ایسے بھی ہوتے ہیں جو رشتے داروں کو بسا اوقات لازمی طور پر انجام دینے ہوتے ہیں۔ تقاریب میں تمام رشتے داروں کی موجودگی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ جن رشتے داروں کے ساتھ کسی بنا پر تعلّقات کشیدہ چل رہے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایسے مواقع پر کشیدگی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔

بہت سی رسوم ایسی ہیں جن کا تعلق انسانی پیدائش،موت اور شادی وغیرہ جیسے اہم معاملات سے ہے۔ ان میں سے بعض رسوم اپنی نوعیت کے اعتبار سے طلسماتی ہیں۔ ان رسوم کی ادائیگی کا انداز بھی علاقے، ذات پات اور قبیلے کے اعتبار سے بدل جاتا ہے لیکن اس غیر معمولی تنوع کے باوجود باطنی سطح پر ان میں ایک یکسانیت موجود ہے۔

الف ۔ شادی:

پنجاب میں شادی کی رسم بڑے جوش وخروش کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ کچھ عرصے پہلے تک شادی ان گنت مذہبی رسوم اور تقاریب کی ادائیگی کا نام تھا لیکن اب شادیاں نسبتاً سادگی سے منعقد ہوتی ہیں تاہم شادی اب بھی مذہبی رسوم کی ادائیگی اور چہل پہل کا ہی نام ہے۔پنجاب میں شادی کی رسوم سے متعلق استعمال ہونے والے چند محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
ہتھ پیلے کرنا	بیٹی کی شادی کرنا۔
تھال اڈنا	نیوندرا لینا۔ جو شادی والوں نے روپے کی صورت میں دوسروں کو دیا ہوتا ہے وصول کرنا۔
تیل چونا	کسی کا بہت زیادہ احترام سے استقبال کرنا، دولہا اور دُلہن کی آمد پر دہلیز پر تیل پھینکنا۔
تھال پھیرنا	شادی کے موقع پر کھانا دینا۔

جنج ڈھکنی	بارات جانا' غیر ضروری مہمانوں کا بے موقع آ جانا۔
جنج ڈکنی	کچھ پیسے لینے کے لئے عورتوں کا بارات کو روک لینا۔
پانی وارنا	خوشی کرنی' دولہا اور دُلہن کے سر سے پانی وار کے پینے کی رسم۔
روٹی ورجنا	دعوت دینا' کھانا کھلانا۔
داج وچ آنا	مفت کا مال ہونا۔

شادی کے موقع پر بہت سی رسومات ادا کی جاتی تھیں جن کا علم ہمیں سینہ بہ سینہ روایات سے نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ محاورے ہی کا کمال ہے کہ اُس نے یہ علم' تاریخ اور قدیم روایات ہم تک پہنچائیں۔ پنجابی میں یہ محاورے آج بھی جوں کے توں استعمال ہوتے ہیں اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دلہن کو خوبصورت کیسے بنایا جاتا تھا۔ اُس وقت اُسے تیل چڑھنا کہتے تھے اور آج اُس کی شکل بیوٹی پارلر میں تبدیل ہوگئی ہے۔ اُس وقت بارات کو بہت پہلے بھی کھانا کھلایا جاتا تھا اور جس کی پلیٹ میں کوئی چیز کم ہو جاتی تھی اُس میں کھانے سے بھرے ہوئے تھال والا شخص آ کر کھانا ڈال دیتا تھا۔ اُس وقت بھی پیسوں کے لین دین کی رسم موجود تھی جو آج بھی ہے۔ بارات اُس وقت بھی آتی تھی اور آج بھی آتی ہے اور اُسی ڈھب سے آتی ہے۔

ب۔ موت:

جب کوئی شخص بسترِ مرگ پر ہوتا ہے تو مسلمان سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہیں ہندو گیتا کا پاٹھ کرتا ہے۔ سکھ رخصت ہونے والی روح کو سُکھ منی کا پاٹھ کر کے سکون پہنچاتے ہیں۔ سُکھ منی شانتی کا مقدّس گیت ہے۔ جو گورو ارجن دیو نے حمد کی صُورت میں لکھا۔ جب موت واقعہ ہو جاتی ہے۔ تو گھر کی عورتیں مُردے کے چاروں طرف بیٹھ کر گریہ زاری کرتی ہیں۔ مرد دری بچھا کر باہر صحن میں خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں اور دوست و قریبی رشتے دار آ کر وہاں تعزیت کرتے ہیں۔ بعض رسوم مرنے کے بعد ادا ہوتی ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ اگرچہ موت کے بعد انسان کا جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح ایک اور جہان میں منتقل ہو جاتی ہے اور زندہ رہتی ہے۔ مرنے والے کے آرام کی فکر کرنا اس کے رشتے داروں کا اوّلین فرض ہے۔ پس موت کی رسوم کے حوالے سے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
منجھیاں مونڈھیاں کرنا	نا امید ہونا، کسی گھر میں موت واقع ہونا۔
پھوہڑی پانا	مستقل بیٹھ جانا۔
پھوہڑیاں چھنڈنا	مرگ کے افسوس کی رسم ختم کرنا۔
پھل ہونا	بعد از مرگ کی رسومات ختم کرنا۔
چادر دینا	ساس یا سُسر کی وفات پر سمدھی اپنی بیٹی کو چادر دیتے ہیں۔
سر ڈھکنا	خاوند کی موت کے بعد رشتہ داروں کا بیوہ کو رواج کے مطابق کپڑے اور روپے دینا۔
ونگاں تروڑنیاں	خاوند کے مرنے پر بیوہ کے بازوؤں سے چوڑیاں توڑ کر اُتاری جاتی ہیں۔

پنجاب میں سینکڑوں چھوٹے بڑے مذاہب ہیں اور ہر مذہب کی اپنی رسوم ہیں جو آج بھی زندہ ہیں یا اُن کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے۔مگر ہمیں روایات کا علم ضرور ہے۔ لفظ پھوہڑی' منجھی آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔گو آج بھی دور دراز کے پسماندہ علاقوں میں ایسا ہوتا ہےلیکن گئے دور میں جب کسی گھر میں موت واقع ہوتی تھی تو وہ چارپائیاں اُلٹی کردیتے تھے۔

ج۔ عقائد وتوہمات:

کئی عقائد توہمات جیسے ہوتے ہیں۔توہمّات ایسے اطوار اور واہمے ہیں جن کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ دنیا کے ترقی یافتہ علاقوں میں بھی ایسے قبیلے اور جرگے ہیں جو مافوق الفطرت طاقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے تمام اعمال انہی طاقتوں کے اختیار میں ہیں۔عقائد اور توہمات اب تک ان کی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس موضوع کے اعتبار سے چند محاورات درج ذیل ہیں:

محاورات	معانی
جوڑ بھرنا	دسویں محرم کو اپنی مراد پوری کرنے کے لئے بچوں میں چاول اور شربت کے پیالے تقسیم کرنا۔
ساہنی پڑھنا	قریب المرگ انسان کے پاس بیٹھ کر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنا۔
پیراں تھلے دی مٹی ساڑنی	کسی عورت کو بدنظر سمجھتے ہوئے اُس کے پاؤں کے نیچے آنے والی مٹی لے کر اُس کو چولہے میں ڈالنا۔
ننگے پیریں جانا	منت پوری کرنے کے لئے کسی مزار پر ننگے پاؤں جانا۔
جتی تے جتی چڑھنا	مستقبل میں کسی سفر کی پیشین گوئی کا سمجھنا۔
بُدھ کم سُدھ	بُدھ وار کو شروع کئے جانے والا کام ضرور پایہء تکمیل تک پہنچتا ہے۔
سجی اکھ پھڑکنا	کسی اچھے کام کے بارے میں پیشین گوئی ہونا۔
کھبّی اکھ پھڑکنا	کسی بُرے کام کے بارے میں پیشین گوئی ہونا۔
سجی تلی وچ خارش ہونا	دولت ملِنے کی نشاندہی یا توقع۔
کھبّی تلی وچ خارش ہونا	پیسے خرچ ہونے کی پشین گوئی۔

پنجاب میں پائے جانے والے عقائد و توہمات کے متعلق ڈاکٹر سید اختر حسین اختر اپنی تصنیف ''پنجاب کی لوک ریت'' میں یوں رقمطراز ہیں۔

''جہاں تک پنجاب کے لوک معاشرہ کا تعلق ہے۔ یہاں پر مختلف ادوار میں' مختلف ممالک کی مختلف اقوام' مختلف مذاہب لئے ہوئے وارد ہوتی رہی ہیں ۔ آریاؤں سے لیکر انگریزوں تک پنجاب نے سینکڑوں قوموں کو پناہ دی ۔ ان قوموں' مذہبوں اور نسلوں کے اختلاف نے یہاں ایک مخلوط و مرکب معاشرہ کو جنم

دیا۔ اس نسبت سے پنجاب کے لوک اعتقادات بھی مخلوط شکل ہی میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان اعتقادات کے مطالعہ و تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو، مسلم ،سکھ، عیسائی یا جتنی بھی دیگر اقوام اس سرزمین پر قیام پذیر رہی ہیں ان کا کم از کم لوک اعتقادات کی سطح پر مذہب و ملت کا کوئی فرق نہیں بلکہ اعتقادی طور پر آج بھی کئی غیر مسلم ایسے مل جاتے ہیں جو مسلمان بزرگوں اور پیروں فقیروں کی خانقاہوں پر اسی عقیدت و احترام کے ساتھ جا کر منتیں مانتے ،سلام کرتے اور نذرانہ پیش کرتے ہیں، جس عقیدت کے تحت مسلمان ایسا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے رائج کردہ کئی منتر تنتر ایسے ہیں جن پر آج بھی مسلمانانِ پنجاب کا اعتقاد اتنا ہی پختہ ہے جتنا کہ ہندوؤں کا اور وہ ان کے ذریعے کئی مصائب و آلام سے نجات حاصل کرنے کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔'' (۲)

د۔ خوشی کا اظہار:

انسان کی شخصیت میں رب جلیل نے دو خصوصیات رکھیں ہیں۔ ایک رونا اور دوسرا ہنسا ۔ انسان کے ہنسے اور خوش ہونے نے لوک ادب کی دُنیا کو گیتوں سے ہمکنار کر دیا۔ انسان کا یہی ناچنا گانا رسوم کی شکل اختیار کرتا گیا اور محاورات کی دُنیا کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ خوشی کے اظہار سے متعلق چند محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
لُڈی پانا	خوش ہونا۔
جھمر پانا	خوشیاں منانا۔
بولیاں مارنا	طنز کرنا۔
تال دینا	گانے میں سر قائم رکھنے کے لئے تالی بجانی، طبلے کی طرح تالی بجانا، سہارا دینا۔

محاورات' علاقائی بولیوں اور زبانوں کا بھی پتہ دیتے ہیں۔جھومر بنیادی طور سے ریگستانی تہذیب کا ناچ ہے اور ناچتے ہوئے اونٹ کے پاؤں کی حرکات سے مِلتا جُلتا ہے۔ وسطی پنجاب میں بھنگڑا زیادہ مقبول ہے اور دو پارٹیاں باری باری گا کر ایک دوسرے پر طنز کرتی ہیں جس کو بولیاں کہتے ہیں۔ اکیس بولیاں ختم ہونے پر بھنگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ آب وہوا:

پانی اور ہوا انسانی زندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہوا کے بعد انسان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے میں پانی کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ یہ قدرتی سی بات ہے جس جگہ پانی کا وجود ہوتا ہے وہاں زندگی ہنستی مسکراتی نظر آتی ہے۔لیکن کائنات کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے جو صحرا پر مشتمل ہے جہاں پانی نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ پس اسی ہونے اور نہ ہونے کے متعلق ادب نے ترقی کی اور اس کی زبان میں جدت آتی گئی۔ عام لوگوں کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہی کہاوتیں' ضرب الامثال اور محاورات بنتے گئے۔ اسی لئے کہاوتیں ہیں کہ پانی ضائع نہ کیا جائے' یہ ایک انمول نعمت ہے۔ پنجابی محاورہ ''وک نال چھڑنا'' گلہ بانی کی زندگی اور پانی کی افادیت کو پیش کرتا ہے۔ آب و ہوا سے متعلق درج ذیل محاورات ہیں:۔

محاورات	معانی
آب اترنا	بے عزت ہونا' آب و تاب ختم ہونا۔
آب اڑنا	تازگی نہ رہنا' مرجھا جانا۔
آب آنا	چہرے پر رونق آنا' چہرے پر مسرت کے آثار اُبھرنا۔
آب جانا	بے عزت ہونا' بے رونق ہونا۔
دانا پانی مُکنا	زندگی پوری ہو جانا۔
آب دا گھلنا	بھاگ جاگنا' اقبال مند ہونا۔
آب دینا	آدر دینا' عزت دینا۔
آب گواچنا	عزت ختم ہو جانا۔

آب لتھنا	بے عزت ہونا۔
آب نہ رہنا	آبرو نہ رہنا' عزت نہ رہنا۔
ہوا اچ قلعے اسارنا	خیالی پلاؤ پکانا۔
ہوا اڈنا	مشہور کرنا' افواہ پھیلنا یا پھیلانا۔
ہوا بنھناں	مشہوری کرنا۔
ہوا ہونا	گم ہو جانا' غائب ہو جانا۔
ہوا دے گھوڑے تے سوار ہونا	ہر وقت جلدی میں ہونا۔
ہوا دے گھوڑے تے ہونا	اپنی اکڑفوں میں رہنا' تُندی و تیزی کا مظاہرہ کرنا۔
ہوا کھانا	جیل جانا' بے مقصد گھومنا۔
ہوا لگنا	کسی بات کا پتہ لگنا' دنیا کو سمجھنا' ماڈرن ہونا۔
ہوا لوانا	کسی بہت ہی سنبھالی ہوئی چیز کو ظاہر کرنا۔
ہوا نال گلاں کرنا	تیز رفتار ہونا۔
ہوا نکلنا	رعب نہ رہنا' مایوسی اور بے بسی آجانا۔
ہوا نوں تلواراں مارنا	جھوٹی شان وشوکت ظاہر کرنا۔
ہوا وچ ہونا	بے جا تکبّر کرنا۔
ہوا وگڑنا	شہرت خراب ہونا۔

آب و ہوا انسانی زندگی کے آغاز سے ہی اُس کی اولیّن ترین ضروریات ہیں۔ یہ تمام محاورات انسانی رویّوں' عادات اور مزاج کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگر کہیں پانی کم ہو جائے تو ہزار ہا قسم کے مصائب رونما ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اگر کہیں سیلاب آ جائے تو بھی بہت نقصانات ہوتے ہیں۔ اِن تمام چیزوں کو پنجابی نے محاورات میں سمو دیا ہے۔ اس طرح ہوا سے متعلق محاورات بھی ہیں۔ ہوا چونکہ نظر نہیں آتی اس لئے بہت سی بے تکی چیزوں کو 'ہوا' کی نسبت سے محاورات میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ پانی سے منہ دھونے سے انسانی چہرہ چمک اُٹھتا ہے اس لئے 'آب' کو محاورات میں صفائی اور چمک دمک کے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ موسمی تغیرات:

قدرت نے برصغیر کو آٹھ موسموں سے نوازا ہے جن میں چار تو معروف ہیں اور بقیہ چار احساس کے نقطہ نظر سے مسلّم ہیں۔ ہماری سرزمین ہر قسم کا حسین علاقہ رکھتی ہے جس میں ریگستان' پہاڑ' دریائی و دلدلی علاقے اور جنگلات وافر مقدار میں ہیں۔ ہر ایک کی فطرت انفرادی ہے۔ اگر کوئی گرم علاقے میں رہتا ہے تو سردی کا تھوڑا بہت مزہ لے لیتا ہے۔ اسی طرح نم زدہ علاقوں میں رہنے والا خشک علاقے کے قریب ہوتا ہے اور ٹھنڈے علاقوں میں رہنے والا تھوڑا بہت گرمی سے بھی آشنا ہوتا ہے۔

انہی محسوسات کو اولاً شاعری اور ثانیاً زبان و محاورہ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ مفادات کے حوالے سے بھی موسم میں دل چسپی ہوتی ہے۔ ایک کسان جو کھیتی باڑی کرتا ہے وہ آندھی' بجلی اور قدرتی آفات سے خائف ہوتا ہے۔ وہ برسات کا خیر مقدم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زرعی علاقوں کے تہوار موسم کے حساب سے ہوتے ہیں تاہم بارش بارانِ رحمت کے بجائے زحمت بھی ہو سکتی ہے اسی بارش کو' آگ برسنا' کہا گیا ہے۔ ہوا اگر آہستہ چلے تو بادِ نسیم اور تند و تیز چلے تو آندھی ہے اور جھونپڑے والوں کی خیر نہیں ہوتی۔ فطرت نے بھی لوگوں کے فائدے کو مدنظر رکھا ہے جب سردی زیادہ ہو گئی تو بہار لے آئی اور پھر ساون جیسا خوبصورت مہینہ بھی عطا کیا۔ ساون گرمی کی کمر توڑ دیتا ہے۔ قدرت نے ہمیں کھانے اور لباس فراہم کر دیئے ہیں تاکہ موسم کا مناسب مقابلہ کیا جا سکے۔ پس موسمی تغیّرات سے متعلق محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
ککر پینا	کم درجہ حرارت کی وجہ سے رات کو پانی کی تہہ برف کی طرح جم جانا۔
جھکڑ جھلنا	آندھی چلنا۔
تریل پینا	نا اُمیدی۔
ہنیری آنا	جلدی کرنا۔
ہنیر پینا	نا انصافی ہونا۔

اِن محاورات میں موسموں کی مختلف کیفیتوں کو بیان کیا گیا ہے یہی کیفیّات 'اپنے دفاع کے لئے انسان کولباس اور کھانے ایجاد کرنے میں مدد دیتی ہیں یہ کیفیات دراصل کئی ضروریات' خدشات' تفکّرات اور مسّرتوں کو بھی جنم دیتی ہیں۔

۴۔ زراعت:

زراعت پنجاب کی رگ وجان ہے اور پنجابیوں کا سب سے بڑا پیشہ بھی۔اس لئے زراعت کا تذکرہ ہر جگہ آتا ہے۔پنجاب زراعت کے لئے مشہور ہے اور اس کی اساطیر سمیت کہانیاں زرعی معاشرتی اقدار کو پیش کرتی ہیں۔ کچھ یہی حال محاورات کا بھی ہے آم ہو کہ بیر۔ان درختوں سے انسان کی وابستگی قدیم زمانے سے ہے۔ زراعت سے متعلق چند محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
آڈ کھالنا	کھیت کو پانی پہنچانے والی نالی کو صاف کرنا۔
ٹپا بھرنا	زمین پر زور سے کدال مار کر مٹی اُکھاڑنا۔
جوترا لانا / واہنا	کھیتوں میں ہل چلانا۔
اکاں نوں انب لگنا	انہونی بات کرنا' خلاف فطرت کُچھ واقع ہونا۔
اکاں نوں واڑ کرنا	بے کاری چیز کی حفاظت کرنا۔
بیر ہک تے ڈگنا	مقصد خودی حل ہو جانا' معمولی سی بات پر فخر محسوس کرنا۔
تیل نکلنا	پیسہ آنا، بیجوں میں سے تیل نکلنا، بہت محنت کرنی۔
تال کڈھنی	دھان کی فصل میں سے جڑی بوٹیاں نکالنا۔

جہاں ان محاورات سے ہمیں کئی قدیم الفاظ کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ کھیتی باڑی کیسے کرتے تھے۔انہوں نے کھیتی باڑی سے متعلق پھلوں' پودوں اور مختلف عوامل کو محاورات میں ڈھال دیا۔

۵۔ فکری و مذہبی رویے:

یوں تو دُنیا کے ہر حصے میں کئی مذاہب آئے اور گئے لیکن برصغیر کے پنجاب میں بے شمار اقوام اپنے مذاہب لے کر آئیں اور اُن کے زمینی آثار کے ساتھ ساتھ لسانی اثرات بھی محاورہ کی شکل میں چھوڑ گئیں۔ مذاہب کے متعلق چند محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
<u>مذہبی:</u>	
پڑھیاں وچارنا	سوچ بچار کرنا۔
پرشاد ونڈنا	مذہبی موقع پر میٹھی چیز بانٹنا (ہندوؤں کی رسم)۔
فتوی لانا	بے موقع نصیحت کرنا' اسلامی نقطہ نظر سے کسی معاملے پر کسی مذہبی دانشور کا فیصلہ دینا۔
گناہواں دی پنڈ ہونا	بے انتہا گناہ کرنا۔
مونہہ تے کالکھ ملنا	بے حیا ہونا' کوئی کریہہ کام کرنا۔
متھا ٹیکنا	ادب کے ساتھ پیش آنا' احترام کا اظہار کرنا۔
اکھ پٹ کے نہ تکنا	حیا کرنا' نیک صفت ہونا۔
بخشی روح ہونا	بہت نیک ہونا۔
اگا بھاری ہونا	آخرت خراب ہونا۔

محاورات	معانی
<u>فکری:</u>	
گھیر پینا	فکر ہونا' چاروں طرف سے گھِر جانا۔
مت ہونا	سمجھ شعور ہونا' سوجھ بوجھ ہونا۔

نیندر حرام ہونا	بُہت فکر مند ہو جانا۔
اتارا کرن	موثر تدبیر کرنا۔
اپنے گریوان وچ ویکھنا	اپنا تجزیہ کرنا' اپنا احتساب کرنا۔
گھٹ گھٹ پینا	صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کرنا۔
مت دینا	اچھا مشورہ دینا' راہ راست کی جانب مائل کرنا۔
اپنی نیندر سوناں اپنی جاگناں	اپنی مرضی کی زندگی گزارنا۔
گواچی گاں ہونا	بے مقصد گھومنا' بے سمت ہونا' ہوش و حواس درست نہ ہونا۔

برصغیر کو مذاہب کی سرزمین مانا گیا ہے۔ بدھ مت سے اسلام کی آمد تک کی کہانی' یہاں تہذیب و محاورہ میں موجود ہے۔ یہاں لمبے عرصے تک بدھ مت اپنی جڑیں پھیلاتا رہااور سینکڑوں سال تک اس کے فرقوں کو کام کرنے کا موقع ملا۔ اسلام کی آمد محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کے ذریعہ ہوئی اور اس کا اثر تہذیب و محاورہ پر ہوا۔ سندھ کا رسم الخط عربی سے حاصل ہوا۔ عربی طرز تعمیر اور تمدن کے یہاں آنے کے ساتھ ہی ان کے محاورات' تشبیہات' عروض' ضرب الامثال' صرف و نحو اور استعارہ وغیرہ بھی آ گئے۔ اسی طرح ہندو ازم' جو رسوم کا مجموعہ ہے زبان و محاورات پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے' صرف گائے سے متعلق اُن کا رویہ محاورات میں مختلف آراء اور تعصّبات کو ظاہر کرتا ہے۔ محاورہ پر سنسکرت اور ہندی دیپتی کال کے اثرات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

فارسی ادب کا بہت بڑا حصہ اسلام کی وجہ سے ہند میں وارد ہوا۔ مغل حکمرانوں نے فارسی کو ترقی دی' صوفیا کرام نے اسلامی ادب کی ترویج فارسی کے ذریعہ کی اور فارسی کے اثرات بھی محاورات پر مرتب ہوئے۔ صوفیا کرام نے عربی زبان کی آبیاری بھی کی۔ ہم نے آمیزش کی کہ درمیانہ محاورہ تیار ہو گیا۔ سکھ مت کے ماننے والے اپنے تئیں صلح کن اور دونوں مذاہب کو اکٹھا کرنے کی فکر میں تھے ان کا ادب پنجابی میں ہے۔ نتیجتاً زبان و محاورہ پر اثرات پڑے۔

کچھ اقدار اور رسوم ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترک بھی تھیں۔ دونوں مذاہب نے ایک دوسرے پر اثرات مرتب کئے۔ ہولی' دیوالی اور شب برات کی شکلیں ایک سی ہو گئیں۔ اقدار میں حیاء اور غیرت وغیرہ مشترکہ اقدار تھیں۔

تصوف بھی بعض اوقات دوہرے معیار کو پیش کرتا ہے۔ ہمیں سنت اور جوگی کے بھیس میں علم' ہندوتصوف سے ملا جلا ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ تصوف کو خالصتاً اسلامی اصطلاح مانتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ پس مختلف مذاہب اور اقوام کے اثرات سے پنجابی میں مذہبی اور فکری رویے بھی موجود ہیں۔

٦۔ مسرت و انبساط:

مسرت و انبساط وہ عناصر ہیں جو انسان کو زندگی کی تلخ ترین حقیقتوں میں سے گزرنے میں مدد دیتے ہیں' کیوں کہ مسرت و انبساط انسان کو تازہ دم کر کے زندگی میں آگے بڑھنے میں حوصلہ دیتے ہیں۔ درج ذیل محاورات مسرت وانبساط سے تعلق رکھتے ہیں:۔

محاورات	معانی
اکھ ٹھنڈی کرنا	دل خوش ہونا' مسرور ہونا۔
اکھ لشکنا	اطمینان و یقین ہونا۔
ٹھنڈ پینا	کسی کو دیکھ کر بہت خوش ہونا۔
اندر پھل کھڑنا	دل خوش ہونا۔
انگ انگ پھڑکنا	بہت زیادہ خوش ہونا، خوشی اور شرارت سے لبریز ہونا۔
باچھیاں کھلنا	باچھیں کھلنا / بہت زیادہ خوش ہونا۔
بلاں وچ ہینا	ہلکا سا مُسکرانا۔
بھاگ لگنا	خوش بختی آنا۔
بُھکھ لہہ جانا	تسلی ہوجانا۔
پرسنہ ہونا	خوش ہونا۔
پیر زمین تے نہ لگنا	بہت خوش ہونا' زمیں پر پاؤں نہ لگنا۔
پھُل پھُل پینا	خوش ہونا' بہت زیادہ مسرت کا اظہار کرنا۔
پھل کے پہاڑ ہونا	بہت خوش ہونا۔

پھل کے ڈھول ہونا	بہت خوش ہونا۔
پیلاں پانا	خوشی کا اظہار کرنا' مور کی طرح ناچنا۔
پٹھیاں چھالاں مارنا	بہت خوش ہونا' خوشی میں سب کُچھ بھول جانا۔
پُت دے پنگھوڑے جھوٹنا	بیٹے کے پنگھوڑے کو جھلانا۔
پاسا پرتنا	اچھے دن آنا۔
اپنا رانجھا راضی کرنا	اپنی خوشی پوری کرنا' اپنا دل راضی کرنا۔
پھوکاں نال پھلنا	بے جا تعریف سے خوش ہونا۔
ٹاہ ٹاہ کرنا	کھلنا، تازہ ہونا، قہقہہ لگانا' خوشی سے مسلسل قہقہے لگانا۔
پٹوسیاں مارنا	اچھلنا کودنا' خوشی سے چھلانگیں لگانا۔
ٹہہ ٹہہ کرنا	بہت خوش ہونا۔
ٹھنڈیاں چھانواں ماننا	خوش رہنا' اچھے دن گذارنا۔
پھلیاں پھرنا	بہت خوش ہونا' خوشی سے پھولے نہ سمانا۔
جی اچھل اچھل پینا	خوشی سے دِل دھک دھک کرنا۔
جی پرچانا	دل خوش کرنا۔
جی راضی کرنا	خوش کرنا، حوصلہ دینا، دلاسہ یا تسلی دینا۔
پھُل کھڑنا	بہت زیادہ خوش ہونا' پھول کی طرح کھل اُٹھنا۔
پھوٹا ٹھارن	اطمینان کرنا، سکھ کا سانس لینا۔
تازہ کرنا	ہرا کرنا' خوش کرنا، ماحول اچھا کرنا۔
ٹھنڈا رہنا	خوش رہنا' غصّے میں نہ آنا۔
گدگد ہونا	بہت خوش ہونا۔
گھیو دے دیوے بالنا	انتہا کی خوشی کا اظہار کرنا۔
لُوں لُوں ہرا ہونا	بہت خوش ہونا۔

مٹھا ساہ دینا	پیار نال ملنا' خوش ہو کر ملنا' خوشی کا باعث بننا۔
منگل گاؤنا	خوشیاں منانا (یہ بھی ہندو مذہب کا گیت ہے)۔
موج وچ آنا	مستی میں آنا۔
مونہہ مٹھا کرنا	خوشی کا اظہار کرنا' منہ میٹھا کرنا۔
نہال ہونا	خوش ہونا' خوشی سے لبریز ہو جانا۔
وراچھاں کناں تئیں آونا	خوشی سے کھُل کر ہنسنا۔
واچھاں کناں نال رلنا	بے ساختہ' بہت کھُل کر قہقہہ لگانا۔
وارے نیارے ہونا	مزے ہونا' خوشحال ہو جانا۔
ہسد ے متھے ملنا	خوش ہو کر ملنا۔
وخ وخ کے راضی ہونا	کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ دیکھ کر خوش ہونا۔
ہاسے ڈلھنا	بہت زیادہ ہسنا۔
ہتھ سوکھا ہونا	خوشحال ہونا۔
ہس ہس کے دوہرے ہونا	بہت زیادہ ہسنا۔
آندراں ٹھارنا	کسی کیلئے باعثِ خوشی ہونا۔
بکل وچ ہسنا	طنزاً ہنسنا۔

مُسلسل کام کاج 'مصروفیت یا دُکھ درد انسان کی زندگی کو اجیرن بنا دیتے ہیں۔ اس لئے اُسے خوشی بھی درکار ہوتی ہے۔ لٰہذا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس نے مسرت و انبساط کے انفرادی اور اجتماعی کئی طریقے ڈھونڈھ لئے۔ پُرمسرت انسان کی آنکھیں' مُنہ' چال ڈھال اور گفتگو سب کُچھ اُس کی خوشی کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ سارا کُچھ ان پنجابی محاورات میں موجود ہے۔ گویا لسانی اختراع' سماجی زندگی کی غماز بن جاتی ہے۔

۷۔ دُکھ درد:

حیاتِ انسانی خوشی اور دُکھ درد دونوں کے امتزاج کا نام ہے۔ جہاں انسان کو زندگی میں مسرت و راحت نصیب

ہوتی ہے وہاں اُسے دُکھ درد کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ انسان کی خوشی اور دُکھ نے ہی ادب کو جنم دیا ہے اُس کی خوشی اور غم سے لوک گیتوں کا جنم ہوا اور ہمارے لوک ادب کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ دوسری طرف کہاوتوں ضرب الامثال اور محاورات میں بھی ان دونوں پہلوؤں کا ذکر ملتا ہے۔ دُکھ درد سے متعلق محاورات شامل کیے گئے ہیں:۔

محاورات	معانی
اکھ میٹنا	مر جانا۔
اکھ دا پانی دینا	بہت مدد کرنا۔
آ ہلنے نوں اَگ لگنا	مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑنا۔
اکھاں ڈبڈبانا	آنکھیں بھیگ جانا۔
ابال آنا	کوئی ناگوار حادثہ یاد آنا۔
اکھیاں بھرنا	آنکھیں لبریز ہو جانا۔
پھٹاں تے لون چھڑکنا	زخموں پر نمک چھڑکنا۔
دکھی نوں ہور دکھی کرنا	دُکھ زدہ کو اور دُکھی کرنا۔
بھار ونڈاونا	کسی کا درد بانٹنا۔
بھکھ دے ٹھوکے پینا	فاقوں میں زندگی بسر کرنا۔
ستارہ ڈھلنا	بدبختی آنا، بُرے دن آنا۔
بھاگاں نوں اگ لگنا	بھاگ جل جانا بدنصیبی آ جانا۔
بھاؤلی لے آونا	دکھی کرنا۔
پچر لاونی ٹھوکنی	مرمت کرنا۔
پھٹ وکھاونا	اپنے دُکھ درد بتانا۔
پھنساں تے پھمبے رکھنا	غموں کا علاج کرنا، تسلّی دینا۔
ظلم دا پہاڑ ڈھانا	ظلم کے پہاڑ توڑنا۔

پل پل کھرنا	دُکھ سے گھلتے رہنا۔
پرتے تھیونا	دکھ دینا، قطع تعلق کر لینا۔
پایا چونا	دُکھ دینا' ستانا' تنگ کرنا۔
اکھیاں بھرنا	آنکھ بھر آنا۔
پھوڑے وانگر ہونا	بہت دکھی ہونا' زخم کی طرح دُکھ جانا۔
تا ہونا	تکلیف ہونا' ستایا جانا' تکلیف پہنچنا۔
تائی رکھنا	ہر وقت کڑی تکلیف دیتے رہنا۔
تونی تائی رکھنا	ہمہ وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ پیدا کئے رکھنا۔
تیر چلاونا	کسی کو تکلیف پہنچانا۔
تیل دی کڑای وچ پینا	انتہائی دُکھ زدہ ہونا' مصیبت میں پھنس جانا۔
تمبُو ٹھپ کے بہنا	مایوس ہو کر بیٹھنا۔
تھلے لہہ جانا	اپنے آپ کو بے وقعت سمجھنا۔
ٹھیس لگنا	صدمہ پہنچنا۔
جان بھارو ہونا	بہت دکھی ہونا' زندگی بوجھ بن جانا۔
جان دے لالے پینا	جان کے لالے پڑنا' جان کو خطرہ ہونا۔
جان کوہنی	تنگ کرنا، دکھ دینا' اپنے آپ پر ظلم کرنا۔
جان نوں رونا	غمزدگی کے عالم میں موت کی خواہش کرنا۔
جفر جالنا	دُکھ اُٹھانا' کٹھن مشکلات کا سامنا کرنا۔
جگر جلنا	شدید رنج پہنچنا۔
جگر دا تیل گالنا	آلام برداشت کرنا۔
جند سولی چاڑھنا	سولی چڑھانا۔
جند سولی تے ہونا	سخت تکلیف میں ہونا۔

جنگال کھا جانا	اداس ہونا، زنگ لگنا، کسی چیز کے ناکارہ ہونے کا عمل شروع ہونا۔
جیا لتھنا	اداس ہونا۔
جینا حرام ہونا	زندگی اجیرن ہونا۔
جی اودنا	دل اداس ہونا، اُداس ہونا۔
جی چڑھ جانا رچکیا جانا	بے زار ہوجانا۔
جھورا لگنا	بیمار گُن دُکھ سے دو چار ہونا۔
جھورے جھرنا	اپنے دُکھ میں پگھلنا۔
پوٹا پوٹا دکھی ہونا	رُواں رُواں دُکھ زدہ ہونا۔
جان کنڈیاں تے ہونا	زندگی کانٹوں پر کٹنا۔
جی سڑنا	دل سڑنا، اداس ہونا۔
دل ہلنا	صدمہ ہونا، دل دبک جانا۔
ہک تپنا	دکھ ہونا، سینہ جلنا۔
ہنجو پونجھنا	آنسو پونچھنا۔
ہنجواں دے ہار پرونا	غمگین ہونا، زار و قطار رونا۔
ہنجو گھٹنا	دکھ چھپانا، درد چھپانا۔
ہر کھ لگنا	کوئی دُکھ لاحق ہونا۔
گلے دا ہار بننا	کسی کی زینت بننا۔
گل دی گلین بنانا	بات بگاڑنا۔
متھا بھننا	بدنصیبی آنا، دیوار سے سر ٹکرانا۔
آندراں ساڑنا	دُکھ میں اندر ہی اندر گھُلتے رہنا۔
آندراں سیکنا	اندر ہی اندر جلتے رہنا۔

آندراں نوں کھچ پینی	عزیزوں کے دُکھ سے دُکھ زدہ ہونا۔
آندراں نوں ہتھ پینا	بڑا دکھ پہنچنا' خونی رشتے کی تکلیف شدت سے محسوس کرنا۔

دُکھ درد' رنج وغم اور مصائب وآلام انسانی زندگی کا حصّہ ہیں۔ کچھ درد ایسے ہوتے ہیں جو آفات سے پیدا ہوتے ہیں' کچھ مصائب اپنی غلطیوں سے اور کچھ اذیتیں بدخواہ اور دُشمن پہنچاتے ہیں۔ ان سب کو تفصیل سے بیان کرنے کی بجائے پنجابیوں نے ان کے اظہار کا جامع طریقہ محاورات کی صورت میں اختیار کیا ہے۔ ان محاورات میں اُس دور کی ساری علامات' رہنے کے طریقے اور دُکھ درد کے اظہار کے طریقے بھی موجود ہیں۔ یوں اس عمل نے پنجاب کی تہذیب اور لسانیات میں خوبصورت اضافے کئے ہیں۔

۸۔ رہن سہن:

پنجاب کا کوئی گاؤں بھی یک رنگ نہیں ۔ ہر گاؤں میں کئی فرقوں کے لوگ رہتے ہیں اور اُن کے اپنے اپنے فرقے کے مطابق کے رہن سہن اور سماجی رواج ہیں جو کسی حد تک دوسروں سے مختلف ہیں۔ مذہب بھی کسی حد تک تہذیبی اختلاف اور طرزِ زندگی کی نوعیت متعین کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ ایک جاٹ اور ایک کھتری قریبی ہمسائے ہوں تو بھی ان کی تہذیبی خصوصیات ایک دوسرے سے مختلف رہتی ہیں۔ جاٹ اور کھتری مزید ضمنی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں جن کے مرنے جینے اور شادی بیاہ کی رسوم ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر بیوہ کی شادی جاٹوں میں جائز ہے لیکن کھتری اسے بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ پنجاب کے وہ لوگ جنھیں اب تک نچلی ذاتوں میں شمار کیا جاتا تھا وہ بھی اپنی عادات اور سماجی رسوم کے اعتبار سے باقی تمام لوگوں سے الگ ہیں ۔عورت معاشرے کی سب سے زیادہ متحرک اور فعال ذات ہے جس نے تہذیب وتمدن کو آگے بڑھانے میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو استعمال کیا۔ ڈاکٹر مبارک علی اپنی تصنیف '' تاریخ اور عورت'' میں گورڈن چائلڈ کی کتاب ''تاریخ میں کیا ہوا؟'' کے حوالے سے تہذیب وتمدن کی اہم اکائی رہن سہن میں عورت کے کردار کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں ۔

> '' جدید پتھر کے زمانہ میں عورتیں زمین جوتی تھیں' اناج پیستی تھیں۔ اور روٹی پکاتی تھیں۔ انہیں دھاگہ بنانے کے فن سے واقفیت تھی کہ جس سے وہ کپڑا تیار کرتی

تھیں اورلباس سیتی تھیں ۔ جب معاشرہ میں کھانے اورلباس کی ابتداء ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوازمات بھی وجود میں آنے لگے کہ جن میں برتن بنانا اور زیب و زینت کے لئے زیورات کا استعمال تھا ۔جس وقت عورت ان کاموں میں مصروف رہتی تھی' اس وقت مرد زراعت کے لئے زمین کو درخت و جھاڑیوں سے صاف کرتا تھا' مکان بناتا تھا' مویشیوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔لکڑیاں کاٹتا تھا اور بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ نیزے کی ایجاد کے بعد شکار آدمی کا پیشہ بن گیا۔عورت غذا جمع کرنے میں مصروف رہی تو مرد شکار کرنے میں۔'' (۳)

پنجاب کے تین جغرافیائی حصّوں کے علاوہ تہذیبی سطح پر ماجھا' مالوہ اور دوآبہ کی اپنی اپنی کچھ مقامی خصوصیات بھی ہیں۔ شاندار بات یہ ہے کہ ان مختلف النوع خصوصیات کے باوجود بحثیت مجموعی پنجابی ایک یکسانیت کے دھاگے میں بندھے ہوئے ہیں۔ پنجاب کے رہن سہن میں مِل جُل کر رہنا' رشتے دار' پیدائش' شادی اور مرگ سے متعلق محاورات کا مطالعہ درج ذیل ہے۔

الف ۔ مِل جُل کر رہنا:

ایک خاندان کا مِل جُل کر رہنا معاشرے میں امن کا باعث بنتا ہے کیوں کہ خاندان ہی معاشرے کی پہلی اکائی ہے اور معاشرہ ہی اچھی قوموں کو جنم دیتا ہے ۔پس مِل جُل کر رہنے سے متعلق محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
گاڈا گھیلنا:	بڑے خاندان کی مدد کرنا۔
گھیو کھچڑی ہونا	گہرے تعلقات ہونا۔
گھیو کھیر ہونا	انتہائی قریبی تعلقات۔
گیہہ گچ ہونا	قریبی تعلقات ہونا۔
اِک مِک ہونا	اکٹھے رہنا' حُسن سلوک رکھنا۔

بنا کے رکھنا	لوگوں سے اچھے تعلقات رکھنا، بہتر تعلقات قائم رکھنا۔
جگ رکھنا	عوامی اور معاشرتی تقاضوں کو مدّنظر رکھنا۔
اک مُٹھ ہونا	اتفاق ہونا، ہاتھ کی مُٹھی کی طرح ہونا۔
اکو ہو جانا	اختلافات ختم کر دینا۔

ب۔ رشتے دار:

اللہ رب العزت نے انسان کی تنہائی کو مٹانے اور اُس کے دُکھ سُکھ میں شمولیت کے لئے رشتے داروں کا تعلق بنایا کیوں کہ انسان معاشرتی حیوان ہے اور وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس حوالے سے کُچھ محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
انگ پالنا	عزیزوں کی مدد کرنا۔
بانہہ بھجنا	بھائی کا بچھڑ جانا۔
بتی دھاراں بخشانا	ماں کی توقعات پر پورا اترنا۔
آندراں ہونا	اپنے پیٹ سے پیدا کردہ۔
پگ وٹانا	بھائی بنا لینا۔ ایک دوسرے سے پگڑی تبدیل کر لینا۔
لہو دی سانجھ ہونا	خون کا رشتہ ہونا۔
گانڈھا گنڈھنا	رشتہ جوڑنا، ناتا قائم کرنا۔
بتاں سانجھا ہونا	بہت نزدیک کا تعلق یا واسطہ ہونا۔
ساک دینا	رشتہ دینا، ناتا جوڑنا۔
ساک لینا	رشتہ لینا، ناتا قائم کرنا۔

ج۔ پیدائش:

انسان کی زندگی کو خوشیوں اور رنگینیوں سے سجانے کے لئے اولاد جیسا خوبصورت رشتہ پیدا کیا گیا۔ پنجاب میں اولاد کی پیدائش کے موقع پر مختلف انداز میں خوشیاں منائی جاتیں ہیں۔ اس سے متعلق محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
بوٹا لگنا	بیٹا پیدا ہونا۔
جَد ودھنی	نسل کا بڑھنا' لڑکے پیدا ہونا۔
پیریں بیڑیاں پینیاں	شادی شدہ ہونا۔
پھل کِھڑنا	لڑکا پیدا ہونا۔
ترک پینا/جانا	کثرت اولاد۔
ٹہنی لگنا	لڑکے پیدا ہونا۔
جڑھ ہری رہنا	ایک خاندان کے ہاں اولادِ نرینہ ہونا۔
جھولی سکھنی ہونا	گود خالی ہونا، پلے کچھ نہ ہونا۔
جھولی ہری ہونا	عورت کے ہاں اولاد نرینہ پیدا ہونا۔
پھل ڈھیراں تے جمنا	بُرے حالات میں کسی خوش بخت بچے کا پیدا ہونا۔
جھولی پاونا	کسی اور کے بچے کو گود لینا یا دینا۔
جھنڈ لاہنا	نوزائیدہ کے اُسترے سے سارے بال اُتروانا' کسی دوسرے کی بےعزتی کرنا۔

د۔ شادی:

رب جلیل نے اس کائنات کو بنایا اور اس کے وجود کو قائم رکھنے کے لئے شادی جیسے عظیم اور پاکیزہ بندھن کو ضروری قرار دیا۔ انسان نے اس خوشی کے اظہار کو جب الفاظ کا نام دیا تو کہاوتیں' ضرب الامثال اور محاورات بنے۔ شادی سے متعلق محاورات شامل کئے گئے ہیں:۔

محاورات	معانی
جنگالی جندرے کھولنا	شادی کر کے گھر بسانا، بند گھر کا تالا کھولنا اور اُسے آباد کرنا۔
جھُگا بوہا ویکھنا	رشتہ طے کرتے ہوئے سمدھیوں کے گھر بار اور اطوار کے بارے میں جاننا۔
ٹبر کرنا	لڑکے کی شادی کرنا۔

ر۔ مسائل:

انسان کا جنت سے نکلنا ہی مسائل کو جنم دیتا ہے۔ ہابیل کا قابیل کو مارنا دُنیا میں قتل وغارت کا آغاز تھا۔ یہاں سے ہی انسانی تہذیب میں تلخ تجربات کا آغاز ہو گیا۔ انسان کی 'مَیں' نے ہی اُسے مصائب و آلام میں ڈالا۔ اور وہ پے در پے مسائل کی دلدل میں دھنستا گیا۔ مسائل سے متعلق محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات	معانی
ٹھوکراں کھانا	معاشی اور معاشرتی حالات خراب ہونا۔
تن ڈھکنا	غریبانہ لباس پہننا۔
تنگ پھنگ رہنا	بیمار رہنا، تنگدستی آنا۔
تنگی ترلے نال گزارہ کرنا	مُشکل سے زندگی گزارنا۔
جِند گالنا	زندگی بے کار ضائع ہونا۔
جون پوری کرنا	زندگی کے دِن پُورے کرنا۔
جندرا وجنا/ مارنا	سب کُچھ ٹھپ ہو جانا۔
یاری تروڑنا	دوستی ختم کرنا۔
گھر بھوتنے نچنا	گھر ویران ہو جانا۔

گھر کھان نوں پینا	گھر برباد ہو جانا۔
پانی پلان والا نہ رہنا	خاندان ہی ختم ہو جانا۔
پیڑھی پُنّنی	باپ دادا کا نام لے کر گالیاں نکالنا۔
بندے نال بندہ نہ رہنا	ہر کسی کا انفرادی زندگی گزارنا۔
بن آئی موتے مرنا	بے سبب دُکھ کا شکار ہو جانا۔

انسانی کی انفرادی زندگی تو قدرِ آسان ہوتی ہے لیکن اجتماعی زندگی کٹھن ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں بے شمار فوائد بھی موجود ہیں اور انسان فطرتاً تنہا نہیں رہ سکتا۔ باہمی رہن سہن، بچے کی پیدائش سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور پھر رشتے دار اور شادی بیاہ اُس کی زندگی کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ اس اجتماعی زندگی میں جہاں باراتیں اکٹھی جاتی ہیں وہاں لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ہیں۔ اِن سارے پہلوؤں کو مدِّ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو پنجابی زبان نے ہر پہلو سے ہر سطح پر پیش آنے والے سُکھ اور مسائل کو محاورات میں پرو دیا ہے جو ہمیں انتہائی قیمتی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اُن اشیاء کے استعمال کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جو اُس وقت موجود تھیں۔

۹۔ تہوار:

زندہ دل اور خوش مزاج پنجابی میلوں اور تہواروں کے انتہائی شوقین ہیں۔ صوبے کے کسی نہ کسی حصّے میں ہر پندرھویں دن کوئی نہ کوئی میلا یا تہوار ہوتا رہتا ہے۔ پنجاب کی تہذیبی زندگی میں تہواروں کی ایک خصوصی اہمیت ہے شاید ہی کوئی مہینہ ہو جو تہوار سے خالی ہو۔ چھوٹے چھوٹے تہوار تو بے شمار ہیں۔ چاند کے دنوں سے متعلق اکاوشی، پورن ماشی اور ماسیا تہوار تو ہر مہینے میں پڑتے ہیں۔ اکاوشی چاند کی گیارہ تاریخ کو پورن ماشی چودہ تاریخ کو اور ماسیا نئے چاند کے دن کو کہتے ہیں۔ اسی طرح بکرمی سال کے ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو جب سورج نئے برج میں داخل ہوتا ہے تو سنکرانتی کا تہوار بھی انتہائی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار تقریباً سارے ہی ہندوؤں کے ہیں۔ تہوار سے متعلق محاورات شامل کیے گئے ہیں:

محاورات	معانی
جگ کرنا	نیکی کرنا، ہندوواں کا جشن منانا اورلوگوں کو کھانا کھلانا۔
میلے آنا	بلاوجہ پیسے کا ضیاع کرنا' بے مقصد ادھر اُدھر گھومنا۔
میلہ لانا	اکٹھے ہو کر خوشی سے شور مچانا۔
عید دا چن ہونا	کبھی کبھار نظر آنا / ملنا/ بہت مصروف ہونا۔
دن عید تے رات شب رات ہونا	خوش حال ہونا۔
تعزیہ کڈھنا	محرم دے مہینے جلوس کڈھنا۔محرم میں جلوس کی صُورت میں حضرت امام حسین کی یاد تازہ کرنا (شیعہ فرقے میں)۔
کونڈے بھرنا	حضرت عباسؓ کی پیدائش پر منت کے طور پر کھیر کے پیالے بھر کر تقسیم کرنا۔
بوکاٹا	کسی کا نقصان کرنا' پتنگ کٹنا۔
پیچا لانا	تعلقات کو بڑھانا۔
دیوے بالنا	خوش ہونا۔
چھُری پھیرنا	کسی کے ساتھ انتہا کا ظلم کرنا۔

پنجابی محاورہ کا مجموعی تہذیبی مطالعہ

انسانی تہذیب کے طویل سفر میں علم و دانش نے اہم کردار کیا ہے۔ کیوں کہ علم کی بدولت ہی تہذیب نے ترقی کی اور انسان غاروں سے نکل کر آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا۔ یہ علم ہی ہے جس کی بدولت بابل' نینوا' مصر' یونان' روم' ایران' عرب' ترکی' ہڑپا' موہن جوداڑو' اسپین' فرانس' المانیہ جیسی تہذیبوں نے جنم لیا۔

ڈاکٹر یونس اگاسکر اپنی تصنیف ''اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو'' میں تہذیب کی ترویج و بقا کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں۔

> ''انسانی تہذیب کے طویل سفر میں علم و دانش کی ترقی نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ علوم وفنون کی گراں مائیگی نے نئے نئے چراغ جلائے اور اِن چراغوں سے مزید چراغ روشن ہوتے چلے گئے۔ جن قوموں نے شمشیر وسناں سے طاؤس و رباب تک کے سفر کے دوران علمی وتہذیبی پڑاؤ ڈالے اور کمر کھول کر رقص و سرود اور عیش وطرب میں مشغول ہونے کے بجائے علوم وفنون میں دل چسپی لی۔ اُن کے ہاتھوں میں دُنیا کی امامت آگئی اور دانش وحکمت کی دیوی نے بھی ان کے ساتھ رہنا قبول کیا۔ اِس طرح علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کے مراکز بدلتے رہے۔ بابل' نینوا' مصر' یونان' روم' ایران' عرب' ترکی' ہڑپا' موہن جوداڑو' اسپین' فرانس' المانیہ اور آریائی ہندوستان کی قدیم تاریخیں گواہ ہیں کہ علوم وفنون اور تہذیب وتمدّن نے مراکز تبدیل کیے ہیں اور ایک قوم نے دوسری قوم یا اقوام کے علمی' ادبی' فکری' سائنسی اور تکنیکی خزانوں سے استفادہ کیا ہے۔'' (۴)

جب ہم محاورہ پر غور کرتے ہیں تو محاورہ میں نمایاں صفت جو دکھائی دیتی ہے وہ ہے تہذیب کا عکس' تہذیب کا مطالعہ کرنا آثار قدیمہ کا شعبہ ہے۔ تاریخ سمیت بہت سے علوم ہمارے سامنے تہذیب پیش کرتے ہیں لیکن محاورہ اپنے ڈھنگ سے تہذیب وتمدن کا مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس کی مثال عید کی خبر لانے کی سی ہے۔ ذرائع مختلف ہوتے ہیں مگر

خبر ایک ہوتی ہے ہوائی فائرنگ اور ہاتھوں کی مہندی اپنے طور سے عید کی خبریں ہیں۔ جو حالات ،رسوم، عقائد، اوہام اور اسطیر معاشرے پر گذریں۔ محاورے پر بھی گذریں۔ محاورہ نے کیمرہ کی طرح ان کا عکس محفوظ کر لیا ۔رسوم خاص وقت کے لئے پیدا ہوتی ہیں کسی بھی زندہ چیز کی طرح وقت گزارتی ہیں پھر پاؤں کی بیڑی بن جاتی ہیں۔ ان رسوم کی ضرورت معاشرہ کو ہوتی ہے۔ مفاد عام ان کو قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے پھر یہی رسوم وقت وفات محاورہ بن کر قصہء پارینہ بن جاتی ہیں۔

اقدار میں عمومی عادات و اطوار نیکی بدی، خیر وشر، غیرت، ایمانداری، شجاعت، مہمان نوازی اور خدمت خلق وغیرہ رسوم کے برعکس پائیدار ہوتی ہیں انسان اغراض سے بالا تر انھیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کی گواہی محاورات میں موجود ہے ۔بعض محاورات اچھی نصیحتیں کرتے ہیں جس کی بنیادی وجہ ان کے پس منظر میں اچھی انسان دوست اقدار کا ہونا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان اقدار کی نوعیت میں فرق ضرور آتا ہے لیکن ان کی جڑیں گہری اور مضبوط ہوتی ہیں۔ لوگ ان اقدار کو اپنے اوپر مسلط کئے رکھتے ہیں۔ چند ایک اقدار غرض سے متعلق ہیں لیکن اغراض کے بدلنے سے ان کی قدر و قیمت یکسر ختم نہیں ہوتی جیسے حقِ نمک ادا کرنا ایک قدر اور ایک محاورہ ہے جو ملکیتی نظام کو ظاہر کرتا ہے۔ جاگیرداری سماج کے بدلنے سے اس کی صرف محاوراتی اہمیت رہ گئی اور بحیثیتِ قدر نمک حلالی' مشکوک ہوگئی۔ ہمارے خیال میں یہ قصہء پارینہ ہے۔

ہمارے محاورات اور تہذیب میں سماجی طور پر جاگیردارانہ مزاج اور قبائلی سماج دستیاب ہیں اسی طرح کانسی، لوہے اور قدیم ہجری دور نیز قدیم مشترکہ سماج کے آثار نظر آتے ہیں۔ قبل از تہذیب کا کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن تہذیب کا آغاز محاورہ کا آغاز بھی ہے۔ اکثر محاورے جاگیردارانہ سماج سے متعلق ہیں اور خاص طور سے جب مغل حکمران اور ان کے پورے نظام کو شکست ہوئی تو محاورہ اور توانا ہو کر سامنے آیا۔

توانائی کی ایک وجہ لوگوں کی ماضی پرستی بھی ہوسکتی ہے کہ گذشتہ شان وشوکت محاورہ میں نظر آتی ہے۔ محاورہ کو معاشرہ اور تہذیب نے آبِ حیات پلایا ہے اور یہ پرانی شراب کی طرح دو آتشہ بنا۔ محاورات میں ایک خاص بات مغل تہذیب کا عکس ہے۔ محاورہ نے لال قلعہ میں زندگی گزاری اور بادشاہوں ،شہزادوں اور ملکہ عالم کے جذبات کو پیش کیا۔ آدابِ حکومت ہوں کہ دربار دہلی، شاہی سواری ہو کہ شمشیر زنی ،انتظام سلطنت، عدالتی نظام شاہی حرم سرا، سزا کا

طریقہ اور زیورات، لباس وغیرہ ہر چیز محاورہ بن گئی۔

اسی طرح شاہی دستر خوان، شطرنج، کھیل، درباری مسخرہ پن، اخلاقی اقدار، مہمان نوازی، طوائف پسندی، غیرت مندی، غلام داری، رشوت خوری، اعتقادات، نجومیوں پر یقین، قبر پرستی وغیرہ کا سُراغ بھی محاورے ہی دیتے ہیں۔ زندگی کے تمام پہلوؤں کا عکس محاورات نے محفوظ کیا ہے۔ تیمور اور اس کی اولاد کی حیثیت و اہمیت اس لئے مسلمہ ہے کہ وہ حکمران تھے۔عوام الناس ان کے نقال تھے۔ اس لئے مَن وعَن اس قسم کی اقدار ہمیں قلعہ سے نیچے عوام میں بھی مل جاتی ہیں۔''الناس علی دین ملوکھم'' والی بات بڑی حد تک سچ ہے تہذیب دیکھتے ہوئے ہمیں بازار اور پیشہ کی دھیمی سی آواز محاورات میں ملتی ہے۔ بازار، بیوپاری اور گاہک اصل میں زبان کی ترقی کے ضامن اور ہراول دستہ ہوتے ہیں پنجابی محاورہ ہر قسم کے بازار سے گھوم کر آیا ہے۔

پیشہ ورانہ محاورات میں نہ صرف پیشوں اور دستکاروں کے وجود کا پتہ چلتا ہے بلکہ لوگوں کا آپس میں طبقاتی رویہ بھی عیاں ہوتا ہے تیلی، ڈوم، نائی چمار، قصائی اور جولاہا کی خاص قسم کی حیثیتیں سامنے آتی ہیں۔اور ایک مکمل تہذیب کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔

محاورہ ہمیں یہاں تک تہذیبی روّیوں کے بارے میں بتاتا ہے کہ گالی گلوچ بھی طبقاتی امتیاز کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ایک نواب یا 'کمّی' یا 'کامی' کے حفظ مراتب اور معاشرتی حیثیت میں فرق ہوتا ہے یہ طبقات تہذیبی و معاشی وجود رکھتے ہیں اور خاص ارتقائی مراحل طے کر کے وجود پذیر ہوئے ہیں۔ محاورہ ان کے وجود کی چغلی کھاتا ہے۔ انگریزیا سرمایہ دارانہ تہذیب بہت بعد کی پیداوار ہیں ۔ یہ تہذیب محاورہ میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہ لاسکی۔ بلکہ یہ لوگ محاورے کو کوئی بے کار چیز سمجھ کر مسترد کرتے رہے۔ان کے رویے کا عکس محاورہ میں خارج از بحث ہے 1857ء سے پہلے محاورہ توانا ہو چکا تھا۔اس میں عیسائی مذہب کے نقوش نہ ہونے کے برابر ہیں۔ البتہ ہندو مسلم تہذیب موجود ہے۔

گویا حاصلِ بحث یہ ٹھہرا کہ محاورہ جس معاشرے سے بھی تعلق رکھتا ہے اُس معاشرے اور اُس وقت کے تہذیبی روّیوں، عملی زندگی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے عمومی طور پر پوشیدہ راز ہائے بسیار سے پردا اُٹھاتا ہے۔ یہ محاورہ ہی ہے جو آج بھی ہمیں منڈا قبائل سے بھی قبل تک کے کئی تہذیبی حقائق کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔ اور تہذیبوں میں تبدیلی کے ارتقائی عمل کو بھی سامنے لاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسلم پرویز' پنجاب ادب اور ثقافت' نگارشات' لاہور' ۱۹۹۴' ص ۸۱

۲۔ اختر حسین اختر' سید' ڈاکٹر' پنجاب کی لوک ریت' لہراں ادبی بورڈ' لاہور' ۲۰۰۱' ص ۸۰

۳۔ مبارک علی' ڈاکٹر' تاریخ اور عورت' فکشن ھاؤس' لاہور' ۱۹۹۳' ص ۲۱

۴۔ اگاسکر' یونس' ڈاکٹر' اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو' موڈرن پبلشنگ ھاؤس' ۱۹۸۸' ص ۷۶

باب چہارم

پنجابی محاورے کا ادبی اور لسانی مطالعہ

پنجابی محاورے کا ادبی اور لسانی مطالعہ

کسی بھی زبان یا تہذیب کے مطالعہ کے لئے یہ ترکیب بہت مددگار ثابت ہوتی ہے کہ موضوع کو مختلف ادوار میں تقسیم کرلیا جائے۔ پنجابی محاورے کے ادبی اور لسانی مطالعہ کے لئے بھی یہی طریقہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ تنقیدی مطالعے میں آسانی پیدا ہو۔ اس مقصد کے لئے پنجابی ادب کو درج ذیل چار ادوار میں تقسیم کرکے ہر ایک کا الگ الگ مُطالعہ کیا گیا ہے۔

i۔ کلاسیکی پنجابی شاعری

ii۔ جدید پنجابی شاعری

iii۔ کلاسیکی پنجابی نثر

iv۔ جدید پنجابی نثر

i۔ پنجابی کلاسیکی شاعری میں محاورے کا ادبی ولسانی مطالعہ

بہت سے ماہرینِ لسانیات کا یہ خیال ہے کہ کسی بھی زبان میں ادب کا آغاز شاعری ہی سے ہوتا ہے اور اُس میں لوک شاعری تو فطرتی ہوتی ہے لیکن پھر باقاعدہ شاعر بھی منظرِ عام پر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کسی بھی زبان و ادب کی کلاسیکی شاعری محض محدود علاقوں اور محدود موضوعات تک ہی ہوتی ہے۔ کلاسیکی شاعری میں اُس دور کے یا معاشرے کے نقائص، داستانوں یا تبلیغ ہی کو منظوم ڈھنگ میں موضوع بنایا جاتا ہے۔ یہی پہلو پنجابی کلاسیکی شاعری میں بھی غالب ہے۔ یہ شاعری یا تو رومانوی ہے یا اخلاقیات کے درس پر مبنی اور خصوصاً مذہبی تعلیمات کے پرچار کا ذریعہ۔ اس دور کی شاعری میں تصوّف کا رنگ بھی نمایاں ہے۔ اور تقریباً تمام شعراء نے کسی نہ کسی طریقے سے تصوف کا سہارا لیا ہے۔ کلاسیکی شاعری میں جدید تشبیہات اور استعارات کا تو فقدان ہے البتہ اُس دور کے محاورات ضرور موجود ہیں۔ اس باب میں منتخب شعراء کا محاورات کے استعمال کے نقطہء نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔

'آکھیا بابا فرید نے' از محمد آصف خاں

بابا فریدالدین گنج شکرؒ جی کے متعلق کافی کتابیں لکھی گئیں لیکن ان کتابوں میں بابا جی کے بارے میں کچھ اُلجھنیں ایسی ہیں جن کو مرتب کرنے کے بارے میں کسی نے دھیان نہیں دیا۔ بابا جی کے بارے میں کئی سوال اُٹھتے ہیں کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہوئے' کب رب کو پیارے ہو گئے' اُن کے آباؤ اجداد کون تھے'شلوک فرید کس نے لکھے وغیرہ وغیرہ۔ ۳۲۸صفحات پر مشتمل ''آکھیا بابا فرید'' جو کہ محمد آصف خاں نے مرتب کی ہے اس میں ان سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''آکھیا بابا فرید' میں محمد آصف خاں صاحب نے اشلوک کا متن ہی نہیں بلکہ متن کے نیچے لکھے مشکل الفاظ کے معنی دینے کے ساتھ ساتھ پنجابی کے کلاسیکل شاعروں کے کلام میں سے سند کے طور پر منتخب کلام بھی دیا ہے اور اُن کے نام بھی ساتھ ہی لکھ دیئے ہیں۔ جہاں کسی کا بھی نام نہیں لکھا گیا' اُس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ منتخب کلام گورو صاحبان یا بھائی گُرداس کے کلام میں سے لیا گیا ہے۔ بابا فرید گنج شکرؒ کے کلام میں استعمال کئے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
کالے لیکھ لکھنا	ص۱۴۹	اپنا مقدر سیاہ کرنا	فریدا جے توں عقل لطیف' کالے لکھ نہ لیکھ آنپڑے گریوان میں 'سرنیواں کر کے ویکھ
داڑھی بھور ہونا	ص۱۵۲	داڑھی سفید ہونا	ویکھ فریدا جوتھیا' داڑھی ہوئی بھور
اَگا نیڑے آونا	ص۱۵۲	بڑھاپا آنا' موت کا وقت قریب آنا	اگا نیڑے آیا' پچھا رہیا دور
چکڑ ڈبے ہتھ ہونا	ص۱۹۸	کثافت سے بھرے ہاتھ ہونا	فریدا سو ای سرور ڈھونڈ لہہ 'جتھوں لبھّی وتھ چھپڑ ڈھونڈیں کیا ہووے 'چکڑ ڈُبّے ہتھ
چت لانا	ص۲۰۲	دل لگانا	فریدا کوٹھے منڈپ ماڑیاں ایت نہ لائیں چت مٹی پئی اتولویں'کوئی نہ ہوسی مِت

چت نہ چیتے ہونا	ص۲۴۶	خواب وخیال میں بھی نہ ہونا	باز پئے تس رب دے، کیلاں وسریاں جومن چت نہ چیتے سن، سوگالیں رب ریاں
منج کرنا	ص۳۱۳	اپنی ذات کی مکمل نفی کرنا، نفس امارہ کو مارنا	فریدا میں نوں منج کر، نکی کر کر کٹ بھرے خزانے رب دے جو بھاوے سو لٹ

'کافیاں شاہ حسین' ازمرتبہ محمد آصف خاں

شاہ حسین کو پنجابی کافی کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اُن کی کافیوں میں ٹھیٹھ ماجھے والی پنجابی کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان کا ہلکا سارنگ بھی نظر آتا ہے۔ 'کافیاں شاہ حسین' اپنے اصلی روپ میں وہی کتاب ہے جس کو ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے مرتب کیا تھا لیکن اس کتاب میں کچھ اضافے بھی کئے گئے ہیں۔ ایک تو املا میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ کافی گانے والی شعری صنف ہے اس لئے اس میں استھائی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ کافی کا ہر مصرع پڑھتے ہوئے یا گاتے ہوئے اس استھائی کو دوہرانا ضروری ہوتا ہے۔ تب جا کے اُس مصرع کے معنی واضح ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ربط نظر آتا ہے۔ شاہ حُسین نے جہاں ایک خوبصورت ادبی صنف کو زندہ رکھا ہے وہاں اُس دور کی تہذیبی نشاندہی بھی کی ہے۔ 'کافیاں شاہ حسین' میں محمد آصف خاں نے مشکل الفاظ کے معنی بھی لکھے ہیں تا کہ پڑھنے والے کے لئے آسانی رہے۔ اس کتاب میں سے درج ذیل محاورات پیش کئے جاتے ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
روم روم وچ ہونا	ص۵۷	جسم اور رُوح میں سرائیت کرنا	اندر تُوں ہیں، باہر تُوں ہیں، روم روم وچ تُوں
سیس گُندھانا	ص۵۸	بال بنانا، اپنا کام کروانا	سبھے آئیاں سیس گُندائن کائی نہ آئی آ حال ونڈائن
اوہلے رہنا	ص۵۹	چُھپ کر رہنا	سادھ سنگت دے اوہلے رہندے، بُدھ تینہاں دی سُوری
ہوکا دینا	ص۶۱	آواز لگانا	عشقے دی سرکھاری چائی آ، در در دینی آں ہوکا وے لوکا

سوئی دا نکا ہونا	ص۶۲	بہت مشکل ہونا	راہ عشق دا سُوئی دا نکّا' دھاگہ ہوویں تاں جاویں
بھِن بھِن کرنا	ص۶۷	بہت زیادہ ہجوم ہونا	بھلا ہویا گُڑ مکھیاں کھادا' آہیں بھِن بھِن توں چھٹیا سبھو کُجھ
اپنا کیتا پاونا	ص۶۷	جیسا کرنا ویسا ہی بھرنا	کیتا بُرا بھلا وی' کیتا اپنا پاونا
کورا ہنڈانا	ص۷۰	خالی ہاتھ جانا	کورا گئی ہنڈھاء' کوئی رنگدار نہ لیتا
اچن چیتی آنا	ص۷۲	اچانک آنا	اچن چیتی بھُل بھُلاوے' بابل دے گھر بھولی آں نی
جھیراں پینیاں	ص۷۷	خلا پیدا ہونا	بُڈھا ہویوں شاہ حُسینا' دندیں جھیراں پئیاں
کوڑی دنیا	ص۷۹	جھوٹھی دُنیا	توں باجھوں سبھ جھوٹھی بازی' کوڑی دنیا پھرے غمازی
عیب پھولنا	ص۷۹	کسی کا عیب ڈھونڈنا	تیں کولوں کُجھ ناہیں پردا' پھول نہ عیب وچاری دا
سُکھ چین	ص۸۰	آرام وسکون	من چاہے محبوب کوُ' تن چاہے سُکھ چین
پار لنگھانا	ص۸۲	منزل پر پہنچانا	نَیں بھی ڈونگھی تلا پُرانا' مولا پار لنگھاوے
لگیاں نبھانا	ص۸۸	کسی سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا	کہے حسین فقیر سائیں دا' لگڑی توڑ نبھاویں
بھٹھ پینا	ص۱۱۲	بھاڑ میں جانا	بھٹھ پئی تیری چٹی چادر' چنگی فقیراں دی لوئی
چادر تان کے سونا	ص۱۱۴	بیکار سوتے رہنا' کوئی کام نہ کرنا	توں سُتوں چادر تان کے' تیں عمل نہ کیتا جان کے
چِت چاہنا	ص۱۱۵	کام کرنے کو دل کرنا	پچھی سٹ گھتاں بھرڑاندی' کتن توں چِت چایا ای
پوتھی کھول وکھانا	ص۱۱۶	فال نکالنا	پوتھی کھول وکھا بھائی باہمنا' پیارا کدوں ملیسی ساہمنا

مت دینا	ص۱۱٦	عقل دینا	قاضی، مُلّا متّیں دیندے، کھرے سیانے راہ دسیندے
زاروزار رونا	ص۱۲۱	بہت زیادہ رونا	ماں روندی زارو زار بھین کھڑی پُکارے
گھمن گھیری	ص۱۲۴	چکروں میں	پچھوں وی پچھتاسیں کُڑیے! جد پوسیا گھُمن گھیرنی
وچ پینا		پھنسنا بھنور	
کُوکنا کُرلانا	ص۱۲٦	رونا پیٹنا، بہت مشکل میں ہونا	خونی کھیڑے دے گل بدھی، کُوکاں تے کُرلاوں
اوگن ہار ہونا	ص۱۲۷	گہنگار ہونا	سبھ سئیاں گُن ونتیاں، تاریں رباوے! میں اوگن ہاری
بیہا ٹکر	ص۱۲۹	باسی روٹی	آپ کھانی ہیں دودھ ملیدا، شاہاں نوں ٹکر بیہا
جھاتی پانا	ص۱۳۹	لوٹ کر آنا، مِلنا	کدی تے موڑ لے پاوو جھاتی، ویکھو حال نمانی دا
دوس ہونا	ص۱۳۹	قصور ہونا	رو رو نین کرن فریادی، کیہا دوس نمانی دا

'ابیات باہو' از مرتبہ سلطان الطاف علی

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ سرزمین پاک کے وہ مایہ ناز مفکر، مبلغ، شاعر اور راہنما تھے۔ جن پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے لیکن جو کُچھ اُنھوں نے پنجابی میں لکھا اُس کو ابیاتِ باہو کا نام دیا جاتا ہے۔ ان ابیات کو پرکھنے کی سعادت بھی اُن کے خانوادے کے ایک نوجوان صاحبزادہ سلطان الطاف علی کو ہوئی۔ 'ابیاتِ باہو' سلطان الطاف علی کی دوسری تالیف ہے۔ جن میں حضرت باہو قدس اللہ سرہ العزیز کے مشہور و معروف ابیات کو نہایت عرق ریزی اور تحقیق کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ ابیاتِ باہو کی اُردو میں تشریح کر کے موصوف نے ہمیشہ کے لئے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو ان ابیات کی تشریحات کے بارے میں عوام اور اصحاب سلوک میں پائی جاتی ہیں۔ سلطان الطاف علی نے نہ صرف مختلف نسخوں کے تقابل سے متن کی صحت میں کوشش بلیغ صرف فرمائی ہے بلکہ ان کا اُردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے جو بیک وقت لفظی اور معنوی بھی ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ مبسوط تشریح بھی شامل ہے۔ حضرت سلطان باہو کے کلام سے پنجابی زبان میں جھنگ کی زبان یا جانگلی بھی شامل ہوگئی جس کے بارے میں بہت سارے لکھاریوں کی رائے یہ ہے کہ وُہ پنجابی کی اصلی صُورت ہے۔ اس مفصّل اور بلیغ کتاب میں سے لئے گئے

محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
چوداں طبق روشن ہونا	ص۸۳	ہرراز واضح ہو جانا	چوداں طبق دلیندے اندر آتش لائے حجرے ہُو
کِل کِل کرنا	ص۱۰۷	ہلچل پیدا کرنا	اندر کلمہ کل کل کردا عِشق سِکھایا کلماں ہُو
پُرزے پُرزے ہونا	ص۱۳۳	ٹکڑے ٹکڑے ہونا	تن من میرا پُرزے پُرزے جیوں درزی دیاں لیراں ہُو
وانجھا ہونا	ص۱۴۱	محروم ہونا	جیں دِل حضور نہ منگیا باہُو گئے دوہیں جہانیں وانجھے ہُو
کاسا پھڑنا	ص۱۹۲	کشکول ہاتھ میں پکڑنا	راہ فقر دا تد لدھیو سے جداں ہتھ پکڑیوسے کاسا ہُو
کسبی ہونا	ص۲۰۵	ماہر ہونا	تسبیح دا توں کسبی ہویوں ماریں دم ولیہاں ہُو
گل گھوٹو آونا	ص۲۰۵	گلا بند کر دینے والا پھوڑا	دین لکیاں گل گھوٹو آوے لین لکیاں جھٹ شیہاں ہُو
سانگ اُتارنا	ص۲۰۸	بھیس بدلنا	باہُو باہجھ مویاں نہیں حاصل تھیندا توڑے سے سے سانگ اُتارے ہُو
چلّے کٹنا	ص۲۱۳	چلہ کشی	چلے کٹے تے کُجھ نہ کھٹیا کیہ لینا چلیاں وڑ کے ہُو
سِر دینا	ص۲۴۰	جان قُربان کرنا	عشق دی بازی انہاں لئی جنہاں سِر دتیاں ڈِھل ناں کیتی ہُو
کُجھ نہ چھڈنا	ص۲۵۰	کچھ باقی نہ چھوڑنا	عشق جیہا صراف ناں کوئی کُجھ ناں چھوڑے وچ زر دے ہُو
سر دھرنا	ص۲۵۰	سرتسلیم خم کرنا	عاشق جیندے تڈاں ڈٹھوسے باہُو جداں صاحب اگے سر دھردے ہُو
ان ناں پانی ہونا	ص۲۵۸	کھانے پینے کا کوئی سامان نہ ہونا	قبراں دے وچ ان ناں پانی اِتھے خرچ لوڑیندا گھر دا ہُو
نھاتیاں دھوتیاں ہونا	ص۲۶۴	صاف ستھرا ہونا	جے رب نھاتیاں دھوتیاں مِلدا تاں مِلدا ڈڈواں مچھیاں ہُو

مون منانا	ص۲۶۴	بال منڈوانا، احمق ہونا	جے رب مِلدا مون منایاں تاں مِلدا بھیڈاں سسّیاں ہُو
جیندے جی مرنا	ص۲۷۵	جیتے جی مرنا	نام فقیر تد سوہندا باہُو جد جیوندیاں مر جاویں ہُو
لعلاں دے ونجارے ہونا	ص۲۸۷	جوہر ڈھونڈنے والا ہونا	گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاندے ونجارے ہُو
چنگا چوکھا ہونا	ص۲۹۳	لذیذ اور کثیر مقدار کھانا	جتھے ویکھن چنگا چوکھا اُتھے پڑھن کلام سوائی ہُو
رام کہانی ہونا	ص۳۲۵	زندگی کا جھوٹا مفہوم	باجھوں ذِکر ربے دے باہُو کوڑی رام کہانی ہُو
لِسیاں ہونا	ص۴۴۲	کمزور سمجھنا	عشق اسانوں لِسیاں جاتا لتھا مل مہاڑی ہُو
ہڈیں رچنا	ص۴۴۴	روح اور جسم کا حصہ بن جانا	عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا اوہ رہندے چُپ چپاتے ہُو
خون جگر دا پینا	ص۴۵۲	بہت صابر ہونا	سرگردان پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ہُو
پتھلا مار بیٹھنا	ص۴۶۴	چوکڑی مار کر بیٹھنا	عشق اسانوں لِسیاں جاتا بیٹھا مار پتھلاّ ہُو
پُوری نہ پینا	ص۴۷۲	ضروریات کا پُورا نہ ہونا	ساری عمر پٹیندیاں گزری باہُو کدی نہ پئی آ پُوری ہو
دھوبی وانگوں چھٹنا	ص۵۰۶	صاف شفاف کر دینا	کامل مُرشد ایسا ہووے جہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ہُو
لڑ پھڑنا	ص۵۶۸	کسی کا دامن پکڑنا، کسی سے منسلک ہو جانا	صحیح سلامت چڑھ پار گئے باہُو جنہاں مُرشد دا لڑ پھڑیا ہُو

کھلّے کھانا	ص۵۹۹	بددُعائیں سننا	نت اساڈے کھلّے کھاندی ایہا دُنیا زشتی ہُو
کھُوہ پریم	ص۶۲۲	عشق میں غرق ہو جانا	میں قربان تنہاں توں باہو جنہاں کھُوہ پریم دے جُتّے ہُو دے جُتنا

'مرزا صاحباں' از حافظ برخوردار

پنجاب میں پنجابی زبان کے ذریعے جو ملکی اور غیر ملکی قصے عوامی سطح پر مقبول ہوئے ان میں ہیر کے بعد مرزا کا نمبر آتا ہے۔ہیر رانجھا' سسی پنوں' سوہنی مہینوال یہ وہ قصے ہیں جو صوفیا کی شاعری میں علامتی مقام حاصل کر گئے۔ مرزا صاحباں کو بھی یہ مقام حاصل ہوا۔حافظ برخوردار نے مرزا صاحباں کا قصہ بہرطور ایک روحانی تجربہ یا معاشقہ کے طور پر ہی سمجھا اور لکھا ہے۔ حافظ برخوردار کی کتاب ''مرزا صاحباں ۱۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں استعمال کی گئی زبان شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد کی منجھی ہوئی پختہ زبان ہے۔ اس کتاب میں سے لئے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
گھُنڈ کڈھنا	ص۶۰	نقاب پوشی	دھی کھیوے دی صاحباں جس تے حُوراں گھُنڈ کڈھن
وار کھُنجنا	ص۸۹	تیر نشانے پر نہ بیٹھنا	تینوں واسطہ گھتنی آں رب دا اجوکا وار کھُنجا
گڑا پینا	ص۱۱۲	خراب ہو جانا	پکی ہوئی داکھ نُوں غیبوں گڑا پیا
بانہہ بھجنا	ص۱۴۱	سہارا چھوٹ جانا	تُسیں رووَو سرجیا گرجیا تہاڈی بانہہ گئی جے بھج

'ہیر وارث شاہ' از وارث شاہ (مرتبہ محمد شریف صابر)

ہیر کے اب تک شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں صحتِ متن کے اعتبار سے محمد شریف صابر کا مرتبہ نسخہ 'ہیر وارث شاہ' بہتر سمجھا جاتا ہے۔متن کے انتخاب میں مصرعوں کو علم العروض کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔محمد شریف صابر نے اختلافِ الفاظ 'مصرعے اور بند وغیرہ کے فیصلے میں ہر قسم کی احتیاط برتی ہے۔الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے

حضرت وارث شاہ کے زمانے، زبان اور لب ولہجہ کا خیال رکھا گیا ہے۔محمد شریف صابر نے کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی تیار کیا ہے ۔ الفاظ کا فرہنگ تیار کرتے وقت حتی الامکان پنجابی، ہندی، اُردو، فارسی، عربی اور سندھی لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس کتاب میں استعمال کئے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
کھچاں مارنا	ص۶	مذاق اُڑانا	کھچاں مارشریک مذاق کردے بھائیاں رانجھے دے باب بنائی آہی
پھاہیاں پانا	ص۸	مشکل میں ڈالنا	گھروگھری وچاردے لوک سارے سانوں کیہیاں پھائیاں پائیاں نی
متھا ڈاہنا	ص۱۱	بلاوجہ معاملے میں ٹانگ اڑانا	کیہا بھیڑ مچایوئی لُچیا وے متھا ڈاہیو ای سوکناں وانگ کیہا
پُھل رکرنا	ص۲۵	اندازِ گفتگو بہت خوبصورت ہونا	اوہدے بولیاں مُکھ تھیں پھُل رکردے لاکھ لاکھ دا سد اُلاندا ہے
جفر جالنا	ص۲۵	مُشکلات برداشت کرنا	تیری صورت تے بہت ملوک دِسے اِڈ جفرتوں کاس تے جالیا ای
گھوک سونا	ص۳۱	گہری نیند سونا	وارث شاہ توں جیوندا گھوک سُتوں اِکے موت آئی مر گیا ہیں وے
گھول گھمانا	ص۳۷	نثار ہونا	ہیر جاء کے آکھدی بابلا وے تیرے ناؤں توں گھول گھمائیاں میں
لِیک لانا	ص۴۵	بدنام کرنا	چاک نال اکلہڑی جائے بیلے اج کل کوئی لِیک لاوندا ای
جیو کباب ہونا	ص۴۶	بہت اذیت ہونا	اسیں ماسیاں پھُپھیاں لج موئیاں ساڈا اندروں جیو کباب ہے نی
لج لاہنا	ص۴۹	شرم وحیا کو بالائے طاق رکھنا	جاں میں مت دتی اگوں لڑن لگی لج لاہ کے چشم نوں چار کیتا
بس بُسی ہونا	ص۵۳	وجہ تلاش کرنا	مہیں پھرن خراب وچ بیلیاں دے کھول دسو کیہی بس بُسی ہوئی
ٹہل ٹکور کرانا	ص۵۳	خاطر مدارت کروانا	ساڈی دھیو دا کُجھ نہ لاہ لیندا سبھا ٹہل ٹکور کرا لیے
سردینا	ص۶۱	قُربانی دینا	سر دتیاں باجھ نہ عشق پکے ایہہ نہیں سکھالیاں یاریاں وے

وِس گھولنا	ص۷۱	اندر ہی اندر تکلیف میں مُبتلا رہنا	ان سُنیاں نوں چا سنایا ای موئے ناگ وانگوں وِس گھولنی ہیں
طوفان تولنا	ص۷۱	اونچے اونچے بول بولنا	وارث شاہ گناہ کیہ اساں کیتا ایڈے غیب طوفان کیوں تولنی ہیں
لُوتیاں لانا	ص۷۸	سازشیں کرنا	جھوٹھیاں سچّیاں، چُغلیاں میل کے تے گھروگھری توں لُوتیاں لاونا ہیں
سولی چاڑھنا	ص۸۱	پھانسی دینا	جیہڑا فقہ اصول دا نہیں واقف اوہنوں چا سولی اتے چاڑیئے اوئے
ویر کڈھنا	ص۹۵	دُشمنی پیدا کرنا	کدوں منگیا منس میں آکھ تیتھوں ویر کڈھیوئی کنہاں کھوریاں دے
نیہوں لانا	ص۹۷	عشق کرنا	تساں کملیاں عشق تھیں نہیں واقف نیہوں لاونا نم دا پیونا ایں
کلول کرنا	ص۱۰۱	مذاق کرنا	کانو باغ دے وچ کلول کردے گوڑا پھولنے دے اتے مور کیتے
گھُنڈیاں چاڑھنا	ص۱۲۷	پیچ دار بنانا	جوگ دیہو تے کرو نہال مینوں کیہیاں جیو تے گھُنڈیاں چاڑھیاں نیں
بھُکھیاں ننگیاں ہونا	ص۱۴۸	غریب ہونا	عشق کرن تے تیغ دی دھار کپن نہیں کم ایہہ بھُکھیاں ننگیاں دا
ہُڈ کڑکنا	ص۱۵۱	سخت جسمانی مشقت کرنا	وارث شاہ جیوں گور وچ ہُڈ کڑکن گُرزاں نال عاصی گنہگار دے جی
لعل گوانا	ص۱۷۰	اہم چیز کا گُم ہو جانا	پھرے ڈھونڈدا وچ حویلیاں دے کوئی اوس نے لعل گوایا ای
رنگ مچانا	ص۱۸۱	انوکھا مظاہرہ کرنا	نالے گاوندا تے نالے روندا اے وڈا اوس نے رنگ مچایا ای
ٹھٹھے مارنا	ص۱۸۱	مذاق اُڑانا	لڑے بھڑے تے گالیاں دے لوکاں ٹھٹھے ماردا لوڑدھ کماوندا اے
گھُمکار پانا	ص۱۹۱	چرخوں کی گونج	جتھے ترنجناں دی گھُمکار پوندی اتن بیٹھیاں لکھ مہر یٹیاں نیں

آپے لانا آپ بُجھانا	ص۱۹۳	خودلڑائی کرواکر خود صُلح کروانا	گل آکھ کے ہتھاں تے پوے مُکر آپے لاوندا آپ بُجھاوندا ہے
شیر دی جُوہ وچوں پانی پینا	ص۲۰۵	طاقت ور کی چیز کو استعمال کرنے کی کوشش کرنا	اوہناں ہرنیاں دی عمر ہوچکی پانی شیر دی جُوہ جو پیندیاں نی
گھیودے دیوے بالنا	ص۲۳۳	خوشی کا اظہار کرنا	دیاں چُوریاں گھیودے بال دیوے وارث شاہ جے سُنا میں آوندا ای
بولیاں مارنا	ص۲۴۶	مذاق اُڑانا	ڈُب موئے نیں کاسبی وچ چھنے وارث شاہ نے بولیاں ماریاں نی
ویلا ہتھ نہ آنا	ص۲۶۶	قابو میں نہ آنا' وقت کا گذر جانا	اوہ ویلڑا ہتھ نہ آوندا ہے لوک دے رہے لکھ ڈھنڈوریاں دے
ناگ وانگ شوکنا	ص۳۱۱	ناگ کی طرح غصّے سے پھُنکارنا	گھر اپنے وچ چوا کر کے آکھ ناگنی وانگ کیوں شُوکئیں نی
انگ لانا	ص۳۲۳	ساتھ لگانا	تیرے باجھ نہ کسے نوں انگ لایا سینہ ساڑ کے برہوں نے خاک کیتا
آس پُجانا	ص۳۲۸	اُمید پوری ہونا	میرے واسطے اوس نے لئے ترلے کویں اوس دی آس پُجایئے نی
تھرتھر کنبنا	ص۳۵۸	خوف سے کانپنا	تھرتھر کنبے تے آکھے میں موئی لوکا کوئی کرے جھاڑا برے حیلیاں جی
قہر کمانا	ص۳۶۹	ظُلم کرنا	ایہہ کانورو دیس دا سحر جانے وڈے لوڑھ تے قہر کماوندا ہے
چھنج پوانا	ص۳۷۶	فساد پیدا کرنا	کراں بیٹھ نویکلا جتن گوشے کوئی نہیں جے چھنج پواونا وو
وقت وہانا	ص۳۸۲	وقت گزارنا	ایس نیند نے شاہ فقیر کیتے رو بیٹھے نیں وقت وہانیاں نوں
پکھنڈ رچانا	ص۴۰۴	ڈرامہ کرنا	وارث شاہ ایہہ قدرتاں رب دیاں نیں ویکھ نواں پکھنڈ رچایئو نیں

'کلیاتِ بُلّھے شاہ' از ڈاکٹر فقیر محمد فقیر

پنجابی شاعری رہتی دُنیا تک جس شخصیت پر فخر کر سکتی ہے وہ بُلھے شاہؒ ہیں۔ انھوں نے معاشرے کے بگڑے ہوئے نظام' جس میں منافقت' رشوت خوری' جھوٹ' لالچ' جھوٹے عالم اور بہت سی بُرائیاں تھیں جن کے حوالے سے عوام کو شعور دیا۔ بہرحال بُلّھے شاہ کی کافیوں کے جو نسخے دستیاب اور قابلِ ذکر ہیں اُن میں کافیوں کی تعداد فرق فرق کے ساتھ ۵٦ سے لے کر ۱۵٦ تک پہنچتی ہے۔ اِس لئے ہر مرتّب کے اس دعویٰ کے باوجود کہ اُس نے بہت کوشش اور محنت شاقہ سے بلھّے شاہ کی کافیاں جمع کی ہیں' یہ کہنا درست نہیں کہ تمام کی تمام کافیاں بلھّے شاہ کی ہیں یا اِن میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ اِس لئے کہ کوئی نسخہ بُلھے شاہ صاحب کی زندگی میں مرتب نہیں ہُوا۔لیکن بُلھّے شاہ کے کلام کو محفوظ کرنے اور عوام تک پہنچانے میں ایک اہم نام ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کا ہے جنھوں نے 'کلیات بُلھے شاہ' کے نام سے بُلھّے شاہ کے کلام کو اکٹھا کیا۔ بُلھّے شاہ نے عوامی زبان میں لکھا اور شاہ حسین کی طرح مونّث علامتیں استعمال کیں اور اُس دور کے ادب میں بھی خوبصورت اضافہ کیا۔اس لئے اُن کی شاعری میں محاورات بھی نظر آتے ہیں ۔ کُچھ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
نیوں لگنا	ص۴۲	محبت ہونا	نیوں لگیّاں دُکھ پائیو رے
پیت لگانا	ص۴۲	محبت کرنا	بُلھا شوہ سنگ پیت لگائی
بیڑا پار لنگھانا	ص۴٦	منزل تک پہنچانا	ہول ولی دا تھر تھر کنبدا' بیڑا پار لنگھائیں
روپ ونجانا	ص۴۹	حُسن ڈھل	ایہ جوبن رُوپ ونجائیں گی
		جانا' ختم ہوجانا	تین رہنا وچ سنسار نہیں
عشق نقارہ وجنا	ص۷۰	عشق کا اعلان ہونا	جس دم وجیا عشق نقارہ
			دَھریا سر تے تکھّا آرا
پوست لہانا	ص۱۰۸	کھال اُتروانا	اوتھے اکناں پوست لہائی دے
			اِک آریاں نال چرائی دے

محاورہ	صفحہ	معنی	مثال
سیس کٹوانا	ص۱۰۸	سر کٹوانا	اک سُولی پگڑ چڑھائی وے اوتھے تُوں بھی سیس کٹاویں گا
جند کڑکی وچ آنا	ص۱۳۷	جان شکنجے میں پھنس جانا	جند کڑکی دے وچ آئی
لیکاں لانا	ص۱۴۰	بدنام کرنا	ایسیاں لیکاں لائیاں مینوں ہور کئی گھر گالے اُپرواروں پاویں جھاتی دتیں پھریں رو آلے
سانگ رچانا	ص۱۵۹	بھیس بدلنا	رانجھا جوگیڑا بن آیا واہ سانگی سانگ رچایا
پھاہی پینا	ص۱۸۴	کسی مُشکل کام میں پھنس جانا	ہُن کیوں روندے نیں نراسے آپے اوڑک پھاہی پھاسے
ڈاروں کونج وچھڑنا	ص۱۸۵	تنہا رہ جانا	اک وچھوڑا سیاں دا جیوں ڈاروں کونج وِچھنّی
سیس لہانا	ص۱۸۹	قُربانی دینا، سر کٹوانا	بھائی وے لالاں والیا ویرا اہناں دا مُل دسائیں جے تُوں آئی ہیں لال خریدن دھڑتوں سیس لُہائیں
جس تن لگے سوتن جانے	ص۱۹۹	جو تکلیف میں ہوتا ہے وہی جانتا ہے۔	ایس عشق دے ساڑے کولوں جگ وچ دیاں دوہایاں جس تن لگے سو تن جانے دُوجا کوئی نہ جانے
نموں جھانا ہونا	ص۲۲۳	شرم سار ہونا	گوہڑیوں نہ تُوں کتی پُونی ہن کیُوں پھرنی ایں نموں جھونی
امر ہونا	ص۲۴۸	سدا زندہ رہنا	بُلھا شاہ سنبھال توں آپ تائیں توں تاں امر ہیں سدا نہیں مرن ہارا
نک وڈھانا	ص۲۷۱	بے عزتی کروانا	توڑ شرع نُوں جت لئی بازی پھردی نک وڈھاکے میں وے انجائی کھیڈو گیاں کھیڈاں میں آکے باکے
پا پڑھنا	ص۳۲۱	کم پڑھا لکھا ہونا	میں پاپڑھیاں توں نَس ناں ہاں

چھنج پینا	ص۳۵۲	کسی مسئلے کا بڑھ جانا	واہ واہ چھنج پئی دربار
بند بند ہلنا	ص۳۶۰	بہت زیادہ تکلیف میں ہونا	چاعشق نے میں پھٹیاں میرا بند بند ہل گیا
رنگ وٹانا	ص۳۶۹	بھیس بدلنا، بہروپیا ہونا	مکّے دا ابن حاجی آوے واہ واہ رنگ وٹائی دا
کلول کرنا	ص۴۰۳	مذاق اُڑانا	بُکّھا قصر نام قصور ہے اوتھے مونہوں نہ سکّن بول اوتھے سچے گردن ماریئے اوتھے جھوٹھے کرن کلول
کنگال ہونا	ص۴۲۸	کوئی پیسہ نہ ہونا	پادشاہئیوں سُٹ کنگال کیتو کر لکھ توں ککھ ویکھایا سُو

'سیف الملوک' از میاں محمد بخش

میاں محمد بخش کا شمار پنجابی کے صوفی شعراء میں ہوتا ہے۔ اُن کی تصنیف ''سیف الملوک'' تصوف اور علمِ ظاہر کا حسین امتزاج ہے۔میاں محمد بخش کے ہر شعر میں انسانی عظمت اور احترام نظر آتا ہے۔اُن کی شاعری میں اشعار کی ترتیب وتصحیح 'بیان کی سادگی' روانی اور زور بہت موزوں انداز میں نظر آتا ہے۔میاں محمد بخش کی صوفیانہ طبیعت جس طرح تصوف میں تیز اور عمیق مشاہدے والی تھی اسی طرح شاعری میں بھی ان کی سوچ چاک و چوبند اور واردات پر حاوی اور کلام پر اپنی مختاری اور سروری کی بھی دعویدار ہے۔میاں محمد بخش کے کلام میں استعمال شدہ محاورات سے کشمیر اور جہلم کے علاقے کا رہن سہن بھی ملتا ہے۔اس طرح اِن علاقوں کی زبان بھی پنجابی ادب میں شامل ہو گئی ہے۔ اُن کے شاہکار 'سیف الملوک' میں منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
انگل دھرنا	ص۴	عیب ڈھونڈنا	ہرگز کیتی اُس دی اتے انگل کوئی نہ دھردا
خاک ہونا	ص۵	سُپردِ خاک ہو جانا	خاک ہویاں نوں دوجی واری مُڑ کے زندے کرسی
منزل پُگنا	ص۶	منزل پر پُہنچنا	رستہ چھوڑ نبیؐ دا ٹُریاں کوئی نہ منزل پُگ دا

میلی اکھیں ویکھنا	ص۷	بُری نیّت سے دیکھنا	جے کوئی مَیلی اکھیں ویکھے عیب دھگانے لاوے
صدقے جانا	ص۷	نثار ہونا	ویکھ جمال حبیب مُیرے دا صدقے صدقے جاوں
دھکے کھانا	ص۱۲	بے آسرا ہونا	جس در جانواں دھکے کھانواں ہِک تیرا در تکّا
اوکھا ویلا آوَنا	ص۱۹	مُشکل وقت آنا	اوکھے ویلے باہو ڑبیرا تیری دھن کمائی!
لوں لوں وچ وسانا	ص۲۹	روئیں روئیں میں سمانا	اکھ میٹو تے دل وچ وسدے لوں لوں وچ سمایا
اپنا آپ گوانا	ص۳۰	اپنی عزت ختم کرنا	دلبر نال ہویا ہِک جس نے اپناں آپ گوایا
تختوں لتھنا	ص۳۴	بلند مرتبہ ختم ہونا	تختوں لاہ بہاوے قیدی ہور نمانے بہناں
اپنا آپ نہ پانا	ص۳۸	اپنی ذات کو نہ پہچاننا	ہوندا گُم تحیّر اندر اپناں آپ نہ پائے
اپنا آپ چھڈنا	ص۳۹	اپنی ذات کی نفی کرنا	اپنا آپ چھڈیں اُس کارن ساجن تاں گھٹ آون
راس زبان ہونا	ص۴۸	سچّی گفتگو کرنا	آئی راس زبان گلاں تے دسیاسخن نہ بھُلے
تیر کلیجے وجنا	ص۵۹	بہت دُکھ پہنچنا	راتیں جاگ لدھی اُٹھ ڈِٹھی تیر کلیجے لگا
وسار چھڈنا	ص۶۴	بھلا دینا	متّیں لگ وسار چھڈیگا جاں دن ہوئے زیادہ
آپوں اپنا منہ سر بھنناں	ص۷۳	اپنا نقصان خود کرنا	آپوں اپنا منہ سر بھنّن دسّن ایہہ بجھارت
چودھویں دا چن ہونا	ص۸۳	انتہائی خوبصورت ہونا	چودھویں دے چن جہیا چہرہ ہویا چن اجوکا
مُل نہ پینا	ص۹۰	بے قدر ہونا	جانے جیہی دولت سچّی جس دا مُل نہ پَیندا

ڈیرا غرق ہونا	ص٩٦	تباہ ہونا	شاہزادے نُوں خبر نہ کوئی غرق ہویا سی ڈیرا	

'آکھیا خواجہ فریدؒ نے' از محمد آصف خاں

حضرت خواجہ غلام فرید ملتانی زبان کے اول الشعراء اور خاتم الشعراء تھے۔ انہوں نے سندھی سوز و گداز اور بہاولپوری درد و کرب کو ایران کی نازک خیالی، ہندوستان کی موسیقی اور عربی جذبات کے ساتھ اس قدر مخلوط کر دیا ہے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ اُن کے کلام میں جذبات، شاعری، موسیقی اور سلاست میں سے کونسا جزو زیادہ نمایاں ہے۔ خواجہ صاحب کے کلام کو تقلیدی کی بجائے اختراعی کہنا زیادہ موزوں ہے۔ خواجہ صاحب کے کلام میں خیال، درد، سوز اور اثر، جوش بیانی کا عنصر زیادہ نمایاں ہے۔ حُسنِ اسلوب اور شوخی بندش کمال درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ 'آکھیا بابا فرید' محمد آصف خاں کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ خواجہ فرید نے لسانی اعتبار سے محاورے کو ایک نیا زاویہ دیا ہے۔ جس میں سندھی اور سرائیکی بھی پنجابی محاورے میں شامل ہو گئے ہیں۔ 'آکھیا بابا فرید' میں استعمال کئے گئے کُچھ منتخب محاورات شامل کئے گئے ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر	
ڈکھ چانا	ص٤٤	دُکھ اُٹھانا	اج سانولڑے مُکلایا	سر بار ڈکھاں دا چایا
پیت لانا	ص٤٥	محبت کرنا	دل سچڑیاں پیتاں لائیاں	ول میلیں بار خدایا
اوڑک مرنا	ص٤٥	آخر کار مرنا	غم کھا کھا اوڑک مرساں	ڈکھ ڈکھڑیں جیڑا تایا
گھبڑے راز	ص٤٦	بہت گہرے راز	بنسی خوب بتائیاں باتاں	گھبڑے راز انوکھیاں گھاتاں
گھبڑے ہاسے	ص٥٥	معنی خیز ہنسی	ناز تبسّم گھبڑے ہاسے	چالے پیچ فریب دلاسے
بھید پانا	ص٦٤	راز جاننا	میڈے دل دا بھید نہ پاون	پووے فرق نہیں ہک تل دا
من بھانا	ص٧٠	اچھا لگنا	میں بے آس، اُمید دا مانا	ہر کس ناکس دے من بھانا
رَت دا بُھکھا ہونا	ص١١٩	خون کا پیاسا ہونا	گوڑھیاں اکھیاں رَت دیاں بُھکھیاں	
بٹھ پینا	ص١٥٥	آگ کی بھٹی میں گرنا	گھولے زیور بھاہ لگے	بٹھ پئے ڈورے ململ

سنجڑیاں جاہیں	ص۱۷۷	ویران جگہیں	بے شک دردمنداں دے دیرے جتھ تھلڑا جتھ سنجڑیاں جاہیں
جوہ جتن دی	ص۲۲۰	ہمّت	نہ کل یار سجن دی نہ رہ گئی جوہ جتن دی
ٹیاں ولوڑنا	ص۲۵۱	صبح کو دُودھ سے مکھن الگ کرنا	راتیں کرن شکار دلیں دے ڈینہاں ولوڑن ٹیاں
شرموں کُشرمی	ص۲۸۰	شرمندگی سے بچنے کیلئے	دلڑوں نہ سنجڑی کوں چھیں شرموں کُشرموں آ بہیں
اگ لانا	ص۳۲۷	کوئی مسئلہ پیدا کرنا	اگ لائی بھڑکائی رنگت چشماں چوٹ چلائی

"کُکارے" از ہاشم شاہ

پنجابی زبان میں ہاشم شاہ کے دوہڑے، سسّی پنوں اور سوہنی مہینوال اُن کے چلتے پھرتے شاہکار ہیں۔ اُن کا دوہڑوں پر مُشتمل کلام بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس میں اُنھوں نے الفاظ کا چناؤ اس طرح کیا ہے کہ کرداروں کی تصویریں نمایاں طور پر قاری کے سامنے آ جاتیں ہیں۔ پنجابی زبان کے ایسے الفاظ جن کی طرف بڑے بڑے شعراء نے دھیان نہیں دیا، ہاشم نے ان الفاظ کو ادبی انداز میں استعمال کرکے پنجابی زبان میں اضافہ کیا ہے۔ ان کی کتاب کُکارے (دوہڑے، ڈیوڑھے، سسّی پنوں، سوہنی مہینوال) ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے ۔ درج ذیل محاورات اُن کے مجموعہ کلام "کُکارے" سے لئے گئے ہیں۔جس میں اُن کا سارا معروف کلام شامل ہے۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
خاک نہ لبھنا	ص۱۴	کچھ معلوم نہ ہو سکنا	ڈھونڈیاں خاک تنہاں نہیں لبھدی اہ جگت برا گھر غم دا
کھوٹ کمانا	ص۱۴	کچھ حاصل نہ ہو سکنا	صاحب حسن ڈٹھے سبھ کھوٹے اتے کھوٹ کماون سارا
آدر بھاو کرنا	ص۱۶	احترام کرنا	آدر بھاو جگت دا کریئے اتے کسبی کہن رسیلا
دیس تیاگنا	ص۱۶	وطن چھوڑ جانا	دیس تیاگ فقیری پھڑیئے نہیں چھٹدا خویش قبیلا

دیپک گر اندھیرا ہونا	ص۱۸	چراغ تلے اندھیرا ہونا	اپنی خبر نہیں اس دل نوں جویں دیپک گر اندھیرا
سُتی کلا جگانا	ص۱۹	فراموش شدہ زخم تازہ کرنا	ایہ اکھیں بن فوج حسن دی ستی کلا جگاون
وسارنا	ص۲۵	فراموش کردینا	دلبر یار وساریں ناہیں اساں درد منداں دکھ بھریاں
حرص دے دام پھسنا	ص۲۶	لالچ کے جال میں پھنسنا	اے دل دام حرص دے پھسیوں توں رھیوں خراب تداھیں
زور نہ چلنا	ص۲۶	بے بس ہونا	ترسن نین نہ چلدا زورا میرے دل وچ بھڑکن بھاھیں
وخت پینا	ص۲۶	مصیبت میں پڑنا	سجن یاد پون دکھ بنیاں وچ بپتا وخت پیاں نوں
کن پڑوانا	ص۲۷	جوگی بننا	رانجھا یار غریب ھیریدا آن کن پڑوائے تائیں
ہاسے وار سُٹنا	ص۲۸	اپنی خوشیاں نثار کردینا	جس توں وار سٹے لکھ ھاسے توں رون ایہا بہ رووِیں
لہو وچ نہانا	ص۳۱	گہرے زخم لگنا	اوڑک ایس ھجر دے سوزوں اوہ بیٹھ لہو وچ نہاتی
وات نہ پچھنا	ص۳۲	خبر نہ لینا	غرضی یار دکھاں توں ڈریا مڑ وات نہ پچھیا کائی
خاک رلانا	ص۳۴	بے قدر کردینا	ہاشم خاک رلاوے گلیاں ایہ کافر عشق مجازی
بھاگ نصیبوں جاہنا	ص۳۶	نصیب خراب ہونا	جس دے بھاگ نصیبوں جاھن سو پیندا نیند پرائی
جند وارنا	ص۳۶	جان قربان کرنا	ہاشم وار سٹی جند میری تیرے عشق اتوں قربانی
پھاہی پینا	ص۳۸	پھندے میں پھنسنا	ویکھ خوراک جناور دل دا اوہ جا پیا وچ پھاہی
وس نہ ہونا	ص۴۰	اختیار میں نہ ہونا	ہاشم آپ کرگ سوئی ہوسی ہور وس نہیں کجھ میرے
وساہ نہ کرنا	ص۴۱	بھروسہ نہ کرنا	بے اعتبار ہوئے جگ سارے ہن کرن وساہ نہ کھیڑے
سر پٹک پٹک مرنا	ص۴۲	بہت تکلیف سے مرنا	ہنس ہاتھ چھیاں کر پھسدے اتے پٹک پٹک سر مردے

روپ وٹانا ص۴۲ بھیس بدلنا ہر ہر پوست دے وچ دوست اوہ دوست روپ وٹاوے

جان تلی تے دھرنا ص۴۳ بہت بڑا خطرہ مول لینا عاشق جان تلی پر دھر کے پھیر پچھاں نہ چکدے

مژگاں نال پرونا ص۴۳ بہت عزت کرنا اوڑک مل پوے جہڑا موتی نت مژگاں نال پرو وے

تاہنگ ہونا ص۴۳ خواہش ہونا' محبت ہونا ہاشم تاہنگ ہووے جس دل دی اوہدی جد کد حاصل ہووے

ہس رس کے ملنا ص۴۴ خوشی سے ملنا ہاشم جان غنیمت ملناں مل نال اساں ہس رس کے

گلیں پرچانا ص۴۴ باتوں سے دل بہلانا ہاشم آکھ دماں دیاں رٹھیاں پر کون گلیں پرچاوے

گھر بار بھلانا ص۴۵ ہوش نہ رہنا سیو نی مغرور نہ ہویوں تساں کیوں گھر بار بھلائے

لاڈ لڈاونا ص۴۵ پیار کرنا' آؤ بھگت کرنا پالے لاڈ لڈاون سانوں پر کارن دین پرائے

ویہڑا چھڈ جانا ص۴۵ پردیسی ہوجانا ایہو چھوڑ گیاں کل ویہڑا جنہاں جا گھر ہور بنائے

لیکھ خراب کرنا ص۴۶ قسمت خراب ہونا کون قبول خرابی کردا پر لیکھ خراب کروائے

وارسنا ص۴۷ قربان کردینا وارستاں میں میں ہن لوکا جنہاں رانجھن کھڑیا بیلے

جگر دا خون پینا ص۴۸ خامشی سے دُکھ برداشت کرنا دل سوئی جو سوز سجن دے نت خون جگر دا پیوے

مان ٹٹنا ص۴۹ توقع پوری نہ ہونا ٹٹا مان پئے پر ملکیں رب سٹے دور دراڈے

وَس ہونا ص۴۹ اختیار میں ہونا قسمت خیال پئی بن دشمن ہن کیہ وس یار اساڈے

جان خلاصی ہونا ص۴۹ جان چھوٹ جانا چھڈدا بان نہ جل بل مردا میری جان خلاصی ہووے

سیس نوانا ص۵۶ سر جُھکانا وحوش طیور جناور آدم ہر اک سیس نواوے

دام وچ پھسنا	ص۵۶	جال میں آنا	ہاشم روح رہے وچ پھسیا دام فریب وچھایا
نتارا کرنا	ص۵۹	فیصلہ کرنا	ہاشم جے اوہ کرے عدالت کون کرے نتارا
النباں بالنا	ص۶۳	آگ کے الاؤ جلانا	دل وچ سوز فراق پنوں دا روز النبا بالے
سرت سنبھالنا	ص۶۴	ہوش میں آنا	سنی آواز سی اُٹھ بیٹھی سرت سریر سنبھالی
دوہائی دینا	ص۶۷	ہر کسی کو اپنا دُکھ بتانا	ہاشم مار پئی کرواناں دیہن بلوچ دھائی
بھیت نہ دسنا	ص۶۹	صیغہء راز میں رکھنا	وطنی لوک بتاون محرم ہرگز بھیت نہ دس دے
بناں مل وِکنا	ص۸۰	بے قدر ہونا	ہاشم آپ بناں مُل وکیا ہورکیہ وتچن جانے
جگر کباب ہونا	ص۸۹	شدید صدمہ پہنچنا	مہینوال پچھاہاں مڑیا روندا جگر کبابی
وچار کرنا	ص۹۷	سوچنا	ہاشم ہور کوئی وچ دل دے سوچ وچار نہ کر دی

'کلیات علی حیدر' از علی حیدر

علی حیدر پنجابی شاعری میں ایک اہم نام ہے۔ اُن کی شاعری میں صوفیانہ رنگ بہت نمایاں ہے۔ اُن کی شاعری آنے والی نسلوں کو امید کا پیغام دیتی ہے۔ اُن کی سی حرفیوں پر مشتمل کتاب ''کلیات علی حیدر'' میں وزن، بحر اور عروض کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ یہ ۱۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں علی حیدر نے پنجاب کے رہن سہن، رسوم و رواج اور علم وادب الغرض ہر پہلو کو موضوع بحث بنایا۔ جس سے آنے والی نسلوں کو اپنے ماضی کے اچھے رسوم ورواج اور بُری عادات کو جانچنے میں مدد ملتی ہے۔ اُن کے مجموعہ کلام ''کلیات علی حیدر'' میں سے لئے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
تڑک لگنا	ص۷	ٹھیک نشانہ لگنا	حیدر توپ برہوں دی چھُٹّی آ اچن چیت تڑک لگی
فالاں پوانا	ص۱۱	فال نکلوانا	فالاں پواندڑی نت پھراں، پئی تینڈڑا راہ تکینی آں میں

اکھ پھڑکنا	ص۱۱	کسی کے آنے کا عندیہ	اکھ پھڑکے تن جند پوے، کاوں کوٹھیاں اُتوں اُڈیں آں میں
ننگ بھڑنگا	ص۱۴	بے لباس	الف اللہ دا آسرا مینوں تاں ہی ہاں ننگ بھڑنگڑا میں
حیلے کرنا	ص۱۵	بہانے	حیدرآن ملائیں ڈھولن نوں، کئی کر کر حیلڑے جینی آں میں
پل پل تکناں	ص۲۱	مسلسل انتظار کرنا	ڈھوڑ تُساڈڑے راہ دی،پل پل تکدیاں اینویں عُمر گئی
رت ہونا	ص۲۴	خون ہونا	روندیاں روندیاں رت ہوئیاں،ایہناں جالیاں لعل دِیاں جولیاں نی
لُک لُک ویکھنا	ص۳۱	چھپ چھپ کر دیکھنا	حیدر شرم توں لُک لُک ویکھاں،ناہیں تاں چیر کے اکھ ویکھاں
نیوں لانا	ص۳۱	عشق کرنا	اساں نیوں لایا نال ڈاڈھیاں دے، تے نہ لایق اُس دے سنگ دے سی
گھمن گھیری وچ پھسنا	ص۳۵	بھنور میں پھنسنا	ایہہ مینڈا گھیر تے اج گھمن گھیریں، ویکھو تاں بھی پینڈے چھلڑے نی
ہتھیں کھسنا	ص۴۲	ہاتھوں سے چھین لینا	چوری کیتی لُٹ لیتو نیں،ہتھیں کھس کھس ویکھدیاں
ہتھ نہ آنا	ص۴۷	قابو میں نہ آنا	حیدر ویلا ہتھ نہ آوے، ہتھوں تِرّ گیا چھُٹ کیا
وار کے پینا	ص۵۵	سر سے وار کے پینا	وصلو دی سک ہمیش مینوں، پانی لام توں وار کے پینی آں میں
کوڑ و کوڑ کمانا	ص۶۹	جھوٹ پر مبنی زندگی گذارنا	سو پھِٹے مُونہہ ایہناں کافراں دا،سبھ کوڑ و کوڑ کماوندے نیں
جھمر مارنا	ص۱۲۰	ایک مخصوص ناچ ناچنا	پر جھمر ماریں پوپٹ کھیڈاں، جے آوے مینڈڑا لال وتّے
تھر تھر کنبنا	ص۱۸۲	بہت خوف زدہ ہونا	بھیناں صبح قیامت دھمدائی مینڈا، جیوڑا تھر تھر کنبدا اے

ii۔جدید پنجابی شاعری میں محاورے کا ادبی ولسانی مطالعہ

سائنسی، معاشی اور معاشرتی ترقی، زندگی کے ہر پہلو میں تبدیلیاں ہوتی ہیں اور تہذیبی ولسانی ارتقا ایک فطری عمل ہے۔ تہذیبی اور معاشرتی ارتقا کے ساتھ لسانی ارتقاء ایک لازمی امر ہے۔ نئی ایجادات، زندگی سے وابستہ نئی سہولیات، نئے تجربات اور انسانی حیات میں رہن سہن کے حوالے سے مشینی اور سائنسی اضافہ جات کے لیے نئے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس عمل کے ساتھ ساتھ نئے الفاظ اور محاورات خود بخود جنم لیتے رہتے ہیں۔اور ادب میں بھی داخل ہوتے رہتے ہیں۔ جدید شاعری کے شعراء نے اکثر و بیشتر جدید اصطلاحات اور محاورات کا استعمال کیا ہے۔منتخب شعراء کے کلام میں موجود محاورات اس امر کو مزید واضح کرتے ہیں۔

'ڈونگھے پینڈے' از پیر فضل گجراتی

پیر فضل گجراتی پنجابی غزل کے بادشاہ مانے جاتے ہیں۔'ڈونگھے پینڈے' اُن کی ۱۳۵ غزلیات کا مجموعہ ہے جو ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں پیر فضل صاحب نے خیال اور بندش کی ایک دوسرے کے ساتھ تبدیلی کے ساتھ زبان کے رنگ میں بھی ایک الگ راہ نکالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی غزل میں اُردو اور فارسی کے الفاظ بھی نظر آتے ہیں جو کہ کسی بھی زبان کو ترقی یافتہ بنانے کے لئے ضروری ہے۔اُنھوں نے الفاظ کا استعمال بڑے نپے تُلے انداز میں کیا ہے۔غزل کی سب سے بڑی خوبی خیال کی بُلند پرواز اور زبان کی روانی ہوتی ہے۔ پیر فضل گجراتی کے اشعار میں ان دونوں چیزوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محاورات کا استعمال اُن کے پنجابی، اردو، فارسی زبان پر عبور کو ظاہر کرتا ہے۔منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
اللہ اللہ ہونا	ص۱۸	رخصت ہونا	اوہ دل لے کے بس ہو گیا اللہ اللہ
اِکن دکن نسنا	ص۱۹	ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ جانا	پئی جدوں مصیبت ہو کے تے سب اکن دکن نس گئے

اڈیاں چک چک ویکھنا	ص۲۱	بڑی آرزو سے دیکھنا' شدت سے انتظار کرنا	تساں باغ ول جانائیں تے کدوں جانائیں چک چک اُڈیاں پیا شمشاد ویکھے
اپنا آپ وسارنا	ص۲۹	اپنے ذاتی فائدے بھول جانا	میں خود یاد اوہدی اندر محو ہو کے فضل اپنا آپ وسار دِتا
پلہ کھسنا	ص۳۰	پیچھا چھڑانا	پھڑ لوکی پَلہ پُچھدے نے مَیں پَلہ کھستاں کیہہ دساں
اُکھڑے پکھڑے ہونا	ص۳۲	غیر مستقل مزاجی کی کیفیت میں ہونا	جس طرحاں مسافر ہوندے نے کجھ اکھڑے پکھڑے شاماں نوں
تصویر نال تصویر ہونا	ص۳۵	حیران ہونا' تصویر کی طرح خاموش ہونا	لئی جنہاں نے ویکھ تصویر تیری' اوہ نال تصویر' تصویر ہو گئے
رات دی رات دا میلا ہونا	ص۵۱	تھوڑی دیر کے لئے خوشی ملنا	اینویں رات دی رات دا ہے میلا' خارج کریں نہ کسے نوں بزم وچوں
پھنڈے ہوئے ہونا	ص۶۸	مُشکلات کا شکار ہونا	پئے راہی لاہن قبراں وچہ تھکیویں عدم دے پینڈیاں پھنڈے ہوئے نے
پسینے دی جھڑی لگنا	ص۷۵	شرمسار ہونا	اوہ ویکھن متھا قاتل دا' لگی ہوئی جھڑی پسینے دی
سیاپے پے جانا	ص۸۳	مشکل میں پھسنا	اوہ جنازہ میرا ویکھن آ گئے دشمناں دے گھر سیاپے پا گئے
اللہ توکل ورتنا	ص۹۲	اللہ تعالی کے سہارے پر رہنا	بُکاں نال ای جو کجھ لبھ گیا' اساں اللہ توکلی ورت لینائیں

ککھ نہ چھڈنا	ص۱۲۱	برباد کرنا	تاڑ پنچھیاں نوں پنجرے ماریا سوُ ککھ نہیں سو چھڈیا آ ہلنے دا
ایدھر دا نہ اودھر دا ہونا	ص۱۲۲	کسی قابل نہ ہونا	بُتاں نے فضل نوں چھڈیا نہ ایدھر دا نہ اودھر دا
چسکا پے جانا	ص۱۴۸	عادی ہو جانا	تیری زلف دا پے جائے چسکا' جیہڑیاں وی حوالاتیاں نُوں
چَس پینا	ص۱۵۷	عادی ہو جانا	پے جائے چس نظارے دی پَئی اُلجھے نال نقاباں دے
اکھاں وچ ککرے پینا	ص۱۵۹	کچھ نظر نہ آنا	اکھاں دے وچ ککرے پے گئے رخساراں تے کھایاں
جھگ وانگوں بہہ جانا	ص۱۵۹	کوئی بات کرنے کے قابل نہ رہنا	جھگ دے وانگ گئے بہہ اوڑک پھُوں پھُوں جنہاں کیتی

'سجرا سورج' از حکیم ناصر

حکیم ناصر کا مجموعہ کلام ''سجرا سورج'' ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شاعر نے ''سجرا سورج'' کے دو لفظوں میں مقصدِ تصنیف کو کمال احتیاط سے اجاگر کیا ہے۔ اس کے سامنے آج کی زندگی' سنگ و آہن کے ایک بے پیرہن ایستادہ بُت کی طرح ہے۔ وہ اس کے داخلی و خارجی تقاضوں کو سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اس 'مجسمہ' پر کوئی ضرب نہیں لگاتا۔ اسے ''مجسمہ ساز'' سے بے پناہ محبت ہے۔ وہ اپنے حرف و ندا کے اثاثہ کو صورِ اسرافیل میں ڈھالنا پسند نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ زندگی کی بنیاد محکم تغیرات پر رکھی گئی ہے۔ اس کے نزدیک زندگی ایک مستقل تگ و دو کا مفہوم ہے۔ وہ اس امر پر ایمان رکھتا ہے کہ زندگی صرف اور صرف ایک حرکت ہے اور یہی پہلو اُس کے مجموعہ کلام سے لئے گئے ان محاورات میں نظر آتا ہے۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
وانجیاں ہونا	ص۲۷	خالی دامن ہونا' کچھ نہ ہونا	گوداماں وچ جنساں بندیاں توں وانجیاں جاون
لڑی وچ پرونا	ص۲۹	اکٹھا کرنا	سُورج نے مُڑ کرن کرن دی اِک اِک لڑی پروتی

محاورہ	صفحہ	معنی	مثال
نک وڈھانا	ص۳۰	بے عزتی کروانا	انخاں دا توں نک شریکاں توں نہ اَج وڈھاویں
پلک چھلک وچ کم مُکانا	ص۳۰	جلدی کام کرنا	پلک چلک وچ چھیتی چھیتی سارے کم مُکاویں
آہلک دی چدّر رہونا	ص۳۱	سُستی ہونا، غفلت کرنا	اَج وی آہلک دی چدّر نہ اُٹھیوں توں لاہ کے تیری منگ شریک تیرے مُڑ لیے جاون گے ویاہ کے
پت رولنا	ص۳۱	عزت کی دھجیاں اُڑانا،	وڈ وڈیریاں دی تے اپنی پَت نہ رولیں گٹھے
انخ نوں وٹا لانا	ص۳۱	خودداری ختم کرنا	آہلک کر کے لاویں ناہیں توں انخاں نوں وٹّے
پیر تھِڑکنا	ص۳۴	پاؤں پھسلنا، کوئی غلط کام کرنے کی طرف دھیان ہونا	پَیر تھِڑک دائے پَیر سمبھال ناں واں
چُپ چُپاتڑے بیٹھنا	ص۳۷	خاموش رہنا	اِک چُپ چُپاتڑے آن بیٹھے کھیس کھُوس دی مار کے جھُم ساقی
اک مک کرنا	ص۴۰	اکٹھا کرنا	پر توں ساریاں نوں اِک مِک کردے پَے جائے تیری جہان تے دُھم ساقی
ہتھوں نکلنا	ص۴۵	کسی چیز کا گُم ہو جانا، وقت گزر جانا	ویلا ہتھوں نکل نہ جاوے، ہلا جواناں !شاوا شیرا!
مٹّی وچ سونا رولنا	ص۵۸	بروقت محنت سے اعلیٰ ثمر حاصل کرنا	اوہ مٹّی چوں سونا رولن، جو ویلے سِر مٹّی چھانن

ہتھ نہ آونا	ص۵۹	کوئی چیز حاصل نہ ہونا	ویلا سب توں مہنگا ناصرؔ لکھیں ہتھ نہ آوے جہڑا
سادمُرادہ ہونا	ص۹۳	سادگی اختیار کرنا	چھیل چھبیلی، رنگ رنگیلی، سِدھ سَوَلّی، ساد مُرادی
گھڑمَس پینا	ص۹۳	بہت زیادہ ہجوم ہونا	آن وڑی ئے میرے ویہڑے، خوشیاں دا گھڑمَس پیائے
ہتّھ ملنا	ص۱۰۲	پچھتانا	ہَتّھ مَل دی رہویں گی عُمر ساری ساڈے بول ایہہ چاہڑیئے گنّے اڑیئے!
اَڈّو اَڈّی ہونا	ص۱۰۵	علیحدہ علیحدہ ہونا	اَڈّو اَڈّی کھلیاں دے وی وِل 'رلویں' ساہ سانجھے
اَنمُلّا ہونا	ص۱۲۵	انمول ہونا	ایہہ رُوپ بڑا اَنمُلّا ئی!
اُتھلّاں دینا	ص۱۳۰	شہہ دینا، کسی کام پر اُکسانا	مینوں اُتھلّاں دیندائے پیار تیرا
گوہ کرنا	ص۱۳۹	غور کرنا	سوچ کر کے گوہ کرنا ایس میری گل دی
جھل نہ سکنا	ص۱۴۰	برداشت نہ کر پانا	نُور اپنے نُور دی وی جھال جھل نہ سکیا
چواتیاں لانا	ص۱۷۳	کوئی کام کرنے کے لئے جذبہ پیدا کرنا	اپنے اُدم دے وارُونوں توں وی لاخاں چِنگ چواتی
پھنّے خاں بننا	ص۱۷۳	اپنے آپ کو بہت بڑا ثابت کرنا	لوکی پھنّے خاں بن بیٹھے توں حالی وَھنّے دا وَھناں
اپنی مدد آپ کرنا	ص۱۷۷	اپنا کام خود کرنا، اپنا مسئلہ خود حل کرنا	جہڑا اپنی مدد نئیں آپ کردا اوہدا کدی وی کُجھ نہ بن دائے

پاسے دا سونا	ص۱۸۵	بہت قیمتی، خالص سونا	تیرے دیس دی مٹی پاسے دا سُونا
پھاوے ہونا	ص۲۰۳	بے ہمت ہوجانا	بھج بھج کے تے پھاوے تھیوے جی جی موئے مر مر جیوے
اکھاں دا تیل کڈھنا	ص۲۰۳	دُکھی ہونا	رو رو تیل اکھاں دا کڈھیا
کلیجے ساڑ پینا	ص۲۰۸	حسد پیدا ہونا	اِس گُجھی اگ دیاں لمبّاں توں کِیاں دے کلیجیں ساڑ پیا
پاڑ پینا	ص۲۰۸	نفاق پیدا ہونا	مُڑ کدی نہ عُمراں وچ ملے' آپو چ اَجہیا 'پاڑ' پیا
اُکھلیاں وِچ سردینا	ص۲۲۶	مشکلات کا سامنا کرنا	اُکھّلیاں وچ سر دھرنا' تے مُڑ دھمکاں توں کاھدا ڈرنا
لہو دیاں چُلیاں بھرنا	ص۲۲۹	لہو سے ہتھیلی بھرنا	اپنے لہو دِیاں چُلیاں پا پا حالی تے میں بالی جاناں میرے پچھّوں کہڑا بالے گا وچ ایس ہنیرے دِیو
لَٹ لَٹ کرنا	ص۲۳۳	روشن ہونا	دیویاں واگُوں لَٹ لَٹ کردے جاپن وچ ہنیرے پُھل
آپو اپنی پینا	ص۲۳۳	نفسانفسی	آپو اپنی پَئی ئے سب نُوں کوئی کسے دا ہتھ نہ وَنڈّے
دِل گھسنا	ص۲۳۶	دِل موہ لینا' بہت اچھا لگنا	اپنی مہکی مہکی مہکوں ہر اِک دا دِل گھس دِیاں کلیاں
جھکّھڑ جھلّنا	ص۲۳۷	شدید آندھی آنا' تُند و تیز ہوا	شالا جھکّھڑ کدی نہ جھلّن کدی نہ دِسّن نس دیاں کلیاں
بدوبدی ہونا	ص۲۴۲	زبردستی ہونا	بدوبدی دا نئیوں نئیں لگ دا' سمجھ او کملیا جِیا!
لم سلما ہونا	ص۲۴۲	بہت زیادہ لمبا عرصہ ہونا	بہشتاں دے اُس لم سلمے چینے نالوں ربّا! ایتھے ئی دو تِن دے چھڈ سانوں اوتھوں جہے دہاڑے

کھوج کھُرانہ	ص۲۴۳	نام ونشان مٹادینا	چھڈ پچھے نہ کِسے دا کھوج کھُر جاوے گی رات
چھڈنا			
کھِدّ و پھولنا	ص۲۴۵	بے کار کام کرنا	جھڑا کھِدّ و پھولو ناصؔر اوسے وِچوں لیراں نِکلن
گھوک سونا	ص۲۴۹	گہری نیند سونا	میحلاں دے وِچ گھوک سُتّی ئے مِٹھّی پیاری شِریں تیری

'کچّے گھڑے' ازباقی صدیقی

رب کی بنائی ہوئی اس دُنیا میں کچھ باتیں محسوس کرنے کی ہوتی ہیں اگر ان کی تفسیر یا تشریح کی جائے تو بات اپنے معنی کھو دیتی ہے۔خصوصاً شاعری اس معاملے میں بہت نازک ہوتی ہے۔شعر تک پہنچنے کے لئے چھٹی حس کا ہونا بہت ضروری ہے۔اور یہ حِس ہی شاعری تخلیق کرواتی ہے ۔ باقی صدیقی پنجابی شاعری میں 'چھٹی حس کے شاعر' کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے خوبصورت اور مدہم رنگوں میں تصویری کینوس میں رنگ بھرے ہیں لیکن کئی جگہوں پر اُن کا جوش گہرے رنگوں میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مدہم اور جوشیلا انداز ہی انسان ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ پس اُن کے مجموعے 'کچّے گھڑے'میں سے لئے گئے درج ذیل محاورات ان رنگوں کو نمایاں کرتے ہیں۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
وَن سوَنا	ص۱۶	ہر قسم کا ہونا	رنگ برنگے پتّن اُتّے وَنّ سوَنّے سَنگ
جھکڑ جُھلنا	ص۱۸	تندو تیز آندھی	بدّل آن تے جھکڑ جُھلّن چیرے اُڈن' صافے کھُلن
کُوڑے ہاسے ہسنا	ص۲۱	جھوٹا ہسنا	ایویں کُوڑے ہاسے تینڈے نال وٹانواں
بٹ بٹ تکنا	ص۲۳	حیران ہو کر دیکھنا	ہر ہر راہی آں بٹ بٹ تکے
سنھاں لانا	ص۳۴	چھُپ کے وار کرنا' چوری کرنا	کوئی کم نہ چھوڑے راتیں سنھاں لائے
کھِڑ کھِڑ ہسنا	ص۴۳	کھِل کھلا کر ہسنا	میں ہتھ ودھاواں تے کھِڑ کھِڑ ہَسّے

گُجھے روگ لگنا	ص۴۵	اندر کا درد؛ پوشیدہ دُکھ	اُچّے شَملے نال نہ چھپّن دِلے نے گُجھے روگ
بھاں بھاں ہونا	ص۵۱	ویران ہونا	بھاں بھاں کرنا ٹیشن تے شاں شاں کرنے گن
سَجرے پُھل وَسنا	ص۵۴	خواہشات کا پورا ہونا	سَجرے سَجرے پُھل سَدھراں نے وَسّے نیں
نمی نمی چانی	ص۶۶	ہلکی ہلکی چاندنی؛ چاند کی مدھم روشنی	اُچے اُچے بوٹیاں تے نمی نمی چانی
جھوٹھی موٹھی گجنا	ص۷۲	دِکھاوے کیلئے غصّے میں آنا	رولا سُن کے ماسی ''بھولی'' جھوٹھی مُوٹھی گجّی
ہنھیری جھلنا	ص۸۸	تکلیفوں کی زد میں آنا	غماں نی ہنھیری جھلی سدھراں نے دیوے بُجھے

'جگراتے' از شریف کنجاہی

شریف کنجاہی نہ صرف پنجابی بلکہ اُردو کے بھی شاعر ہیں۔ ان کا دور اُردو میں نئی نظم متعارف کرانے کا دور تھا۔ شریف کنجاہی نے نئی نظم لکھتے ہوئے جب عقل اور سوچ کو روح کے ساتھ ملایا تب اُن کی نظم میں اٹل حقیقتوں کے رنگ جھلکنے لگے۔ انھوں نے انسان کی تقدیر اور ازلی مجبوریوں کو موضوع بنا کر پنجابی کی ادبی روایت کو سامنے رکھ کر سوچ اور جذبے کے برابر وزن کے ساتھ نظمیں تخلیق کیں۔ اُن کی کتاب 'جگراتے' میں بھی اسی ادبی روایت' سوچ اور جذبے کا عمل دخل ہے۔ اس کتاب میں سے چند محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
جھٹ گھسانا	ص۲۵	وقت گزارنا	آجا جھٹ گھسا لے

وگار کٹنا	ص۳۶	کسی کے لئے مفت کام کرنا	کیوں مُڑ اِک وگاراں کٹّے تے اِک ویلھیاں کھاوے
اِکل وانجے سوچنا	ص۴۲	تنہائی میں سوچنا	اِکل وانجے بہہ بہہ سوچاں کد پرتن دیاں رُتاں
پینڈا کھوٹا ہونا	ص۵۰	محنت ضائع ہونا	نہ انج پینڈا کھوٹا ہووے، رُکھا وی نہ لگے
وگ تگ کرنا	ص۵۱	جلدی جلدی کام کرنا	وگ تگ کر دے جاندے
ڈھا مارنا	ص۵۲	روتے ہوئے مدد کیلئے پکارنا	ادھی راتیں ایس ویلے ڈھا کنھے ماری اے
جفر جالنا	ص۵۳	دُکھ اٹھانا، تکالیف برداشت کرنا	جفر جال جال کے تے مُنڈے نوں پڑھایا سی
کھکھر وانگوں چھڑنا	ص۶۰	بھڑوں کے چھتے کی طرح مصائب آنا	کھکھر وانگوں چھڑ کے تینوں وختاں کھوہ کھاناں
کُلیاں نوں پھُوکنا	ص۶۳	گھر تباہ کرنا	کُلّیاں نُوں پھُوک کے تے وسدے اُجاڑنا
نونہاں نالوں ماس نکھیڑنا	ص۶۵	خونی رشتوں کا لاتعلق ہو جانا	نُونہاں نالوں ماس نکھیڑیا کر کر آڈیاں ونڈاں
کنڈ ننگی ہونا	ص۶۶	کوئی مددگار نہ رہنا	بھائی بھائیاں نالوں رُسّے ننگیاں ہوئیاں کنڈاں
اُدرنا	ص۶۷	اُداس ہونا	اُدریویں پئے ترلے لیندے کالھاں کردے سوڑے پیندے
ڈھڈیں پیڑ پینا	ص۷۴	بہت خوش ہونا	ہس ہس ڈھڈیں پیڑاں پیندیاں، اوہ جتھے جھٹ بہندا سی

سنگھی نُونہہ	ص۷۵	زبردستی کام کروانا	اج دیاں دھندیاں بکھیڑیاں دی سنگھی نُونہہ دِتّا اے دینا
پھاہے لاہنا	ص۸۵	زخموں سے مرہم اُتار دینا	پھٹاں اُتوں پھاہے لاہ کے اوہدے اگے روندا
بھمبل بھوسے کھانا	ص۸۵	بے مقصد پھرنا	آہندا میں جیون دے تھل وچ بھمبل بھوسے کھاناں
پکے پا کے بیٹھنا	ص۱۱۱	پکے مکان تیار کرنا	کس پکے پا کے بیٹھنا ایہہ دُنیا اِک سراں

'محاوراتی غزلاں' از محمد اقبال نجمی

محاورے تہذیب وتمدن کے وہ لا فانی خدوخال ہوتے ہیں جن کی خوبصورتی صدیوں کی خاک میں کھو کر بھی سدا اپنی بہار دکھاتی رہتی ہے۔ کیوں کہ محاورے اپنے اندر کسی تغیر پذیری کو جگہ نہیں دیتے۔ محاورے زمین اور اس کے ساتھ ساتھ موسموں اور مناظر کو اپنے ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ اسی لئے ان کی تہذیبی چمک دمک اپنے اصل روپ میں زندہ رہتی ہے۔'' کہنا اور کرنا'' دودھ کی نہر نکالنے کے مترادف ہے۔ غزل کے ہر مصرعے میں محاورے کو اُس کی اصل حالت میں استعمال کرنا بہت مُشکل کام ہے۔'' کہنا اور کرنا'' جب ایک ہو جائیں تو جان لینا چاہیے کہ زمین نے آسمان کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور یہ گرفت سالوں کی ریاضت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ محمد اقبال نجمی بہت خوش نصیب ہیں کہ انھوں نے'' کہنا اور کرنا'' کے تخلیقی اور فنی سفر کو بہت خوبصورت انداز میں پورا کیا ہے۔ محمد اقبال نجمی کا مجموعہ'' محاوراتی غزلاں'' جو کہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے وہ طلسماتی محل ہے جس میں زندگی اور تہذیب وتمدن کی ساری تصاویر نے اپنے اپنے دکھ اور خوبصورتی کے ساتھ اردگرد کو مسحور کیا ہوا ہے۔ محمد اقبال نجمی نے ان شعری محاوراتی تصویروں کو فکر کی گہرائی اور فن کی پختگی کے ساتھ اس طرح تخلیق کیا ہے کہ سب تصاویر اپنے اپنے رنگ کا اظہار اور مزاج کی پہچان کراتی ہوئی نظر آتیں ہیں۔ زبان کا یہ نکھار، پختگی، لفظوں کا مناسب ترین استعمال اور محاورات کا معنی کے قریب ترین استعمال کسی کسی کے حصے

میں آتا ہے جیسا کہ اُن کے درج ذیل محاورات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
ات خدا دا ویر ہونا	ص۹	انتہائی بُری حرکات اللہ کو ناراض کرتی ہیں۔	ات خدا دا ویر ہمیشہ ہوندا اے مظلوماں نوں دار چڑھانا چنگا نہیں
آس دا محل بنانا	ص۹	امید پر زندہ رہنا	جیون بیڑی اوڑک اک دن ڈبنا اے اس تے آس دا محل بنانا چنگا نہیں
ڈھول وجانا	ص۱۰	کسی بات کو عام کرنا	چنگے کم دی خشبو آپے کھِلرے گی نجمی ایس لئی ڈھول وجانا چنگا نہیں
پردہ پانا	ص۱۰	عیب چھپانا	عیباں اتے پردے پانا چنگا اے
چٹی بھرنا	ص۱۱	جُرمانہ ادا کرنا، خمیازہ بھگتنا	سمجھ نہ آوے کاہدی چٹی بھرنے آں
دُکھڑے جرنا	ص۱۱	دُکھ سہنا	چھاواں وچ وی دُھپ دے دُکھڑے جرنے آں
دیوے بالنا	ص۱۱	مُراد پوری ہونا، شدید انتظار کرنا	بال کے دیوے اوہدی راہ وچ دھرنے آں
سُمکے بھرنا	ص۱۲	سسکیاں لے کر رونا	آس نراس دی پلک تے نجمی سُمکے بھردے اتھرو ویکھاں
دُکھ دا اپاء کرنا	ص۱۳	مشکل کا حل ڈھونڈنا	جے توں سُکھ دی سویر چاہنا ایں اپنے دُکھاں دا کر اَپا کوئی
دُکھ بھوگنا	ص۱۴	مصیبت جھیلنا	بھوگ دُکھاں نُوں جان تے اپنی پیار دا آہلنا بنا کوئی

محاورہ	صفحہ	معنی	مثال
ڈانواں ڈول ہونا	ص۱۵	بے یقینی کی صُورتِ حال	دھرتی وی اج ڈانواں ڈول اے
امبر کمبنا	ص۱۵	آسمان کا کانپ اُٹھنا	تھر تھر کمبدے امبر ویکھاں
تارا ٹٹنا	ص۱۹	بدنصیبی آنا، بُرے دن آنا	تارا ٹٹیا میرے مقدر دا چال بدلی نہ کجھ لکیراں دی
رت برف ہونا	ص۲۰	جذبات سرد ہونا	برف کیتی اے رت بھلا کنّھے سورجاں ورگیاں سریاں دی
ڈانگو ڈانگی ہونا	ص۲۱	لاٹھیوں سے لڑنا	اکو واری ڈانگو ڈانگی ہولے تُوں
خاک اُڈانا	ص۲۳	نُقصان پہنچانا	میریاں سجناں میری ویکھو کِسراں خاک اُڈائی
شیطان دی آندر ہونا	ص۲۳	کِسی چیز کا طُول پکڑنا	عمراں تک نہیں مُکنے ایہ تے جھگڑے نیں دیوانی ایہہ شیطان دی آندر وانگوں لمے ہوندے جاندے
شیر دے مُونہہ اچ جانا	ص۲۴	جرات کا مظاہرہ کرنا	کم اے ہاری ساری دانہیں شیر دے مُونہہ اچ جانا
ساہ بھُبھل ہونا	ص۲۶	گرم سانس آنا	ساہواں بھبھّل بھبھّل ہوئیاں جیبھ تے پے گئے چھالے
جثّہ گالنا	ص۲۶	سخت جسمانی مشقت کرنا	ایویں وقت وہایا اپنا ایویں جثّہ گالے
رٹ لانا	ص۲۷	دُہرانا، بار بار ذکر کرنا	کم دی رٹ تُوں لانا چھڈ ہُن شام پوے گھر پرتیں
رسیاں سڑنا	ص۲۷	کُجھ نہ بچنا، تعلق ختم ہونا	سنگت دیاں رسیاں سڑیاں تے اکلاپا لبھیا

پیار دی الکھ جگانا	ص۲۹	پیار کا اظہار کرنا	کوئی تے پیار دی الکھ جگاوے قول قرار دی پینگھ چڑھاوے
چھاتی تے ہتھ مارنا	ص۳۱	پُورے اعتماد سے بات کرنا	چھاتی تے ہتھ مار کے کہیئے سچے ہوئیے جے کر
بھیڑی بہنی بہنا	ص۳۷	بُری صحبت میں بیٹھنا	توں جابہنا ایں بھیڑی بہنی ماں تیری پئی سہکے
سر تے سِنگ اُگنا	ص۳۷	انوکھا ہونا	تہاڈے سر تے کیہ سِنگھ نیں اُگے تُسیں بنو پئے چنگے
عرش دے کنگرے توڑنا	ص۳۷	کوئی ناممکن کام سرانجام دینا	توں انج پھلیا پھرنا ایں جیویں توڑے عرش دے کنگرے
طوطے اڈنا	ص۳۸	ہوش اڑنا، حواس باختہ ہونا	دشمن دے نال پڑ پیا تے اڈ گئے اوہدے طوطے
کندھاں دے کن ہونا	ص۳۸	راز رکھنا بہت مُشکل ہونا	کندھاں نوں وی کن ہوندے نیں ایہہ گل ہر دم چیتے رکھیں
کلمہ حق الاپنا	ص۳۹	سچی بات کرنا	انج تے کلمہ حق الاپن والے لکھ ہزاراں
کمائی کُتی کانویں ہونا	ص۳۹	کمائی بیکار جانا	ساڈی نیک کمائی ساری ہوگئی کتی کانویں
در وٹنا	ص۴۱	برداشت کر جانا، ضبط کر لینا، صبر کرنا	دڑ وٹ کے ہُن وقت ٹپاویں رولا نہ تُوں پاویں
دُدھ دیاں دندیاں ہونا	ص۴۱	بےعقل ہونا، بچوں جیسی سمجھ ہونا	دُدھ دیاں دندیاں اوہدیاں حالے اوہنے مت کیہ دینی
طُوطی بولنا	ص۴۱	شہرت ہونا	تیرا طوطی بول رہیا اے چمکے تیرا تارا

شیخی مارنا	ص۴۳	بڑی بڑی باتیں کرنا	سمجھ نہ آوے کاہدے لئی انج لوک پے شیخی مارن
دلوں گھنڈی کڈھنا	ص۴۷	صاف بات کرنا	دل چوں گھنڈی کڈھ دتی، میں کوئی نہیں گل لکوئی
شوشا چھڈنا	ص۴۷	افواہ پھیلانا	انج لگدا اے واء نے اج فیر چھڈیا کوئی شوشا
دھڑکو لگنا	ص۴۷	خوف طاری ہونا	کنے چر دا دھڑکو سی ایہ خورے کیہ ہو جانا
ڈِھڈ توں لیڑا چکنا	ص۴۷	اپنے عیب ظاہر کرنا	اپنے ڈھڈ توں لیڑا چک کے آپ تماشا بننا
مونہہ کرنا	ص۵۰	کِسی سے مقابلہ کرنا	تگڑیاں ولیں ڈردیاں مارا کوئی نہیں کردا مونہہ
ریت دی کندھ بنانا	ص۵۰	ہوا میں محل تعمیر کرنا	کدی وی اوہناں تے نہ رکھنا محلاں دی اُمید جیہڑے لوکی ویلھے بیٹھ کے ریت دی کندھ بنان
دل دا کھوٹا ہونا	ص۵۱	نیت ٹھیک نہ ہونا	اوہنوں یار کیہ کہنا دسو جیہڑا دل دا کھوٹا
بگانے سِروں میلہ ویکھنا	ص۵۱	دوسروں کے پیسوں پر عیش کرنا	سر بیگانے میلہ تکنا بڑا سکھالا ہوندا
ڈغا لگانا	ص۵۲	کِسی کے عیب کی مشہوری کرنا	ڈغا نہ وچ بازار دے لایئے سبھ دیاں شرماں رکھیئے
رسّے وٹنا	ص۵۳	افسانوی باتیں کرنا	گلاّں دے نال رسے وٹنا ٹھیک نہیں
کلمے رٹنا	ص۵۴	غور و فکر نہ کرنا	طوطے وانگوں کلمے رٹنا ٹھیک نہیں
اگ بگولہ ہونا	ص۵۶	غصے میں آنا	نکی نکی گل تے ویکھو اگ بگولہ ہون

قور (قبر) وچ لتّاں ہونا	ص۵۹	قریب المرگ ہونا' موت کے قریب ہونا	وچ قوردے لتاں نیں تے ہوس نہ فروی مکّی
کالی رات دا مکنا	ص۶۱	مصیبت کا ختم ہونا	کالی رات وی مک جاوے گی بے صبرا نہ ہوویں
بلھیں جندرے وجنا	ص۶۳	بات نہ کر سکنا	بلھیں جندرے وجے سن اکھیوں حال سناندے رہے
جیبھاں سُکناں	ص۶۵	مُنہ سے بات نہ نکلنا	اوڑک سکیاں جیبھاں مٹی ہار غریباں
سُتے ناگ جگانا	ص۶۷	خواہ مخواہ مسائل پیدا کر لینا	اوہنوں کون بچاوے جہڑا سُتے ناگ جگائے
سینہ وِنھنا	ص۶۷	سینہ چھلنی کرنا' روگ لگانا	وِنھ گئے میرا سینہ جہڑے سجناں تیر چلائے
ٹوہ وچ رہنا	ص۶۹	عیب ڈھونڈتے رہنا	جیہڑے بہتے متر ہندے ٹوہ وچ رہندے لیندے چساں
دِل ٹھگنا	ص۷۱	دل موہ لینا	کرے اشارے نمھے نمھے' دل میرے نوں ٹھگے
اِٹ سُٹ کے لڑائی لینا	ص۷۱	جان بوجھ کے لڑائی مول لینا	اِٹ سُٹ کے اوہ لوے لڑائی راہ جاندے نوں چگّے
اتھ وتھ نہ رہنا	ص۷۱	سمجھ بوجھ نہ رہنا	جد میں اس ول تکاں مینوں اتھ وتھ نہیں کجھ رہندا
کاٹھ دا اُلو ہونا	ص۷۱	بالکل جاہل اور بے عقل ہونا	اوہ اے ایڈا سادا مینوں کاٹھ دا اُلّو لگے

کن سن وچ دسنا	ص ۷۵	کسی کو خبر نہ ہونے دینا	کن سن دے وچ دسیں مینوں اک گل لانبھے ہو کے
اسمان ول نظراں چکنا	ص ۷۷	حیرت زدہ ہونا	گل انہونی ویکھ کے لوکی ول اسمانیں نظراں چکدے
عید دا چن بننا	ص ۷۹	شاذو نادر نظر آنا	صدقے جاواں یار میرا تے عید دا چن ای بنیا
غصہ تھکنا	ص ۷۹	سکون میں آنا، غصہ ختم کرنا	غصے نوں تھک دینا چنگا' سنیا وڈیاں کولوں
کوڈی مُل نہ ہونا	ص ۸۳	کوئی قدر نہ ہونا	ایہہ دنیا تے اوہدا ایتھے کوڈی مل نہیں پاندی
کھجل ہونا	ص ۸۳	خوار ہونا، در بدر کی ٹھوکریں کھانا	بوہے بوہے کھجل ہووے ویکھ مول نہ سنگے
راساں موڑنا	ص ۸۵	لگام سے گھوڑے کی سمت تبدیل کرنا	ہُن اپنی تقدیر دیاں میں آپے راساں موڑاں گا
سیس نوانا	ص ۸۶	جھکنا	پر نہ بھیک کسے توں منگی 'نہ میں سیس نوایا اے
ڈور ہتھ ہونا	ص ۹۰	سب کچھ ہاتھ میں ہونا، بااختیار ہونا	ڈوراں نجمی اوہدے ہتھ نیں راہ دیوے یا کرے دیواراں
کنّی کترانا	ص ۹۱	پلو چھڑانا، جان چھڑانا	تیرے پیار دے گھیرے اندر' آپھسیاواں میں وی چنگا کردا تیرے کولوں جے کنی کتراندا
اکاں نوں انب لگنا	ص ۹۶	انہونی بات ہونا	اکاں نوں تے انب نہیں لگدے اوہ ملنا جو بویا
شیشے دی کندھ اُسارنا	ص ۹۹	بہت کمزور تحفظ اختیار کرنا	شیشے دی میں کندھ اُساری اپنے چار چوفیرے

بے ساکا بے	ص۱۰۰	اکیلا ہونا' کوئی	نکیاں نکیاں گلاں تے میں انج نہ گڑھدا نجمی
انگا ہونا		رشتے دار نہ ہونا	چنگا سی جے ہوندا میں وی بے ساکا بے انگا
چن چڑھانا	ص۱۰۷	انوکھا کام کرنا	سارے بھیت دے جندرے توڑے' ایہہ کیہ چن چڑھایا
پراں تے پانی	ص۱۱۲	اپنے ذمے بات	پراں تے پانی پین نہیں دیندا، جھوٹھ سدا اوہ بولے
نہ پین دینا		نہ آنے دینا	
خشبو گھولنا	ص۱۱۹	معطر کر دینا	خشبو دیندے اپنی گھول جدوں کھلوندے میرے کول
زردی کھنڈنا	ص۱۲۲	چہرہ زرد ہونا'	میرے مُکھ تے زردی کھنڈدی نجمی اودوں دی
		پریشان ہونا	دُور کِتے اِک بُجھدا دِیوا جد دا ویکھ لیا

'ترنجن' از احمد راہی

احمد راہی پنجابی کے عظیم شاعر ہیں۔ انھوں نے مُدتوں کی سوئی ہوئی پنجابی زبان کو جگایا اس میں نئے نئے موضوعات اور انداز متعارف کروائے۔ انھوں نے پاکستان بننے کے دوران انسانیت کے دل سوز اور پورے نہ ہونے والے خوابوں اور حقیقتوں کے بارے میں لکھا۔احمد راہی اُن لوگوں کی آواز بن کر اُبھرے جو اُمّید و یاس کے درمیان تھے۔ وہ منافقت کی جگہ خوبصورت' صاف ستھری اور نکھری ہوئی محبت کو بڑھانا چاہتے ہیں اس لئے اُمید کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ۔احمد راہی کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ وہ موسیقی کی دُنیا میں بھی خوب جانے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے فلمی گیتوں تک میں محاورات کا استعمال کیا ہے۔ اِن کی کتاب ''ترنجن'' سے لئے گئے محاورات شامل کئے گئے ہیں۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
لٹ لٹ ہونا	ص۲۴	بہت زیادہ چمکنا'	جدے چَن جیہے مُکھ دے چانن نال نال
		خوبصورت ہونا	لٹ لٹ پیا کردا ویہڑا اے
ٹھگنا	ص۳۲	لُٹنا	ساہنوں ٹھگ گئی یاد اِک ٹھگ دی
سُولی ٹنگناں	ص۳۹	اذّیت دینا	کاہنوں دِل نوں سُولی ٹنگاں
گل پھاہ پانا	ص۳۹	مصیبت مُول لینا	کیوں پاواں گل پھاہ

محاورہ	صفحہ	معنی	مثال
اُسّل وَٹّے بھنا	ص۴۵	بُہت بے چین ہونا، مضطرب ہونا	دِل اُسّل وَٹّے بھنّے کدی بُوہے کدی بنّے
ہتھیں گنڈ دینا	ص۶۶	اپنے ہاتھوں کوئی کام بگاڑنا	جیہڑی ہتھیں دِتی اے اوہ گنڈ تے کھُلنی نئیں
ککھاں وانگ رُلنا	ص۹۷	بے وُقعت ہونا	ککھاں وانگ میں گلیاں چ رُلدی
گھڑی دو گھڑی دا ساتھ ہونا	ص۱۲۳	عارضی ساتھ ہونا	گھڑی دو گھڑی دے ایتھے ساتھ بَتھیرے
کھُنج جانا	ص۱۲۴	بار بار راستہ بھُولنا	راہواں کھُنج کھُنج جان، ساڈے ٹُٹ گئے مان
کھیہہ اُڈانا	ص۱۲۷	ویران ہو جانا، خاک اُڑانا	ڈھاواں مارن گے ہُن بیلے کھیہہ اُڈاون گے اوہ ویلے
اک مِک ہونا	ص۱۲۷	یک جان ہونا، گھُل مِل جانا	جنہاں دے اوہلے اِک مِک ہوئی میری تیری تقدیرٗ وے رانجھن

'سفر دی رات' از منیر نیازی

قادر یار سے لیکر آج تک اگر پنجابی شاعری نے کوئی نیا تجربہ کیا ہے تو وہ منیر نیازی کی شاعری کی بنیاد پر کیا ہے۔اُن کی شاعری میں ہر طرح کے رنگ ہیں۔اس میں فرید کی تھل کو ویران کرنے والی ''کُوک'' کا رنگ بھی ہے اور خالی درگاہوں کی خاموشی بھی ہے۔آدھی کُھلی ہوئی کھڑکی کا بھید بھی ہے۔ایک بدمعاش عورت کا روپ بھی ہے اور لوگوں کو چُپ کرانے والا حسن بھی ہے۔وہ معاشرے میں موجود بُرائیوں کو چڑیلوں سے تشبیہہ دیتے ہیں دراصل اُن کی شاعری میں خوف اصلاحی رنگ میں لپٹا نظر آتا ہے۔منیر نیازی کے مجموعہ کلام ''سفر دی رات'' میں استعمال کئے گئے چند منتخب محاورات شامل کئے گئے ہیں:۔

محاورہ	معنی	مصرع/شعر
گجھیاں گلاں ص۹	اشاروں کنایوں میں بات سمجھانا	سَپ دی شوکر گونجے جیوں گلّاں گُجھے پیار دیاں
کلّم کلّا دم ص۱۶	تنہا ہونا	فکر نہ فاقہ ہور دا تے کلّم کلّا دَم
سُنج مسُنجیاں ص۱۹	خالی ہونا، ویران ہونا	کندھاں سُنج مسُنجیاں کوٹھے وانگ بَلا
انھیاں واواں ص۲۲	دیکھنے کی صلاحیت چھیننے والی آندھی	شاں شاں کردے رُکھ پپل دے انھیاں کردیاں واواں
اکو رنگ وچ رنگنا ص۵۲	ایک جیسا ہونا	اوس خدا نے سب دے مقدر اِکّو رنگ وچ رنگے نیں
سنھاں لانا ص۵۲	چوری کرنا	اوہ وی جیہڑے رات نوں لُک کے گھراں چ سنھاں لاندے نیں
دن دیہاڑے ڈاکے پینا ص۵۴	سرِعام لاقانونیت ہونا	دن دیہاڑے اکھاں سامنے شہر چ ڈاکے پیندے سن
پھاہی لانا ص۵۷	پھندا لگانا	چاروں پاسے موت دی خونی پھاہی لا کے بیٹھے ساں
لس لس کرنا ص۵۸	خوبصورت اور روشن	جس دیاں لس لس کر دیاں لاٹاں اکھاں پاگل کر دیاں نیں
ویہڑے سُنجے کرنا ص۶۰	ویران کرنا، برباد کرنا	مردیاں مردیاں دشمناں دے وی ویہڑے سُنجے کر گئے سن
پتھر وانگ ہونا ص۶۴	بے حس ہونا	اپنے مرے ہوئے ساتھیاں دے وچ پتھر وانگ کھلوتا ساں

’چار چُپ چیزاں‘ ازمنیر نیازی

منیر نیازی کا مجموعہ کلام ’’چار چُپ چیزاں‘‘ ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں اُنھوں نے اکلاپے سے پیدا ہونے والے جیتے جاگتے انسان کے خوف کی تصویر کو ظاہر کیا ہے۔اُن کی شاعری میں موجود خوف سطحی نہیں بلکہ انسان کے شعور کو جگانے اور بُرائیوں سے بچنے کا درس دیتا ہے۔ اس مجموعہ کلام سے لئے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
اَنت تے جانا	ص ۱	انتہائی اقدام	زہر سی یا اوہ امرت سی سب انت تے جا کے پیتا میں
سُنجا کرنا	ص ۳	ویران کرنا	اِکو کُوک فرید دی سُنجے کر گئی تھل
گُجھی گُجھی بھہ آنا	ص ۹	شیر کی آہستہ آہستہ غُرانے کی آواز	گُجھی گُجھی بھہ شیراں دی بن دے اندروں آندی رئی
لہو دا جال ہونا	ص ۲۱	قیامت خیز حُسن	بُلھ سن اوس کُڑی دے جیویں لال لہو دا جال
پرچھانواں ہونا	ص ۲۴	پیچھا کرتے رہنا	سفراں وچ پرچھاویں وانگوں پچھے پچھے رہندا اے
پھاہی لانا	ص ۳۲	پھندا لگانا	ساریاں راہواں مل کے بیٹھا لا کے پھاہیاں پانی
بھانبڑ بلنا	ص ۳۹	الاؤ جلنا	بھانبڑ بلیا اگ دا ٹھنڈے برف مکان تے

’تتیاں چھاواں‘ ازسلیم کاشر

سلیم کاشر کی شاعری خارجی اور داخلی دونوں پہلوؤں پرمشتمل ہے ۔ وہ خارجی اثر کے تحت دُنیا کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور جب یہ دُنیا اُنھیں اپنی خواہشات کے مُطابق نظرنہیں آتی تو وہ واپس اپنے دل کی دُنیا میں چلے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ خارجی اور داخلی پہلوؤں کو زیر بحث لاتے ہیں۔ اُن کا مشاہدہ بہت گہرا اور عمیق ہے۔ اُن کی نظموں کے عنوان ’سنجا رُوپ نگر گجرات‘، ’دیوا‘ اور ’واتل‘ اُن کے گہرے مشاہدے کو ظاہر کرتے ہیں۔کہیں کہیں وُہ نرگسیت کا شکار ضرور ہو جاتا ہے لیکن اُس کا مشاہدہ اُسے دوبارہ حقیقت کی دُنیا میں لے آتا ہے۔ سلیم کاشر کی کتاب ’’تتیاں

چھاواں'' میں سے منتخب محاورات شامل کئے گئے ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
کنسوواں لینا	ص۲۲	کسی کے متعلق جاننے کی کوشش کرنا	تپدیاں راہواں توں لینی آں ماہی دیاں کنسوواں
لنبو لانا	ص۲۳	شعلہ بار آگ لگانا	اج پُرانیاں پیڑاں اُٹھ اُٹھ لنبو لائے
ویہڑا سُنّا ہونا	ص۴۱	تنہائی ہونا	یار وچھنے ویہڑے سُنّے دل دی نگری لُٹّی
لَس لَس کرنا	ص۵۴	ہرا بھرا ہونا	ہُن پکیاں تھانواں بن گئے سب لَس لَس کردے باگ
ہُنبلیاں مارنا	ص۵۵	بار بار اُچھلنا	آئیاں کڑھن ہُنبلیاں مارن کنڈیاں دے دل
سُنج مسان ہونا	ص۶۴	ویران ہونا	اج بیلے ویہلے ہو گئے اَتے سُنج مسان چُپال
ہک ڈاہنا	ص۷۳	مقابلہ کرنا	رانجھیاں حق لئی ہک ڈاہ دِتی پے گئے جگ بکھیڑے
دو ہتھڑاں مارنا	ص۸۰	سَر اور چھاتی پیٹنا	پچھو گُجھ ناہیں حال موتیے دا اوہ تے مار دو ہتھڑاں رووندا سی
دُکھ بھوگنا	ص۱۰۵	دُکھ برداشت کرنا	میں تے تیتھوں وکھریاں ہوکے نِت پیا بھو گاں دُکھ
امرت ونڈنا	ص۱۰۹	آبِ حیات تقسیم کرنا	میں تے امرت ونڈدا پھرناں کھا کھا گوڑا اک
نک رکھنا	ص۱۰۹	عزت رکھنا	تُوں وی تے پنجاب دی دھی ایں رکھ لے دیس دا نک
اڈیاں چُک چُک ویکھنا	ص۱۱۱	بے تابی سے انتظار کرنا	ہُن وی راہ سجناں دا ویکھن اڈیاں چُک چُک سیّاں
تاہنگاں لانا	ص۱۱۲	پُر اُمید ہونا	تُوں تاہنگاں ایں لائیاں رکھیّاں تیری تھانویں کھیڑے ڈُھک گئے
کنڈ نہ دینا	ص۱۴۴	ساتھ نہ چھوڑنا	دِل والے جد چا لیندے نیں سر عشقے دِی پنڈ جانے کُل جہان اوئے سجناں فیر نہ دیندے کنڈ

'میں کِنّے پانی وچ آں' از ماجد صدیقی

ماجد صدیقی کا مجموعہ کلام ''میں کنّے پانی وچ آں'' ۳۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ ماجد صدیقی روایت کے زینے پر کھڑے ہو کر جدّت کے نئے نئے اُفق تراشتے ہیں۔ ان کا ہر شعر ہماری انفرادی یا اجتماعی زندگی کی ایک ایسی تصویر ہے جو ہمیں نہ صرف لطفِ نظارہ بخشتی ہے بلکہ دعوت فکر بھی دیتی ہے۔ جیسا کہ ان کے مجموعہ کلام ''میں کِنّے پانی وچ آں'' سے لئے گئے محاورات سے ظاہر ہوتا ہے۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
ٹکراں مارنا	ص۷	بے سود کاوش	جھلے کوئی نہ تھاں تے ٹکراں ماراں میں
تاہنگ ہونا	ص۹	اُمید ہونا	دل وچ اوہدی تاہنگ سی
گھُل مِل جانا	ص۱۲	ہم آہنگی پیدا ہونا	ویلے دے گزرن تے اج گھُل مِل جانا سی
باگیں کھڑنا	ص۱۲	بہت خوش ہونا	اُس جھاتی پیاری توں دِل باگیں کھڑنا سی
تانا تننا	ص۱۲	خاکہ بنانا	ہتھاں وچ ہتھاں دا تانا جیہا تننا سی
کھُر کھُر جانا	ص۱۵	کسی چیز کا آہستہ آہستہ ختم ہونا	دل وانگ پتاسے وی! جس کھُر کھُر جانا ایں
بھُر بھُر جانا	ص۱۵	آہستہ آہستہ کسی چیز کا ختم ہونا	جس بھُر بھُر جانا ایں
آہلنیوں بوٹ ڈِگنا	ص۱۹	اپنے آشیانے سے گر جانا	آہلنیوں اِک بوٹ سی ڈِگا
ٹپ ٹپ اتھرو کیرنا	ص۲۰	زارو قطار رونا	ٹپ ٹپ اتھرو کیرن گے اوہ

مُنہ تے جندرا	ص۳۰	لب سی لینا	وت بی ایہہ ای سوچ کے بھینے منہ تے جندرا لا گھندی آں
لا نا			
قصّہ چھوہنا	ص۳۱	بات کو فضول طُول دینا	جے میں کوئی بی گل چا چھیڑاں' اوہ چھوہ باہندی لمے قصے
پھٹ چھیڑنا	ص۳۷	زخم ہرے کرنا	مینڈھے دِل دے گُجھے پھٹ تُوں' چھیڑ نہ پُترا
سپ سُنگھ جانا	ص۳۸	بالکل چُپ ہو جانا	گھر آوندا تے بس اوہنوں جج 'سپ سُنگھ جاندا
اکھیاں دا چانن	ص۳۸	آنکھوں کی روشنی	ساڈیاں اکھیاں دا چانن وی جاندا رہیا
لاٹاں مارنا	ص۳۹	چمک دمک ہونا	سارے پِنڈ وچ'اج وی لشکاں لاٹاں مارے

'اکھیاں دے پرچھاویں' از الطاف قریشی

شاعری کی بنیاد جذبات میں اُتار چڑھاؤ پر ہے۔لیکن کُچھ اشعار ایسے بھی ہوتے ہیں جو دل کے ساتھ ساتھ دماغ کی پیداوار ہوتے ہیں۔''اکھیاں دے پرچھاویں'' میں یہ دونوں رنگ نمایاں ہیں۔ الطاف قریشی نے تشبیہات اور استعاروں کا استعمال بہت خوبصورت انداز میں کیا ہے ۔ ان کی شاعری میں تمثیل نگاری کا رنگ بھی نمایاں ہے جیسا کہ اُن کی نظم ''کشمیر'' سے ظاہر ہوتا ہے جس میں انھوں نے ایک لڑکی کے روپ میں کشمیر کی دھرتی کی فریاد کو بیان کیا ہے۔ ''اکھیاں دے پرچھاویں''میں الطاف قریشی نے نہ صرف سماجی' معاشی اورسیاسی پہلوؤں کو اپنے قلم کے ذریعے لکھا بلکہ اس میں گرامر کے اصولوں کو بھی مدِّنظر رکھا ہے۔ اس مجموعہ کلام میں سے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
لُس لُس کرنا	ص۴۲	تکلیف محسوس ہونا	لُس لُس کردا میرا پِنڈا
شُوں شُوں	ص۴۲	شوریدہ ہوا	شُوں شُوں وگدی وا پُرے دی
واوگنا			
تھر تھر کنبنا	ص۴۴	خوف سے کانپنا	پِنڈا تھر تھر کنبے

مند چنگ ہونا	ص۴۵	اچھا بُرا ہونا	تھکاں چُنی منگ منگ بھلاں ہر مند چنگ
بھُوت سوار ہونا	ص۵۷	کسی کام کا جنون سوار ہونا	میرے وس نہ میری جندڑی میرے سِر تے بھُوت سوار
کن پڑوانا	ص۷۳	جوگی بننا	نہ میں کن پڑوائے اپنے نہ توں زہر پیالہ پیتا
لج پالنا	ص۸۶	عزت رکھنا	اپنے لیکھ دی لج نُوں پال میرے ناں دا دیوا پال
مُہراں لانا	ص۹۵	کسی بات کے کرنے کے قابل نہ رہنا	میرے مُونہہ تے مُہراں لا چلیوں کویں کاگاں نال میں بولنا وے
گُنجھل پینا	ص۱۰۰	بات میں اُلجھاؤ پیدا ہونا	گل کراں تے گُنجھلاں پیندیاں
سینہ بھخنا	ص۱۰۰	سینہ سُلگنا	لب سیواں تے سینہ بھخدا

'میلہ اکھیاں دا' از انور مسعود

انور مسعود کا شمار پنجابی نظموں میں مزاح کا رنگ بھرنے والے شعراء میں ہوتا ہے۔ اُن کی شاعری میں نظیر اکبر آبادی کی شاعری کی جھلک نظر آتی ہے۔ انور مسعود کی شاعری بڑی جاندار' توانا اور بہت خوبصورت شاعری ہے۔ اپنے رنگ اور آہنگ کے لحاظ سے اُسے جدید شاعری کہتے ہوئے ذرّہ برابر تامّل نہیں ہوتا لیکن جب اُن کے فکری مواد کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے بالعموم اُن انسانی جذبات کی عکّاسی کی ہے جو ماضی قریب کے شعراء کے ذہنوں پر بھی پرتو افگن تھے۔ اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انور مسعود بنیادی طور پر عوامی شاعر ہے۔ وہ عوامی روزمرہ اور محاورے' عوامی مسائل اور عوامی موضوعات زیرِ تخلیق لاتے ہیں۔ انھوں نے نظیر اکبر آبادی کی طرح علم سے بات کہنے کا سلیقہ حاصل کیا ہے۔ اُن کی شاعری عام واقعات' حادثات' روزمرّہ کے معمولات کی شاعری ہے۔ انھوں نے محاورات

اور موضوعات کے ساتھ کوئی مابعد الطبیعاتی تصوّرات وابستہ نہیں کئے۔ بلکہ صاف‘ واضح‘ خوشنما شاعری کے ذریعے اُن پر اظہار خیال کیا ہے۔ انور مسعود کی کتاب ’’میلہ اکھیاں دا‘‘ سے کچھ منتخب محاورے شامل کئے گئے ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
ککھاں وانگ ہولا ہونا	ص۲۱	بہت بے وُقعت ہونا	میں بے قیمت ککھاں وانگوں ہولا جیوں پر چھانواں
آندراں لُوسنا	ص۲۶	تکلیف میں ہونا‘ بہت بھوک لگنا	چھیتی نال جائیں بیبا ‘دیر یاں نہ لائیں بیبا اوہدیاں تے لُوسدیاں ہون گیاں آندراں
پوٹا پوٹا لما ہونا	ص۲۷	انگلی کا تیسرا حِصّہ‘ کم لمبائی	لُونواں والی بھنڈی ہووے پوٹا پوٹا لمی ہووے
رال وگنا	ص۲۹	جی للچانا	تُساں گل کیتی اے تے رال وگ پئی اے
جھکھڑ جھلنا	ص۳۲	مُشکلات پیش آنا	میں کیہہ دسّاں ساڈے سِر تے کِنے جھکھڑ جھلّے
اتھرو ڈِگنا	ص۳۲	آنسو گرنا	ساڈی جھولی اتھرو ڈِگے‘پھُل تُساں تے ڈُلھے
لمّ سلمّے گُلّے ہونا	ص۳۳	اونچے شملے ہونا‘ جاگیردار ہونا	خورے کد تک راج کریسن لمّ سلمّے گُلّے
تروٹکاں آنا	ص۳۴	کمی واقع ہونا	تینوں کدی نہ آوَن تروٹکاں تینوں اللہ دیوے رج
ٹکوراں کرنا	ص۳۸	ہمدردی کرنا	ٹُھریاں ہویاں جُثّیاں نوں میں مِٹھیاں کراں ٹکوراں
بھانڈے بھننا	ص۳۹	جھگڑا کرنا	میرے سِر توں بھانڈے بھنّے لے ہُن میری واری
بڑھکاں مارنا	ص۴۰	غصے کی حالت میں چلاّنا	میں کیہ جاناں تیریاں بڑھکاں میں کیہہ سمجھاں تینوں
دولّی کچھ ہونا	ص۴۰	دونوں فریقین سے رشتہ ہونا	دُوہاں پاسے رشتہ میرا‘ مینوں کچھ دولّی

چواتی لانا	ص۴۱	تعلقات خراب کروانا	میں کیہہ دسّاں گھر گھر جیہڑیاں تُد چواتیاں لائیاں
گھر والی بن بہنا	ص۴۲	مالک بن جانا	منگن آئی اگ تے آپوں گھر والی بن بیٹھی
ڈیرا پٹیا جانا	ص۴۲	بُنیاد ختم ہونا، اقتدار ختم ہونا	تیرا وی انگریزاں وانگوں پٹیا جائے ڈیرا
کھیہڑے پینا	ص۴۷	ضِد کرنا، پیچھے پڑ جانا	راہیاں دے پئے کھیہڑے پیندے خوشبوواں دے بُلّے
ٹھٹھا کرنا	ص۴۹	مذاق کرنا	ہل پَوا ایتھوں بیواقوفے لوک کرن گے ٹھٹھے
بھار ونڈانا	ص۵۲	کسی کا ساتھ دینا	کیہڑا ایہدے بھار ونڈاوے کون ایہدے دُکھ ونڈے
ڈُلھ ڈُلھ پینا	ص۵۹	بہت خوش ہونا	نی کاہدا چاہ چڑھیا جے کیوں ہاسے ڈُلھ ڈُلھ پیندے جے
دیہاڑی پٹنا	ص۶۴	وقت ضائع کرنا	آٹے دا وی ناس کرایائے نال دیہاڑی پٹّی اے
بُھکھے بھانے سونا	ص۶۴	کھانے کو کچھ نہ ملنا	ایہدے ہتھوں روز ایانے بُھکھے بھانے سوندے نیں
بھچال لیاؤنا	ص۶۵	افراتفری مچانا	تُوں تے جدوں وی آویں ایتھے نال بھوچال لیاؤنی ایں
رُڑھ پُڑھ جانا	ص۶۶	بددُعا دینا	رُڑھ پُڑھ جانے وچ سڑے نیں سارے پھُوہڑ مسیتی دے
ٹُٹے چھتر وانگوں ودھدا نا	ص۶۷	حد سے تجاوز کرنا	ٹُٹے ہوئے چھتر وانگوں بہتا ای ودھدا جاندا اے
ککھوں ہولا ہونا	ص۶۷	بے قدر ہونا	ککھوں ہولا کر چھڈیا اے سانوں ایس نمانے نے
اُڈ پُڈ جانا	ص۶۷	تباہ و برباد ہونے والا	اُڈ پُڈ جانا، پھٹکی جوگا کدوں نچلّا بہندا اے

سنھ مارنا	ص۷۵	چھپ کر چوری کرنا	کیہڑی سَنھ ماری اے' کیہڑا کوٹھا ٹپیا اے
لُوتی لانا	ص۷۵	اُکسانا' بھڑکانا	گھرو گھری لا لا لُوتیاں' اگاں بھڑکائیاں نیں
منجی تھلے ڈنگوری پھیرنا	ص۷۶	اپنے گریبان میں دیکھنا	مُڑ مینوں بولی ماریں' منجی تھلے آپوں وی ڈنگوری پہلاں پھیر لے
کھُنّہ کھولنا	ص۷۶	آنکھ کے قریب زخم لگانا	ایہدے ہتھوں سڑ کے' جاموں تیرے خصمے دا' سِر کھُنّہ کھولیا
کھُمب لاہنا	ص۷۸	بے عزتی کرنا	پہلے سارے ہانیاں دی' رج ایہنے کھُمب لاہی' مُڑ پچھوں رو پیا
وڈھن پینا	ص۸۸	غصّے سے لڑنا	تُوں انجے ای وڈھن پئی ایں جیویں تیل جوانہہ دا لڑدا اے
دھن کلیجہ ہونا	ص۸۸	بڑا حوصلہ مند ہونا	ایہہ میرا دھنّ کلیجہ اے جو میری مٹّی مِنّی ایں
مُتکّا لانا	ص۸۸	لڑنا جھگڑنا	مرے نال مُتکّا لاندی اے ایہنوں ویہل جدوں وی مِلدی اے
اِٹ کھڑکّا ہونا	ص۹۰	لڑائی جھگڑا' نااتفاقی	میں تھکا ٹُٹا گھر آیاں گھر اوہو اِٹ کھڑکّا اے
پڑ پینا	ص۹۱	للکار کر لڑنا	اِس محلے دے وِچ ڈِٹّھا جے کدی ایس طرحاں پڑ پیندے نیں
چوبھاں جرنا	ص۹۱	طنز برداشت کرنا	کوئی چوبھاں کد تک جردا اے کوئی سُوہاں کد تک سہندا اے
پیلاں پانا	ص۹۷	مور کی طرح چلنا	ڈِٹھی میں اِک حُور مرے وَل پَیلاں پاندی آوے
بھُلیکھا پانا	ص۹۷	شکوک وشُبہات پیدا کرنا	اِک نظر مستانی جس دی لکھ بھُلیکھے پاوے
کھِڑ کھِڑ ہسنا	ص۱۰۰	بہت خوش ہونا	میں پُچھیا نی حُورو اَڑیو کاہنوں کھِڑ کھِڑ ہسّو

ہنگارا بھرنا	ص۱۱۴	داستان سُنتے وقت متوجہ ہونے کا احساس دلانا	نیندر سب نوں مِٹھی لگدی کون ہنگارا بھر دا اے

'بلدا شہر' از رؤف شیخ

رؤف شیخ کا غزلوں کا مجموعہ ''بلدا شہر'' ۱۲۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں استعمال کی گئی زبان خالص پنجابی ہے۔ ان کی شاعری میں تباہی اور تعمیر دونوں پہلوؤں کا رنگ نظر آتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے مُلک میں بہت تیزی سے تبدیلیاں رونما ہوتیں رہیں اور زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہ تھا جو ان تبدیلیوں سے بچ سکا۔ ہمیں ان کی شاعری میں بھی یہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اُن کے مجموعہ کلام سے لیے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
رتجھاں نال بنانا	ص۱۹	تمام صلاحیتّیں استعمال کر کے بنانا	میرے دُکھ نیں میرے گہنے رتجھاں نال بنائے نیں
کھجّل ہونا	ص۱۹	خوار ہونا	کھجّل ہُوندا رہیاواں راتیں کالخ بھنیاں سڑکاں تے
وِنھنا	ص۲۰	زخمی کر لینا	شیشہ ٹُٹیا کرچاں چُگ چُگ وِنھ لئے اُنگلاں پوٹے میں
آساں پُگنا	ص۲۰	امیدیں پوری ہونا	لوکاں بھانے آساں پُگیاں شگناں ہتھ سجائے نیں
چیک اُٹھنا	ص۲۳	اچانک تکلیف پہنچنے سے چیخیں مارنا	ٹُٹیا ساز وی چیک اُٹھدا اے ہتھ پوے جے تاراں نوں
ڈاروں کُونج وچھڑنا	ص۲۴	تنہا ہو جانا	بھانویں ڈاروں کُونج وچھڑ کے عُمراں تک کُرلاندی اے
کھچیا رہنا	ص۳۰	ناراض رہنا	تُوں خورے کیوں اوس بے دوس توں کھچیا کھچیا رہنائیں
لما ہوکا بھرنا	ص۳۱	لمبا سانس لینا	بُجھنوں پہلاں جیوں کوئی دیوا لمّا ہوکا بھردائے
موہرا کھانا	ص۴۳	زہر کھانا	دھرتی دا اَنھّہ اَج دی سوچے کیہڑا موہرا کھاں

چُپ دی بُکل مارنا	ص۴۴	خامشی اختیار کرنا	اوہناں چُپ دی بُکّل ماری مَلّ لیا پردیس
لیکھ ٹھنڈے ہونا	ص۴۷	قسمت خراب ہونا	میری جھولی فروی خالی میرے لیکھ ای ٹھنڈے نیں
ٹانواں ٹانواں ہونا	ص۵۴	کوئی کوئی، بہت کم	اَکّھ دی گُٹھ توں اَج وی ڈُگدائے تُبکا ٹانواں ٹانواں
سَنھ لانا	ص۸۲	نقب لگانا	بند گلی دیاں کندھاں نُوں پرسوچاں دی سَنھ لاواں

'دامن دے موتی' از اُستاد دامن

اُستاد دامن شاعری کی دُنیا کا ایک اہم اور قابل ذکر نام ہیں انھوں نے اپنے کلام کا کوئی مسودہ نہیں لکھا تھا۔ سائیں اختر حسین، وحید مرزا اور محمد اقبال نے اُستاد دامن کے کلام کو لوگوں کے ذریعے اکٹھا کر کے چھپوایا۔ یہ مجموعہ 163 صفحات پر مشتمل ہے۔ ''دامن دے موتی'' میں علمی، ادبی، فنّی، عمرانی، معاشی اور سماجی ترقی جیسے پہلو نمایاں ہیں۔ اُستاد دامن نے ساری زندگی گلی محلے کے عام لوگوں میں گُزاری لیکن اُن کا وجدان قومی سطح کے عذاب و ثواب کو بھی اپنی گرفت میں رکھتا ہے ایسے ہمہ پہلو لوگ بہت کم معاشروں کے نصیب میں ہوتے ہیں۔ انہوں نے محاورے بھی عوامی بول چال کے استعمال کیے جیسا کہ اُن کے مجموعہ کلام سے لئے گئے درج ذیل محاورات سے ظاہر ہوتا ہے:۔

محاورہ		معنی	مصرع/شعر
حلوے مانڈے کھانا	ص۳۳	عیش کرنا	رل آپ، حلوے مانڈے کھا رہے نیں
لُٹ کھانا	ص۳۳	چوری کر کے کھانا	پیارے دیس نوں لُٹ کے کھا رہے نیں
بھیس وٹانا	ص۳۴	روپ بدلنا	لکھاں بھیس وٹا کے ویکھے آسن کِتے جما کے ویکھے
رولا گولا ہونا	ص۳۵	شور شرابا ہونا	ایہہ دُنیا کیہ رولا گولا کوئی کہندا اے مَولا مَولا
روگ بھُلانا	ص۵۷	تکلیف بھُلا دینا	دارُو دل دا روگ بھُلاوے دل دی میل وی دھوندا

ہڈ کڑ کنا	ص۵۹	سخت محنت کرنا	کیہ سمجھے ایہہ مُفتی میرے ہڈاں دی کڑکائی
دُکھ جرنا	ص۶۰	دُکھ برداشت کرنا	مستی دے وچ بھُل جاواں میں دُنیا دا دُکھ جریا
پھاوا ہونا	ص۶۱	بہت تھک جانا	رات دِنے میں پھاوا ہویا' ورقے پھول کتاباں دے
ویلا کویلا ویکھنا	ص۶۴	وقت بے وقت کا خیال رکھنا	کدے ویلا کویلا تے ویکھیا کر کسے ویلے تے روہ خاموش مُلاں
کھنگورے مارنا	ص۷۰	کِسی کو دیکھ کر طنزاً کھانسنا	مُلّاں نوں سمجھا دے ساقی! مارے ویکھ کھنگورے
نکو نک بھرنا	ص۷۰	پورا برتن بھر دینا	اج جام میرا' نکو نک بھر دے
گنڈھ کپنا	ص۹۳	جیب کترنا' جیب تراشی کرنا	گنڈھ کپّاں دے ایتھے ڈیرے لُٹ پے گئی اے چار چوفیرے
سر وچ سواہ پانا	ص۱۰۸	عزت خاک میں ملانا	چِٹّے جھاٹے دی کیہڑا ہے لاج رکھدا؟ کون ماں دے سِر چ سواہ پاندا؟
پھاہ لینا	ص۱۲۸	پھانس لینا	''جال حُسن دا سُٹ کے پھاہ لیا ای''
لُوتیاں لانا	ص۱۲۹	سازشیں کرنا' فریب کاری کرنا	''گھروں لُوتیاں لا کے کڈھیا جے''
انگ ساک چھڈنا	ص۱۳۰	رشتے دار چھوڑ دینا	''انگ ساک چھڈے' لے کے جوگ سہتی''
اگ لگنا	ص۱۳۰	تکلیف ہونا	''اندر ہور کوئی ایہناں دے اگ لگّے''
وِس گھولنا	ص۱۳۶	زہر گھولنا	موئے سپ وانگوں وِس گھولنا ایں''
سینتاں مارنا	ص۱۳۸	اشارے کرنا	''میری بھابھی نوں سینتاں مارناں ایں''

راس آؤنا	ص۱۴۹	سُود مند ہونا' فائدہ مند ہونا	کم دُنیا دے ایویں نہیں راس آؤندے
دُکھڑے جرنا	ص۱۴۹	دُکھ برداشت کرنا	ایہناں واسطے دُکھڑے جری دے نیں

'کلاّ رُکھ' از بشیر مُنذر

بشیر مُنذر کا مجموعہ کلام ''کلاّ رُکھ'' ۸۰ صفحات پر مُشتمل ہے۔ اُن کے مجموعہ کلام میں خارجی اور داخلی دونوں پہلو نظر آتے ہیں۔ کہیں دیہات کی خوبصورتی اور فطرت کے ختم ہوجانے کا درد اُن کی نظموں میں نظر آتا ہے تو کہیں محبوب سے جُدائی کا درد گیت کی صورت میں جھلکتا ہے۔ کہیں اپنے کھیتوں کو پھلتا پُھولتا دیکھ کر اُن کی شاعری میں خوشی کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ بشیر مُنذر کی ساری نظمیں سچّے جذبات اور واردات کی مظہر ہیں۔ اُن کا انداز بیان بہت سادہ اور دِل میں اُترنے والا ہے۔ اُن کے مجموعہ کلام 'کلاّ رُکھ' میں محاورت کا استعمال اُن کی فنی مہارت کو ظاہر کرتا ہے اور مروّجہ محاورات کے خوبصورت استعمال کا غماز ہے۔ چند مُنتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معانی	مصرع/شعر
کِھڑ کِھڑ ہَسّنا	ص۱۷	کھکھلا کر ہنسنا	پلاں دی کن من کتھوں وسے دُور پیا کوئی کِھڑ کِھڑ ہَسّے
آس دی ڈوری ٹُٹنا	ص۲۲	اُمید ختم ہونا	ٹُٹ گئی آس دی ڈوری ڈِگ پئی وانگ پتنگاں
ڈھلکاں مارنا	ص۲۵	چمکنا' لشکارے مارنا	لونگ سونے دا ڈھلکاں مارے
ہِٹ ہِٹ تکنا	ص۲۹	حیران ہوکر دیکھتے رہنا	نکیاں ہوندیاں اِک دوجے دل ہِٹ ہِٹ تکدے رہندے ساں
جھکھڑ جُھلن	ص۳۱	مشکلات میں پھنسنا	چار چوفیرے جھکھڑ جُھلدے

لمبو اُٹھنا	ص۳۱	تکلیف میں ہونا	میرے اندروں لمبو اُٹھدے
نک رکھنا	ص۴۴	عزّت رکھنا	اوکھا اے برادری چ باوَ نک رکھنا
واہر پینا	ص۴۴	خبر پھیلنا	لانبھ دیاں پنڈاں تائیں واہر پے گئی اے
پت رکھنا	ص۴۵	عزت رکھنا	پیو دی توں پنڈ وچ پت رکھ لتی آ
بھنواونا	ص۷۵	واپس لانا	بچپن دے دِن کون بھنواوے
بھاں بھاں کرنا	ص۷۹	ویران ہونا	بھاں بھاں کر دی جُوہ میرے دی

'اکلاپے دا مسافر' از عارف عبدالمتین

عارف عبدالمتین کا غزلوں اور نظموں پر مبنی مجموعہ کلام ''اکلاپے دا مُسافر'' ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِن کی شاعری میں اُردو کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو دوسروں سے الگ نہیں سمجھتے درحقیقت اُن کی تنہائی اُس شخص کی تنہائی ہے جو سچائی کی خاطر اور انسانیت کی بُلندی کے لئے لڑتا ہوا خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ اُن کی شاعری میں معاشرے کی اہم اکائی یعنی خاندان سے متعلق پیار و محبت اور دُکھ تکلیف احساس بھی ہے۔ اُن کی نظمیں 'مشورہ'، 'دُکھ ونجارہ' میں دوستوں ساتھیوں سے گہرے گِلے شکوے مِلتے ہیں۔ اِس مجموعہ کلام میں زبان کی سادگی' فہم وفراست اور منظر نگاری اُن کی فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اُن کے کلام سے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورہ		معانی	مصرع/شعر
پھوڑے وانگوں دُکھنا	ص۳۷	بہت تکلیف ہونا	میرا ہردا' پھوڑے وانگوں دُکھدا اے
نیر وہانا	ص۴۲	زاروقطار رونا	ایہہ ویلا اے سوگ دا' فیر وی چھم چھم نیر وہانا
ہتھ وٹانا	ص۴۷	مدد کرنا' ہاتھ بٹانا	سانجھی پِیتا وِچ پئے ہتھ وٹاندے نیں!
سنجم سُنجیاں ہونا	ص۶۲	ویران ہونا	سنجم سُنجیاں راہواں اُتے 'کلم کلے پھردیاں ہویاں
کھِڑ کھِڑ ہسنا	ص۶۴	کھلکھلا کر ہسنا	فیر وی پھُلّاں وانگوں یارو' کھِڑ کھِڑ ہسدے رہنا!

کھیہ اُڈانا	ص۸۰	عزت خاک میں ملانا	اِک پل واہ وَرولیاں دے سنگ اپنی کھیہ اُڈانا ہاں
جی پرچانا	ص۸۰	دِل راضی کرنا	پر میں کدے کدے تلوار دے نال وی جی پرچانا ہاں!
اپنا آپ لُکانا	ص۱۱۵	اپنا آپ چھپانا	وَن سونّے کپڑے پا کے ' اپنا آپ لُکانواں کیوں!
کنڈ وکھانا	ص۱۱٦	بزدل ہونا' میدان چھوڑ کر بھاگ جانا	بُزدل بن کے 'کنڈ وکھا کے' اپنی جان بچانواں کیوں!
لُوں لُوں وچ سمانا	ص۱۱۹	جسم کے ہر حصے میں شامل ہونا	اِنج لگدا اے اوہو میرے لُوں لُوں وچ سمایا اے
بُلّے وانگ ہونا	ص۱۲۰	عارضی ہونا	مَیں اپنا ایہہ جیون وا دے بُلّے وانگ وِہایا اے
سَٹ سہنا	ص۱۲۵	تکلیف برداشت کرنا	غم دا روگ اولڑا جیہڑا' ہڈاں وِچ بہہ جاندا اے' اُوہ بلوان نہ ڈِٹھا جیہڑا' ایس دی سَٹ سہہ جاندا اے!
چہرے تے خَول چڑھانا	ص۱۲۷	ظاہر اور باطن میں فرق ہونا	لوکی مَینوں چہرے اُتے خَول چڑھا کے مِلدے نیں'
پھَٹ پینا	ص۱۲۸	زخم لگنا	جے پھَٹ پَین دِلاں اندر تے' قیامت تیک نہ سِلدے نیں!
رُوپ وٹانا	ص۱۳۷	بھیس بدلنا	شیر دے مُونھ وِچ آئے ہوئے مِرگ تے کیہ گُجھ بیت دی اے ایہہ جانن لئی اِک واری توں مِرگ دا رُوپ وٹا کے ویکھ!
اونسیاں پانا	ص۱۴۰	فال ڈالنا	تینوں اُڈیکاں' اَونسیاں پانواں' مُڑ مُڑتکاں تیری راہ' !
لال ہنیری جھلّنا	ص۱۴۴	مُشکل میں آنا	لال ہنیری جھلّی تے ویکھے' اصلی رُوپ درختاں دے!
ہنجو کیرنا	ص۱۴۸	رونا	کاہدے لئی ہُن ہنجو کیراں' کاہنوں اگ بُجھانواں

iii۔کلاسیکی پنجابی نثر میں محاورے کا ادبی ولسانی مطالعہ

دُنیا بھر میں زبانوں کا ماضی تلاش کرنا ایک مُشکل کام ہے ۔ کیونکہ ماضی بعید میں لسّانیات پر کوئی مکمّل اور باقاعدہ کام نہیں ملتا ۔ تہذیبی ارتقاء کے ساتھ ہی لسانی ارتقاء بھی ہوتا ہے اور اس کے قواعد وضوابط مرّتب کرنا ایک پیچیدہ معاملہ ہے جو تہذیب کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیوں سے گذرتا ہے ۔ ہمیں جس دور سے پنجابی زبان کی باقاعدہ نثری تحروں کا سُراغ ملتا ہے وُہ ایسا دور ہے جس میں انسان توہم پرستی کا شکار تھا۔ اخلاقیات کا فقدان تھا اور لکھنے والے لوگ اللہ کے وہ بندے تھے جو شروع سے لے کر آج تک دینِ حق کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ کچھ نے عربیٔ فارسی میں یہ خدمات سرانجام دیں اور کچھ اپنی مادری زبانوں میں واعظ ونصیحت کر کے انسان کو راہِ راست دِکھانا چاہتے تھے اور پندو نصائح کرتے تھے۔ ایک طرف تو وہ لوگوں کی روحانی صفائی کا سامان کررہے تھے اور دوسری طرف لاشعوری طور پر ادب اور زبان کی بُنیاد قائم کررہے تھے۔ پنجابی زبان اور ادب کا بامِ عروج اُن بزرگانِ دین کا ہی محتاج ہے ۔ دُنیا میں پنجابی زبان کی سب سے پہلی نثر کی تصنیف 'مواعظِ نوشہ پیرؒ حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے خالص پنجابی زبان میں لکھی ۔

'مواعظِ نوشہ پیرؒ از حضرت شاہ حاجی مُحمد نوشہ گنج بخشؒ (مرتبہ: شرافت نوشاہی)

یوں تو پنجابی زبان صدیوں پرانی زبان ہے مگر لسانیات کے اعتبار سے اس کو باقاعدہ زبان کا درجہ کب سے دیا جاسکتا ہے یہ تاحال ایک تحقیق طلب سوال ہے ۔ کسی بھی زبان کے ادبی رُوپ کی سب سے بڑی صفت اُس کا تاثر اور اُس کی سلاست ہوتی ہے ۔ واعظ کی ادبی اہمیت کا روشن پہلو یہ ہے کہ شیر شاہ سوری کے زمانے کے بزرگ حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ نے ہمیں واعظ کی صورت میں ایسی زبان دی جو مکمل طور پر ایک ادبی زبان ہے ۔ اُن کے مواعظ میں آغاز سے اختتام تک روانی اور سلاست قائم رہتی ہے اور اُن میں موجود محاورات اُس وقت کی سماجی اور اخلاقی اقدارٗ رسوم و رواجٗ رہن سہنٗ معاشرے کے میلانِ طبع اور اُس وقت کے طرزِ تخاطب اور ادبی تخلیق کے روّیوں اور کئی دیگر پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔ اُنھوں نے اُس دور کے روّیوں اور ضرورت کے تحت صرف تخاطب ہی کو زیادہ استعمال کیا ہے اِن مواعظ میں جہاں اُس دور کی سادگیٗ بھولپنٗ معصومیّت اور سیدھی بات کرنے کا رُجحان نظر آتا ہے وہاں زبان کی

سادگی اور مقصدیت بھی واضح ہے۔ اِن محاورات میں کوئی استعارہ، تشبیہ یا زبان میں غیر ضروری لفاظی نظر نہیں آتی۔اُن مواعظ سے چند منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
مندا ئیس	ص ۲۷	جو مانتا ہے، جو اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے۔
ٹُبی مارنا	ص ۲۷	غوطہ لگانا، کسی بات پر سنجیدگی سے غور کرنا۔
لُوں لُوں بیٹھ	ص ۲۷	بال، مسام، جسم کے ہر حصّے میں، ہر جگہ۔
جیوں رکھے تیوں رہنا	ص ۲۷	جس حالت میں اللہ تعالیٰ رکھے اُس پر قناعت کرنی چاہیے۔
آدر ملنا	ص ۲۹	عزت، تعظیم، حُرمت ملنا۔
اُسارن والا	ص ۳۰	تعمیر کرنیوالا۔
کُوڑنوں ہار	ص ۳۱	جھوٹ کو شکست ہوتی ہے، جھوٹ کی ہار ہوتی ہے۔
سچیاں دی واہر	ص ۳۴	اللہ سچائی کی مدد کرتا ہے۔
ڈاڈھیاں تھوں ڈاڈھے	ص ۳۴	بڑوں سے بھی بڑے ہونا، طاقتوروں سے بھی طاقتور۔
وہتراں کان	ص ۳۶	جانوروں کی طرح، بے عقل، گدھے کی طرح۔
گھجیا لُکیا ہونا	ص ۳۸	پوشیدہ، بظاہر محسوس نہ ہونے والا۔
اچن چیت	ص ۳۹	اچانک، غیر متوقّع۔
ہاڑ دے بھلک	ص ۳۹	ہاڑ (دیسی مہینہ جو انتہائی گرم ہوتا ہے) کی شدید گرمی۔
بَجھ جاونا	ص ۴۲	پختہ ہو جانا۔
ہاؤں کالا ہونا	ص ۴۲	سیاہ دل، کالا دل، بدنیّت، گنہگار۔
کُوڑ دیاں وڈیایاں	ص ۴۶	تکبّر، جھوٹی شان پر اِترانا۔
دُھر دا لکھیا ہونا	ص ۴۸	نوشتہء تقدیر، مقدّر، ازل سے لکھا ہوا۔
پھاتھیاں ہونا	ص ۴۸	پھنسے ہونا، مجبور ہونا۔
نِگُنیاں ہونا	ص ۴۹	بے عقل ہونا، بے معنی، جن میں کوئی وصف نہ ہو۔

جیولانا	ص ۵۰	دل لگانا' دل و جان سے کچھ کرنا۔
کھجاون لگنا	ص ۵۱	خفا کرنا' ناحق طنز کرنا۔
کوہ کے دنڈنا	ص ۵۱	بے دردی سے ذبح کر کے گوشت تقسیم کرنا' بے انتہا ظلم کرنا۔
سائیں والے	ص ۵۲	اللہ کو ماننے والے' اللہ پر بھروسہ کرنے والے' سچے اہلِ ایمان۔

'یکّی روٹی' از مرتبہ شوکت مغل

ایک مختصر سا مذہبی رسالہ ہے جو کافی قدیم ہے اور اس کے بارے میں کئی آراء ہیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ اس کی اصل زبان سرائیکی تھی تاہم اس مختصر سی مذہبی کتاب کے کئی نسخے سامنے آ چکے ہیں۔ اس کے بارے میں مختلف مصنفین کی رائے یوں ہے:

(۱) یہ کتاب 1000ھ سے 1150ھ یا 1591ء سے 1737ء کے درمیان لکھی گئی ہے'' (پنجابی ادب دی کہانی از عبدالغفور قریشی)

(۲) ڈاکٹر شہباز ملک نے پنجابی کتابیات (جلد اوّل ۱۹۹۱ء) میں یکّی روٹی کے جن مطبوعہ نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے کچھ اہم نسخے اس طرح سے ہیں:

i۔ یکی روٹی (خورد) ۱۶صفحات ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء لاہور (مصنّف: ن م)

iii۔ یکّی روٹی بزبان ملتانی ۱۶صفحات ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء ملتان پبلشرز' مولوی خدایار' نور احمد' نور محمد' فیض محمد (مصنّف: ن م)

iv۔ یکّی روٹی' ۱۶صفحات' ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء مصنّف محمد ضیاء اللہ قاضی

(۳) ''علمائے کرام اور بزرگان دین کی علمی و دینی کتب دیکھ کر سرائیکی عالموں اور ادیبوں کو نثر میں لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ان کے سامنے عربی و فارسی نثر کے نمونے موجود تھے۔ اس کے بعد وہ کتب آتی ہیں جو صرف سرائیکی میں ملتی تھیں مثلاً کچّی روٹی۔ یکّی روٹی وغیرہ''

(سرائیکی اور اس کی نثر: دلشاد کلانچوی)

(۴) ''مذہبی نثر کافی عرصہ سے موجود ہے مثلاً حافظ برخوردار کا بوہل نامہ اور پکّی روتی ،مٹھی روٹی جیسے رسالے مدّت کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان رسائل کا انداز سوالاً جواباً ہے۔ (تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند' جلد چودہ' حصہ سرائیکی نثر: شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی)

بنیادی طور سے یہ انتہائی مختصر سی کتاب بنیادی مذہبی فرائض کے بارے میں آگاہی دیتی ہے۔ اس میں بھی اُس دور میں مروّج کئی محاورات کا استعمال کیا گیا ہے جو خالصتاً مذہبی تاویلات سے تعلق رکھتے ہیں اور اُس دور کے رُجحانات کے غمّاز ہیں۔ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
نال ناں خُدا شروع کرنا	ص ۱۸	اللہ کے نام سے شروع کرنا' بسم اللہ کا ترجمہ۔
پیڑھیاں جاننا	ص ۲۰	خاندانی پس منظر جاننا۔
ایمان بیٹھنا	ص ۲۱	ایمان مضبوط ہونا' تقویٰ' کسی چیز کو دل سے قبول کر لینا۔
ننگا ایمان	ص ۲۲	بے حیائی۔
کجیا ایمان	ص ۲۲	حیا داری۔
کھس لینا	ص ۲۶	چھین لینا۔
طہور بہاؤنا	ص ۲۷	اپنے آپ کو صاف سُتھرا کرنا' طہارت رکھنا۔
آہ کرنا	ص ۴۵	آواز کے ساتھ آہیں بھرنا' دُکھ کا عاجزانہ اظہار۔
حرف ڈسنا	ص ۴۵	نماز میں لُقمہ دینا' صحیح لفظ یا الفاظ بتانا۔
وضو سارنا	ص ۴۷	وضو کرنا۔

'نجات المومنین' از مولوی عبدالکرم جھنگوی

مذہبی اصلاح کی اس مختصر کتاب کے بارے میں یہ تو پتہ چلتا ہے کہ مولوی عبدالکریم نے لکھی اور اس کے سنِ تحریر کا سُراغ بھی اُن کے ایک فقرے سے ہی مِلتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ یہ رسالہ ۱۰۸۴ھ میں تحریر کیا گیا ہے جو ۱۶۷۵ء بنتا ہے۔ اس میں استعمال کی گئی زبان اور محاورات بھی خالصتاً دینی تبلیغ کا پتہ دیتے ہیں اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے

کہ اُس وقت کے معاشرے میں تعلیم کی بہت کمی تھی اور لوگ انتہائی گمراہ کُن رسوم کا شکار تھے۔ یہ محاورات اس بات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں کہ اُن دنوں کسی قسم کے رومانوی یا تخلیقی ادب کا وجود نہیں تھا۔ انسانی رہتل کے بارے میں بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت لوگ گہرے کنوؤں سے 'بوکے' سے پانی نکالتے تھے اور کوئی مشینی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ 'نجات المومنین' میں سے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
بوکے کڈھنا	ص ۱۲	کنوئیں سے پانی نکالنا (بوکا ربڑ کا وہ ڈول ہے جس سے رسّا باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا جاتا تھا۔ اگر کسی کنوئیں میں کوئی ناپاک جانور گر جاتا تو اُسے نکالنے کے بعد کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے اکیس (۲۱) بوکے نکالے جاتے تھے۔)
سہو بسیار کرنا	ص ۱۷	نماز میں بہت سی غلطیاں کرنا' نماز پڑھتے وقت ارکانِ نماز کا بھول جانا۔
نیت وقت سیاننا	ص ۱۹	کسی عبادت کے کام کی بروقت نیت کرنا' مثلاً روزہ رکھنے کی نیّت ۔
وانجے تھینا	ص ۲۱	کسی چیز سے محروم رہنا' بے اولاد مر جانا۔
مُورکھ دُنیا ہونا	ص ۲۳	بے راہرو' احمق' بے شعور۔
خاک ہونا	ص ۲۴	مر جانا' مٹی میں مل جانا' بے وُقعت ہو جانا۔

iv۔ جدید پنجابی نثر میں محاورے کا ادبی و لسانی مطالعہ

جوں جوں لسانیات کا سفر آگے بڑھتا رہا پنجابی زبان میں بھی اہل دانش نے دلچسپی لینا شروع کر دی اور پنجابی نثر کے دامن میں پند و نصائح کے علاوہ دوسری جدید اصناف بھی آگئیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی پنجابی سے منسلک ہو گئے ۔نئی اصطلاحات' نئے الفاظ' نئی تراکیب اور نئے محاورے بھی پنجابی زبان میں داخل ہو گئے اور پنجابی ادب میں جدیدیت آگئی ۔ پس جدید پنجابی ادب مائل بہ سفر ہو گیا۔ پنجابی ادب میں پہلا ناول ''ٹھیڈا'' بھی تخلیق ہوا ۔ پھر ''دل دیاں باریاں'' کہانیاں بھی آگئیں ۔ افسانہ بھی آگیا اور بھرپور مزاح بھی آگیا جس میں ارشد میر نے کمال خوبصورت اضافہ کیا۔ ان سب باتوں کے ساتھ ہی پنجابی نثر میں تنقید کا باقاعدہ رواج بھی در آیا اور شریف کنجاہی کی ''جھاتیاں'' جیسی تصنیف سامنے آئی ۔ ساتھ ہی ساتھ دوسری زبانوں سے معیاری ادب کے تراجم بھی پنجابی نثر میں شامل ہو گئے اور آج پنجابی میں جدید ترین اصناف بھی موجود ہیں اور معیاری لکھنے والے بھی' ساتھ ہی ساتھ تعلیمی اداروں میں بھی پنجابی کے باقاعدہ شعبہ جات قائم کر دئے گئے ہیں۔ منتخب تصانیف کا محاورات کے حوالے سے مختصر مُطالعہ اور جائزہ درج ذیل ہے۔

'ٹھیڈا' از عبدالمجید بھٹی

'عبدالمجید بھٹی' کا شمار پنجابی کے صفِ اوّل کے ادیبوں میں ہوتا ہے انھوں نے جو کُچھ کھُلی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے اُس کو اپنے ناول 'ٹھیڈا' کی زینت بنایا ہے۔ اُردو کا ادیب ہونے کے باوجود انھوں نے پنجابی زبان کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ 'ٹھیڈا' میں عبدالمجید بھٹی نے مردوں کی برتری کو غلط قرار دیا ہے ۔ کیوں کہ اس کائنات میں 'عورت' اور 'مرد' دونوں ہی اہم ہیں اور یہ دُنیا اِن دونوں کے بغیر نہیں چل سکتی ۔ 'ٹھیڈا' کے کردار چاہے وہ شاہدہ' شوکت یا جمیل ہوں یا ثانوی کردار ہوں' ہر ایک کے بارے میں بھرپور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر پلاٹ کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس ناول کا پھیلاؤ ضرورت سے زیادہ ہے اور ناول میں غیر متعلقہ واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اگر لسانی پہلو کی طرف توجہ مبذول کی جائے تو اس تحریر میں موجود محاورات میں ایک واضح تبدیلی نظر آتی ہے۔ یہ محاورے' معاشرے اور زبان کے ارتقاء کے غماز ہیں۔ اس ناول سے لئے گئے کچھ منتخب محاورات شامل کئے گئے ہیں۔

محاورات		معانی
ڈُلھ ڈُلھ پینا	ص ۲۷	وافر مقدار میں ہونا' قربان ہونا' فریفتہ ہونا۔
جی اُتاولا ہونا	ص ۲۸	دِل بے قرار ہونا۔
سِر وچ کھیہہ پانا	ص ۸۴	بے عزتی کرنا۔
جی ہولا کرنا	ص ۹۰	دل کا بوجھ ہلکا کرنا۔
ڈنڈ لاہنا	ص ۱۲۳	بے عزتی کرنا' کِسی کا جھوٹا رُعب ختم کرنا۔
چھاتی ڈاہنا	ص ۱۳۲	حوصلہ کرنا' نقصان کی پرواہ کیے بغیر کوئی چیلنج قبول کرنا۔
جی ڈاہڈا کرنا	ص ۱۳۲	سخت مزاج ہونا' جبر کرنا۔
سواہ دی ڈھیری ہونا	ص ۱۵۰	ستیاناس ہو جانا' کُچھ پاس نہ رہنا' راکھ کا ڈھیر ہو جانا۔
دیوائے کے لبھنا	ص ۱۵۱	کسی چیز کو پوری کوشش سے تلاش کرنا' دیا لے کر تلاش کرنا۔
پھاہی وچ پھسنا	ص ۱۵۷	مصیبت میں گرفتار ہونا' کِسی کے جال میں پھنس جانا۔
آنے پاڑکے ویکھنا	ص ۱۶۴	حیرت سے دیکھنا' انتہائی غصّے سے دیکھنا۔
جاگدیاں سفنے ویکھنا	ص ۱۶۴	خیالی دنیا میں رہنا' جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنا۔
سُدھ نہ رہنا	ص ۱۸۴	حواس کھو دینا' ہوش نہ رہنا۔
آہرے لگنا	ص ۱۹۴	کسی کام لگنا' کوئی مصروفیت تلاش کرلینا۔
جھولے پینا	ص ۱۹۹	گمان ہونا۔
اکھیاں چ پینا	ص ۲۰۵	کسی کو دیکھ کر آنکھوں میں چمک آجانا۔
اڑیا ہونا	ص ۲۱۰	رکاوٹ درپیش ہونا۔
دنیا الٹ جانا	ص ۲۱۵	تباہی و بربادی آنا۔
اکھ اچی نہ کرسکنا	ص ۲۴۰	شرمسار ہونا، جرم کا احساس ہوجانا۔
بُتہ دینا	ص ۲۷۴	جھوٹی آس دلانا۔
داغ دھونا	ص ۳۱۸	عیب چھوڑ کر نیک صفت ہو جانا۔

'دل دیاں باریاں' از عبدالمجید بھٹی

'دل دیاں باریاں' عبدالمجید بھٹی کی ۱۹۰ صفحات پر مشتمل ۲۰ کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ آنکھیں دل کی کھڑکیاں ہوتی ہیں۔ ان سے انسان کی خوشی اور غم دونوں ظاہر ہوتے ہیں۔ چاہے انسان کے ظاہر کو دیکھنا ہو یا باطن کو' دِل انسانی زندگی کے ہر رنگ میں اہمیت کا حامل ہے۔ پس اس کتاب کی تحریر کے پیچھے دل اور آنکھیں دونوں جلوہ گر ہیں۔ اس کتاب کی زبان اور سماجی ارتقائی لکیر تقریباً ''ڈھیڈا'' سے مِلتی جُلتی ہے۔ تاہم ایک واضح فرق یہ ہے کہ اس میں استعمال کئے گئے محاورات میں اُردو کے الفاظ کی آمیزش نسبتاً زیادہ ہے۔ اس کتاب سے منتخب کئے گئے محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
پیلاں پانا	ص ۵	خوشی سے رقص کرنا۔
اُشکل دینا	ص ۵	شہہ دینا' اُکسانا۔
رال وگنا	ص ۸	جی للچانا' منہ میں پانا آنا۔
اَکھ مٹکا کرنا	ص ۹	عشق کرنا' رومانوی حرکات کرنا' آنکھ ملانا۔
پیش پینا	ص ۳۷	کسی کے پیچھے پڑ جانا۔
تارے نظر آونا	ص ۴۰	مُشکل پیش آنا۔
بیڑا غرق ہونا	ص ۴۶	کام خراب ہونا۔
پھوپھک ہونا	ص ۷۳	ہمت ہار بیٹھنا۔
ڈورے پانا	ص ۷۸	پیار کا رنگ جمانا' اپنی جانب مائل کرنا۔
اَت چکنا	ص ۸۴	انتہائی حرکات کرنا۔
دُھم پینا	ص ۱۸۰	مشہوری ہو جانا' دَھوم مچ جانا۔
اکھاں اگے تارے آونا	ص ۲۱۳	گھبرا جانا۔

'فولادی پھُل' از نانک سنگھ

۳۶۸ صفحات پر مشتمل یہ اصلاحی ناول ہندوستان کی تقسیم سے کافی عرصہ پہلے تصنیف کیا گیا۔ اس میں مسلمانوں

اور سکھوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے والوں کی مذمت کی گئی ہے ۔ جہاں پیار و محبت کی بات کی گئی ہے وہاں اخلاقیات اور انسان کے فرائض کے بارے میں روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔ نانک سنگھ کے ناول ''فولادی پھُل'' کو گورمکھی سے عربی رسم الخط میں ترجمہ کیا گیا ہے ۔ ناول نگار نے فارسی اور عربی الفاظ کا استعمال بڑے نپے تُلے انداز میں کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اِس کی زبان ہر قسم کے خیال بڑے دِلکش طریقے سے پیش کرتی ہے ۔ ناول کے نام کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے نانک سنگھ لکھتے ہیں۔

''پھُل بھانویں اصل وچ پُلنگ ہے پر ایس نوں ہمیشہ استری نال ہی اُپما دتی جاندی ہے ۔ کیونکہ پھُل وچ سارے گُن کوشلتا 'سُندرتا' واشنا آد ۔ استری والے ہیں......سوسرلا وچ جتھے سندرتا 'کوشلتا تے سوچھ پریم آد صفتاں پھُل والیاں ہن' اوتھے اوس وچ درڑھتا' سوے مان تے سنجم آد فولادی گُن وی موجود ہن ۔''

اس ناول میں زبان کی فہم و فراست کے ساتھ ساتھ محاورات کا استعمال بھی بڑے نپے تُلے انداز میں کیا گیا ہے۔ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
کلیجے چھیک پانا	ص ۲۳	تکلیف ہونا' بہت دکھی ہونا ۔
اڈے چاڑھنا	ص ۱۲۶	اپنے دھوکے میں لانا۔
اکھاں وچ لہو اترنا	ص ۱۳۳	بہت غصے کی حالت میں ہونا۔
اڈیاں رگڑنا	ص ۱۴۴	منت سماجت کرنا۔
اوٹھ دے گل ٹلی بنھنا	ص ۱۸۳	مشکل کام کرنا' اونٹ کے گلے میں گھنٹی باندھنا۔

'دیوا تے دریا' افضل احسن رندھاوا

۱۹۶۱ء میں پاکستان رائیٹرز گلڈ کی طرف سے بہترین اعزاز حاصل کرنے والا ناول ''دیوا تے دریا'' افضل احسن کی تحریر ہے جس میں انھوں نے گاؤں کے رہن سہن' پیار محبت' لڑائی جھگڑے' رسوم و رواج کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس ناول کے کردار سکھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ خصوصاً جاٹوں کی روایات' اقدار اور افکار کا بڑی گہری

نظر کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل اس ناول میں کردار نگاری اور فہم و فراست قابل تعریف ہے۔ اس ناول سے لئے گئے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
اکھاں دا وتر سکنا	ص ٦	آنسو نہ آنا، آنکھیں خشک ہو جانا۔
پتھر پگھرنا	ص ٦	ناممکن کا ممکن ہونا۔
دھول دھپھا کرنا	ص ۹	بُرا بھلا کہنا، تھوڑا سا مارنا۔
سِنگ اڑانا	ص ۱۳	جان بُوجھ کر جھگڑا کرنا، دُشمنی لینا۔
کیڑا مارنا	ص ۱۴	کمزور پر وار کرنا۔
سُتی کلا جگانا	ص ۱۸	ختم ہو چکی لڑائی کو پھر سے شروع کرنا، وجہ فساد کو دوبارہ زندہ کرنا۔
کھڑ کھڑانا	ص ۲٦	قہقہہ لگانا، کھُل کے ہسنا۔
پیراں نوں بلیاں بنھنا	ص ۳۳	ٹِک کے نہ بیٹھنا، آوارہ گردی کرنا۔
پھِس پینا	ص ۳٦	سب کُچھ ظاہر کر دینا، راز اُگل دینا۔
جمور وانگر پھڑنا	ص ٦۲	مضبوطی سے قابو کرنا۔
پڑ پینا	ص ٦۷	جھگڑا ہونا۔
پینڈا اکھوٹا کرنا	ص ٦۷	محنت ضائع کرنا۔
چار پیرا گانہہ ہونا	ص ۷۲	بہت تیز اور چالاک ہونا۔
پُوشل تے پیر رکھنا	ص ۷۵	بلا وجہ تنگ کرنا، بے سبب چھیڑنا۔
تتا ٹھنڈا ہونا	ص ۸٦	لڑائی جھگڑا کرنا، غصے ہونا۔
کھار کھانا	ص ۱۰۳	غصہ کرنا۔
تھک نہ لنگھنا	ص ۱۰۴	بہت زیادہ تکلیف سہنا، اپنے اُوپر جبر کرنا۔
پڑھیاں وچارنا	ص ۱۳۷	سوچ بچار کرنا۔
پوٹے چاڑھنا	ص ۱۳۷	اپنی راہ پر لانا، اپنی مرضی کے مطابق چلانا۔

سونے تے سہاگہ	ص ۱۵۹	بہت بہتر ہونا' کوئی کمی نہ ہونا' توقع سے بہتر ثمر۔
سہاگا پھیرنا	ص ۱۵۹	قصہ تمام کرنا' تباہ کر دینا۔

'دوآبہ' از افضل احسن رندھاوا

'دوآبہ' دیہات کے لوگوں کی اچھائی' بُرائی اور جذبات کے متعلق لکھا گیا ہے۔ اس ناول میں دیہات کے رہن سہن کی خوبصورت عکاسی ہوتی ہے۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے' افضل احسن رندھاوا نے ٹھیٹھ زبان کا استعمال کیا ہے اور جو محاورات اس میں استعمال کیے گئے ہیں وہ دیہات کی عام زبان سے متعلق ہیں جیسا کہ درج ذیل محاورات سے ظاہر ہوتا ہے۔

محاورات		معانی
ڈنجھ لاہنا	ص ۱۱	بے عزتی کرنا۔
کچی تند ہونا	ص ۲۴	نازک ہونا۔
ڈولے پھڑکنا	ص ۲۹	بہت غصے میں آنا۔
ڈانگ وانگوں سِدھا ہونا	ص ۳۶	کوئی فریب نہ ہونا۔
دنگ رہ جانا	ص ۳۷	حیران ہو جانا۔
دندیاں کریچنا	ص ۶۷	غصے میں آنا۔
ستے ای خیراں ہونا	ص ۷۶	ہر طرف سے بہتری ہونی۔
سنڈے وانگر پالنا	ص ۹۰	بہت سیوا کرنی ۔
کھڑاک کرنا	ص ۱۲۱	ہلا گلا کرنا' کوئی غیر متوقع کام کرنا۔
کھوتا کھوہ پانا	ص ۱۲۲	نقصان کر دینا' غیر فیصلہ کُن صورتِ حال پیدا کرنا۔
کِلّا گالنا	ص ۱۳۴	سبھ کجھ تباہ کر دینا۔
سٹ مارنا	ص ۱۵۱	طنز کرنا' راز نہ رکھنا۔
چپہ چپہ گڈیا جانا	ص ۱۵۴	بلا لحاظ و مروت کسی سے لڑائی کرنا۔

کھور پانا	ص ۱۵۵	غصے سے دیکھنا، اپنی طاقت دکھانا۔
دُر دُر کرنا	ص۱۷۴	جان چھڑانا، دھتکارنا۔
کنڈ تے ہتھ پھیرنا	ص ۱۷۶	حوصلہ دینا، شسکارنا۔
ساہ سوکھا ہونا	ص ۱۷۷	سکون میں ہونا، مالی خوشحالی ہونا۔
کُتے دی پوشل ہونا	ص۱۸۳	کبھی نہ سدھرنا۔

'جٹ دی کرتوت' از میراں بخش منہاس

میراں بخش منہاس کا ۹۶صفحات پر مشتمل یہ ناول جدید پنجابی نثری ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ ۱۹۷۲ء میں شائع ہونے والے اس ناول میں تخلیق پاکستان سے قبل کی ایک خوبصورت سماجی تصویر ہے۔اس میں داستان تونسبتاً قدیم ہے لیکن محاورات جدید ہیں جو اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے قبل اور ۱۸۵۷ء کے درمیان زمیندار گھرانوں کی سوچ، رجحانات، جھوٹی انا اور بلا معاشی منصوبہ بندی، اندھا دُھند وسائل کا ضیاع اور اُس کا خمیازہ بھگتنا واضح نظر آتا ہے۔اس ناول کی زبان اور اُس کا محاورہ قدیم محاورے سے بالکل مختلف ہے اور اس میں موجودہ رسوم ورواج کا رنگ بھی ملتا ہے۔منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
کنّی کاٹھ ہونا	ص۲۳	لکڑی کی ہنڈیا، بے ثبات چیز ہونا۔
پَیر کہاڑا مارنا	ص۲۳	اپنے لئے خود مصیبت یا مسائل پیدا کرنا، اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا۔
راٹھ چاریاں کرنا	ص ۲۹	چودھراہٹ جمانا۔
دریا ٹھِلھنا	ص۳۸	بڑی مصیبت کا سامنا کرنا۔
ڈھٹھے کھوہ وچ پینا	ص ۳۸	ایسی مصیبت میں گرفتار ہونا جسکا کوئی حل نہ ہو۔
بھڑولے پانا	ص ۳۸	کسی بات کو مکمّل طور پر صیغہء راز میں رکھنا۔
انھے بولے بننا	ص۵۲	کسی بات سے دانستہ غفلت کا اظہار کرنا۔

تلیاں ملدے رہ جانا	ص ٦٩	پشیمان ہونا، پچھتانا۔
اک دیاں چار سنانا	ص ٧٠	بات کو بڑھا چڑھا کر کرنا' بےعزّتی کرنا۔
وات نہ پچھنا	ص ٧٨	خبر نہ لینی' نظر انداز کرنا۔
سڑ بَل جانا	ص ٧٨	حسد کرنا' کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر برداشت نہ کرسکنا۔
رو رو گھگھے ہونا	ص ٩٠	رو رو کے بُرا حال ہو جانا۔
اتھرو پاؤنا	ص ١٠٦	شوخیاں کرنا' شرارتیں کرنا۔
دھکے کھانا	ص ١١٨	ذلیل وخوار ہونا، ناکامی در ناکامی۔
اوکھے ہونا	ص ١٤٠	غصہ آنا، بساط سے بڑھ کر کرنا۔
ایدھر اودھر دیاں گلاں کرنا	ص ١٤٠	بےمقصد اور فضول باتیں کرنا۔
اکھیں ویکھ کے مکھی کھانا	ص ١٤٣	مجبوری کی حالت میں نقصان دِہ کام کرنا۔
کسے نوں نہ مِتھنا	ص ١٥١	کسی کو کچھ نہ سمجھنا' پُرتکبّر ہونا۔
تلی نہ لانا	ص ١٦٩	ٹِک کر نہ بیٹھنا، اضطراب میں رہنا۔
بے دم ہونا	ص ١٩٩	سانس پھول جانا' بےبس ہو جانا۔

'چوہنبڑاں' از ارشد میر

مغربی پنجاب کے ادب کی صنف' پنجابی نثر میں طنز و مزاح کی پہلی کتاب '' چوہنبڑاں'' ہے جو ١٩١ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مضامین' ارشد میر نے انسانی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کا گہری نظر سے مشاہدہ کرنے کے بعد تحریر کئے ہیں۔ دانشوروں کا خیال ہے کہ اعلی پائے کے مزاح کا مضمون وہ ہوتا ہے جس میں ہنسی مذاق کے بعد فکر اور سوچ کو جلا ملتی ہے۔اس کتاب میں بھی اسی خیال کی پیروی کی گئی ہے۔مضامین میں واقعات' حالات اور ان کا ماحول سے تعلق بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔زبان کے استعمال میں عوامی لہجے کو مدّنظر رکھا گیا ہے اور کئی جگہ پر محاورات کا استعمال کیا گیا ہے۔ارشد میر کی اس کتاب کا پہلا مضمون ''مُچھّاں'' روزنامہ امروز اور دوسرے کئی مضامین ماہنامہ 'پنج دریا' اور 'لہراں' میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ریڈیو اسٹیشن لاہور نے بھی کئی مضامین نشر کئے۔

'چوہنبڑاں' سے لئے گئے کچھ منتخب محاورات شامل کیے گئے ہیں۔

محاورات		معانی
رانجھا راضی کرنا	ص ۱۵	اپنی خوشی پوری کرنا۔
بانہہ ویلنے وچ آونا	ص ۲۴	مصیبت میں پھنسنا' بے بس ہو جانا۔
دل دی ہواڑ کڈھنا	ص ۲۶	دل کی بھڑاس نکالنا' کتھارسس کرنا۔
اک سپ دوجا اڈنا	ص ۳۸	بہت زیادہ خطرناک دُشمن۔
بُلے لٹنا	ص ۴۹	عیش کرنا۔
اوٹھاں نوں بھیڈاں بنانا	ص ۵۰	بڑی بات کو چھوٹی کرنا' غلط بیانی کرنا۔
دُوجے کن خبر نہ ہونا	ص ۵۸	کسی کو خبر نہ ہونے دینا' صیغہء راز میں رکھنا۔
چوراں نوں مور پینا	ص ۵۹	لٹیروں کا لُوٹا جانا۔
چِچی دا پہاڑ بنانا	ص ۶۴	رائی کا پہاڑ بنانا' مبالغہ آرائی کرنا۔
الو باٹا بنانا	ص ۶۶	مُورکھ بنانا' بے وقوف بنانا۔
اِل کولوں کھوتا چکانا	ص ۶۷	مبالغہ آرائی کرنا۔
اڈیاں چک چک ٹُرنا	ص ۷۴	تکبر کے ساتھ چلنا۔
دیہاڑی سدھی کرنا	ص ۷۴	وقت گزارنا اور بے دلی سے کام کرنا۔
ٹوہر ٹپہ وکھانا	ص ۷۶	شان و شوکت ظاہر کرنا۔
پٹڑیوں لہنا	ص ۸۰	مشکل میں پڑنا' غلط راستہ اختیار کرنا۔
ڈھائے چڑھنا	ص ۹۴	قابو آنا' پھس جانا۔
اولے تولے کرنا	ص ۱۱۵	لعنت ملامت کرنا۔
پھمنیاں پانا	ص ۱۱۷	خوشی سے ناچنا۔
بیڑی وچ وٹے پانا	ص ۱۱۸	کسی کام میں رکاوٹ ڈالنا۔
خواب خیال نہ ہونا	ص ۱۳۰	تصور میں بھی نہ ہونا' بالکل توقع نہ ہونا۔

جھگا چوڑ ہونا	ص ۱۳۲	گھر تباہ ہونا' نظام تباہ ہو جانا۔
اندر خانے مرنا	ص ۱۳۴	دِل و دِماغ ہی میں مایوس ہو جانا۔
بوجھے بلیڈ چلنا	ص ۱۳۴	جیب کتری جانا۔
آوے دا آوا وگڑنا	ص ۱۳۵	پُورا نظام بگڑ جانا۔
دُور دی سُجھنا	ص ۱۳۵	پہلے ہی خبر ہو جانا۔
اللہ دین دا چراغ ہونا	ص ۱۳۶	ہرفن مولا ہونا۔
ٹِل لانا	ص ۱۳۶	پورا زور لگانا، اپنی صلاحیت کا بھرپُور اظہار کرنا۔
بِٹ بِٹ تکنا	ص ۱۳۸	حیرت سے دیکھنا۔
چس نال کس چڑھنا	ص ۱۴۰	جانتے بوجھتے ہوئے نقصان اُٹھانا۔
بیڑی روڑ بہنا	ص ۱۴۲	اپنا نقصان کر بیٹھنا۔
تندنئیں تانی وگڑنا	ص ۱۴۲	سارا نظام بگڑ جانا۔
اونسیاں پانا	ص ۱۴۴	اپنی قسمت دیکھنی' فال نکالنا۔
اللہ تے ڈوری سٹنا	ص ۱۴۵	خدا پر توکل رکھنا۔
دم برابر ہونا	ص ۱۵۴	موت آنا۔
بھِنک نہ پینا	ص ۱۵۶	بالکل پتہ نہ چلنا۔
جھاکا لتھنا	ص ۱۶۳	شرم وحیا ختم ہو جانا۔
اگلا گھر وکھانا	ص ۱۶۴	ٹال دینا۔
کاٹھی پانا	ص ۱۶۴	زبردستی کرنا' قابو میں لانا۔
چھوڈے لاہنا	ص ۱۶۵	دُوسرے کے پاس کُچھ نہ رہنے دینا' بے رحمی سے زیادہ قیمت وصول کرنا۔
اکھاں لال ہونا	ص ۱۶۵	بہت زیادہ غصے میں آنا۔
داء دیا لانا	ص ۱۶۶	ناجائز طریقے سے کوئی کام کرنا۔

ساوے باغ وکھانا	ص ۱۶۶	دھوکھا دینا' سبز باغ دکھانا۔
سڑی سیاپے کرنا	ص ۱۶۲	روتے ہی رہنا۔
چھوئی لہنا	ص ۱۶۸	بہت زیادہ جسمانی یا مالی نقصان ہونا۔
دانے دانے تے مہر ہونا	ص ۱۷۵	تقدیر کا لکھا ملنا۔
دوہتھ کرنا	ص ۱۸۶	طاقت سے نمٹنا۔

'اک انکھی دھی پنجاب دی' از نادم عصری

'اک انکھی دھی پنجاب دی' میں نادم عصری نے ایک سیدھی سادھی کہانی اپنے خاص رنگ میں اس طرح بیان کی ہے کہ کوئی بھی پڑھنے والا اس کا اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور نہ ہی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک بناوٹی کہانی ہے۔ اُس نے اپنے ملک کی کہانی ایک لڑکی کے روپ میں اس طرح بیان کی ہے کہ سیاست دان ہمیشہ ملک کو بُری نظروں سے دیکھتے رہتے ہیں اور جب اُن کا داؤ چلتا ہے تو چلا لیتے ہیں۔ ۱۷۵ صفحات کی اس کتاب کے کردار بالکل جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور یہی ایک اچھی تحریر کی بڑی نشانی ہوتی ہے۔ نادم عصری اس کتاب میں صرف انکھی ہی نظر نہیں آتا بلکہ وہ ملک کا محافظ' ہمدر اور قوم پرست بھی ہے۔ نادؔم نے محاورات کم ہی استعمال کئے ہیں چند محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
بن آئی موتے مرنا	ص ۱۳	نا گہانی حادثہ ہونا
پھٹ لانا	ص ۳۶	تکلیف دینا' زخم دینا۔
سر سٹنا	ص ۴۴	ہار ماننا۔
بھیڑ پینا	ص ۶۱	کوئی مصیبت آجانا' غیر متوقع جھگڑا ہو جانا
سورج نوں دیوا وکھانا	ص ۶۵	عقل مند کو نصیحت کرنا۔
دید لحاظ نہ کرنا	ص ۱۳۳	کسی قسم کا لحاظ نہ کرنا' اخلاقیات کو مکمل طور پر نظر انداز کر دینا۔

'میرا دیس' از ظہیر نیاز بیگی

۳۵۲ صفحات پر مشتمل ''میرا دیس'' ظہیر نیاز بیگی کی کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں انھوں نے پاکستان کے مثالی معاشرے کا تصور پیش کیا ہے۔ کہانیاں بڑے سیدھے اور خالص انداز میں تحقیق کی گئی ہیں۔ ہر لفظ میں سوچ کی بلندی نظر آتی ہے انھوں نے بڑی سلیقہ شعاری اور فنی مہارت سے محاورات کا استعمال کرتے ہوئے کہانیوں کو منطقی روپ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے کہانیوں کا تاثر ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ کہانیاں اپنے موضوع کے اعتبار سے مقصدی کہانیاں کہلاتی ہیں۔ ان کہانیوں میں استعمال کیے گئے محاورات میں ہمیں اپنی روزمرہ زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
ریڑھکا پانا	ص ۴۰	بات بڑھاتے جانا، جان نہ چھوڑنا۔
ڈنڈ پانا	ص ۴۲	شور کرنا۔
اٹھے پہروٹ چڑھنا	ص ۴۳	ہر وقت غصے میں ہونا۔
بلدی اگے آؤنا	ص ۶۴	خواہ مخواہ مصیبت میں پھنسنا۔
بی بوٹا چکیاں جانا	ص ۷۲	ستیاناس ہو جانا' نام ونشان مٹ جانا۔
پھِک پینا	ص ۷۷	رنجش پیدا ہونا' تعلقات خراب ہونا۔
اُسل وٹے بھننا	ص ۱۱۰	بے چین ہونا۔
بھیڑا پینا	ص ۱۱۱	بُرا بننا' اپنی وُقعت کم کرنا' نادم ہونا۔
جندعذابوں چھٹنا	ص ۱۲۲	خلاصی ہو جانا' کسی عصبیت سے خلاصی پانا۔
جیہا منہ تیہی چپیڑ	ص ۱۹۱	دوسروں کا ردّعمل' انسان کی اپنی شخصیت کے مطابق ہوتا ہے۔
ڈنڈے دامُرید ہونا	ص ۲۲۵	مار کھائے بغیر کام نہ کرنا' سزا کے بغیر کام نہ کرنا۔
ڈیڑھ اِٹ دی مسیت بنانا	ص ۲۲۵	راستے علیحدہ کر لینا' اپنی محدود سوچ پر ڈٹ جانا۔
طوطے وانگوں رٹنا	ص ۲۳۸	زبانی رٹنا' حفظ کرنا' بغیر مطلب سمجھے زبانی یاد کرنا۔

ککھ اڈنا	ص۲۸۴	بے عزت ہونا۔
تتی پھٹی ہونا	ص۲۹۱	بے صبری کا مظاہرہ کرنا۔

'پکھیرو' از مستنصر حسین تارڑ

۱۲۰ صفحات پر مشتمل یہ ناول ایک انسان اور پرندے کی کہانی ہے۔ انسان کا تعلق دیہات سے ہے جو اپنے چچا کے کہنے پر سخت محنت کر کے ایم اے کرنے کے بعد مقابلے کا امتحان پاس کرتا ہے لیکن انٹرویو میں اپنے دوستوں کی نصیحتوں کے باوجود سچ بولتا ہے جس کی وجہ سے اُسے نوکری نہیں ملتی۔ دو مہینے بعد اُسے پرائمری سکول میں نائب مدرس کی نوکری مل جاتی ہے لیکن اِس سے اُس کی بیوی بچوں کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ پھر وہ اس دُنیا کی ضرورتوں کے بارے میں گہری سوچ میں ڈوبا رہتا ہے اور سچ کی تلاش میں گھر اور ساتھیوں سے بچھڑ جاتا ہے۔

اس ناول میں دو گِدھوں کا آپس میں مکالمہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو مخلوق اپنے غول سے الگ ہو جاتی ہے یا جو لوگ زمانے کے رنگ کو نہیں اپناتے وہ گِدھوں کے ہاتھوں شکار ہو جاتے ہیں اور جو اپنے غول کے ساتھ مل کر اُڑتے ہیں وہ اپنی جان بچا لیتے ہیں۔ اِس میں انسان کی جنسی بے راہ روی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اس ناول میں سے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
لیراں لیراں کرنا	ص ۹	چیر پھاڑ کرنا۔
پھُل کے بُھکا نہ ہونا	ص ۹	خوشامد سے شیخی میں آجانا' لاش کا پھُول جانا۔
چُپ چُپیتا	ص۱۰	راز داری سے کام کرنا۔
ویلا لنگھنا	ص۱۱	وقت گزر جانا۔
کلم کلا ہونا	ص۱۲	تنہا ہونا۔
کھوہ کھانا	ص۱۳	چھین کر کھانا' بھِڑ کا کاٹنا۔
نما نما دُھخنا	ص ۱۵	اندر ہی اندر پگھلتے رہنا۔
سنھ لانا	ص ۱۹	نقب لگانا۔

ٹھنڈا ہو جانا	ص ۱۹	صبر کرنا' ضد چھوڑ دینا۔
کچھے مارنا	ص ۲۸	بغل میں اُٹھانا۔
کھوتے دا کھُر ہونا	ص ۳۳	بے وقوف ہونا' غلیظ ہونا۔
پک پتہ نہ ہونا	ص ۳۹	یقینی معلومات نہ ہونا۔
حاضری دینا	ص ۶۰	کاروائی ہونا۔
پیلا پینا	ص ۷۱	پچھتاوے کے باعث رنگ پیلا ہوجانا۔
تھوہ نہ کرنا	ص ۷۱	یاد نہ رکھنا۔
کھِلر پُکر جانا	ص ۱۱۷	منتشر ہو جانا۔

'اکبر کہانیاں' از اکبر لاہوری

۴۵ کہانیوں پر مشتمل ''اکبر کہانیاں'' اکبر لاہوری کی دوسری تخلیق ہے اور پنجابی ادب میں ایک انمول اضافہ ہے' زبان کے لحاظ سے بھی اور موضوع کے اعتبار سے بھی۔ کتاب کا نام ''اکبر کہانیاں'' اِس لئے منتخب کیا گیا کہ یہ کہانیاں چھوٹی ہونے کے باوجود بھی بڑی ہیں ۔موضوع اور زبان کے باعث اور اکبر لاہوری کے نام کی مناسبت سے اس کتاب کا نام ''اکبر کہانیاں'' رکھا گیا ہے۔۲۶۴صفحات پر مشتمل یہ کتاب نستعلیق کی جگہ نسخ میں اس لئے چھاپی گئی ہے کہ اِس کتاب کو دیہی آبادی تک بھی پہنچایا جا سکے ۔کیوں کہ گاؤں کی زیادہ آبادی پنجابی نسخ میں پڑھنے کی بڑی حد تک لیاقت رکھتی ہے۔ اِن کہانیوں میں استعمال کئے گئے محاورات نہ صرف مخصوص رشتوں کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ پنجاب کی روایات اور رشتوں کے فرائض و اقدار کو بھی سامنے لاتے ہیں۔منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
گٹ مِٹ کرنا	ص ۱۶	راز دارانہ گفتگو کرنا۔
سار رکھنا	ص ۲۱	پتا رکھنا، دُوسرے کے بارے میں ہمدردی رکھنا۔
اسمان نِتر نا	ص ۲۴	آسمان صاف ہو جانا۔

ٹٹے چھتر وانگوں ودھنا	ص ۲۴	بڑھ چڑھ کر بے ہُودہ باتیں کرنا، بُرا روّیہ اپنانا۔
رُوح راضی کرنا	ص ۳۱	خوش ہونا، تسکینِ طبع۔
راہ ہتھ نہ آؤنا	ص ۳۶	پتا نہ چلنا، معاملات سلجھانے کا سلیقہ نہ آنا۔
آنگس نہ رہنا	ص ۴۱	ہمت نہ رہنا۔
چھتر پولا ہونا	ص ۴۷	مار پڑنا، بے عزتی ہونا، جوتے پڑنا۔
ٹُل تے آنا	ص ۵۲	مقابلے پر آنا، بُرا روّیہ اپنانا۔
چلانا کر جانا	ص ۵۳	مرجانا، کُوچ کر جانا۔
ہواڑ کڈھنا	ص ۵۶	غصہ نکالنا، دل کی بھڑاس نکالنا۔
کھوج کھرا نہ رہنا	ص ۶۴	نام ونشان نہ رہنا۔
انندا پڑنا	ص ۶۶	سکون آنا، تسکین ملنا۔
تیلے نال تیلا ہونا	ص ۶۶	بے یار و مددگار ہونا، اکیلا ہونا۔
اوکھیاں کرنا	ص ۶۷	مشکل میں ڈالنا۔
ٹکا نہ دینا	ص ۶۸	معمولی مدد بھی نہ کرنا۔
کاہلے پینا	ص ۷۸	جلد بازی کرنا۔
پر لا کے اُڈ جانا	ص ۱۱۸	بھاگ جانا، اشتیاق میں تیزی سے چلنا۔
سانگ وانگوں رڑکنا	ص ۱۲۹	ناقابلِ برداشت ہونا۔
انت ڈڈو دا ڈڈو ہونا	ص ۱۳۲	تبدیل نہ ہونا، کنوئیں کا مینڈک ہی رہنا۔
راج ہتھ آؤنا	ص ۱۳۶	حکمرانی ملنا۔
راٹھ دا راٹھ رہنا	ص ۱۵۷	تنتنا ختم نہ ہونا، بالکل بھی نہ بدلنا۔
ڈنڈا پیر ہونا	ص ۱۶۷	بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے کام نہ کرنا۔
اکھیں پایاں نہ دکھنا	ص ۱۶۷	حد درجے کی عاجزی، بے ضرر ہونا۔
تکلے وانگوں سدھا ہونا	ص ۱۶۷	سادہ طبیعت ہونا، مکر فریب سے پاک ہونا۔

پینڈا پیش پینا	ص ۱۷۶	کوئی مشکل پیش آنا' سفر پیش آنا۔
منہ وِچ چاندی دا چمچہ ہونا	ص ۱۸۷	پیدائشی امیر ہونا' آسودہ گھر میں پیدا ہونا۔
رب دیاں رب جانے	ص ۲۱۰	اپنے راز اللہ ہی جانتا ہے۔
اکھاں نوں ٹھنڈ پینا	ص ۲۱۲	کسی کو دیکھ کر بہت زیادہ خوشی محسوس ہونا۔
ردھی کھیر دا دلیا ہونا	ص ۲۲۹	ٹھیک کام کا بگڑ جانا۔
رولا گولا پانا	ص ۲۴۱	شور کرنا۔

'بلدے دیوے' از رضیہ نور محمد

رضیہ نور محمد 'پنجابی' کی وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ناول لکھنے کی طرف توجہ مبذول کی۔'بلدے دیوے' ہمارے معاشرے کے جاگیردارانہ نظام میں پلنے والے کرداروں کی عکاسی کرتا ہے۔تیسری دُنیا کی عورت کے جاگیردارانہ استحصال سے بچاؤ کے لئے شعور اور آگہی کی بات کرتا ہوا یہ ناول مُسلّم اور آفاقی حیثیت رکھتا ہے۔ روائتی انداز میں لکھا گیا یہ ناول بنیادی طور پر ماحول کا ناول ہے۔اگر لسانی اعتبار سے دیکھا جائے تو رضیہ نور محمد نے شعوری کوشش سے ثقیل الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہوئے عوامی زبان استعمال کی ہے۔ اُن کے اسلوب میں بے ساختگی اور سادہ پن نظر آتا ہے جیسا کہ درج ذیل محاورات سے بھی ظاہر ہوتا ہے:۔

محاورات		معانی
پیسے دا پیر ہونا	ص ۱۵	انتہا کا لالچی اور خودغرض ہونا۔
پیش نہ جانا	ص ۱۵	کوئی بس نہ چلنا۔
بلھاں تے جیبھ پھیرنا	ص ۵۱	للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا۔
اپنے راہ لگنا	ص ۱۷۳	اپنا کام کرنا' کسی اور طرف توجہ نہ دینا۔

'چونڈھیاں' از ارشد میر

'چونڈھیاں' میں ارشد میر نے طنزومزاح کے ذریعے نہ صرف غم زدہ لوگوں کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بھرنے

کی کوشش کی ہے بلکہ عام اور خاص اشخاص کو اُن کے غلط روّیوں کا احساس دلانے کی کوشش بھی کی ہے۔ اس کتاب کی کہانیاں وقتاً فوقتاً پنجاب رنگ' رونامہ امروز' لہراں اور پریت لڑی میں شائع ہو چکی ہیں اور کُچھ ریڈیو پاکستان لہور سے نشر ہو چکی ہیں۔ یہ ۱۶ کہانیوں کا مجموعہ ۱۴۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اگر لسانی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں عوامی زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں استعمال کیے گئے محاورات سے بھی دیہات کے رہن سہن کی شبیہہ نظر آتی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل محاورات سے ظاہر ہوتا ہے:۔

محاورات		معانی
تا تاء نہ لگنا	ص ۶	ذرّہ برابر نقصان بھی نہ پہنچنا۔
اچی بچی جاننا	ص ۱۳	ہر چیز تفصیل سے جاننا۔
ٹکی کر چھڈنا	ص ۲۲	کِسی کو ایک جگہ جامد کر دینا۔
جان خلاصی کرنا	ص ۲۳	چھٹکارا حاصل کرنا۔
اتھرے ہونا	ص ۲۷	غصیلہ ہونا' ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دینا۔
پاڑا نپٹنا	ص ۲۸	نفاق ختم ہونا۔
اکھ پٹ کے نہ تکنا	ص ۳۴	شریف النفس ہونا' باحیا ہونا۔
پُٹھیں پیریں پرتنا	ص ۳۹	جلدی واپس آجانا۔
بھل ست کرنا	ص ۴۸	کوشش کرنا۔
ٹیں وچ رہنا	ص ۴۹	مغرور ہونا' اپنی اکڑفوں میں رہنا۔
اگلی دنیا وکھانا	ص ۵۵	موت یاد دلانا۔
اچمی لانا	ص ۵۷	بے چینی پیدا کرنا۔
بوجھے بھرنا	ص ۵۸	دولت اکٹھی کرنا' ذاتی اغراض پوری کرنا۔
کوڈی مُل نہ پینا	ص ۵۹	ناقدری کرنا۔
پُٹھی کھل لاہنا	ص ۶۲	بہت زیادہ اذیت دینا' اُلٹی کھال اُتارنا

اُڈدے پنچھی دے پَر کُترنا	ص ۶۴	بہت عیار اور چالاک ہونا۔
اچیاں ہواواں وچ اُڈنا	ص ۷۱	عروج پر ہونا' تکبّر کرنا' عام لوگوں کو حقیر جاننا۔
اڈے لگنا	ص ۷۱	کسی کی باتوں میں آنا۔
گل لانا	ص ۸۲	ہمدردی کرنا۔
اوقات بھُلنا	ص ۸۸	اپنی حیثیت بھول جانا۔
کونڈا کرانا	ص ۱۰۴	برباد کردینا۔
اگلے جہان ول مونہہ کرنا	ص ۱۰۷	آخری لمحات کو پہنچنا۔
اتھل پتھل مچا دینا	ص ۱۲۷	افراتفری برپا کردینا۔
جی گردے دا کم ہونا	ص ۱۷۰	حوصلے والا کام ہونا' جرات والا کام ہونا۔
کھیہڑا چھڈانا	ص ۲۱۶	پیچھا چھڑانا' جان چھڑانا۔

'جھاتیاں' ازشریف کنجاہی

پنجابی زبان اور ادب کے نقادوں میں سے شریف کنجاہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے معیاری ادبی تنقید کا اضافہ کیا جس میں جدید تنقیدی دبستانوں کے نقوش بڑے واضح نظر آتے ہیں۔ جہاں تک اُن کی کتاب ''جھاتیاں'' کا تعلق ہے اس میں کسی بھی مغربی مصنف کا حوالہ نہیں ملتا۔ بلکہ انھوں نے اپنے حوالے اور اپنی سند کے بل بوتے پر بات کا آغاز کیا ہے۔ اُن کے مطالعہ میں گہرائی بھی ہے اور جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ دور رس ہے۔اسلوب اتنا سادہ اور فہم وفراست سے بھرپور ہے کہ پڑھنے والے کو بات سمجھنے میں کہیں بھی مُشکل پیش نہیں آتی۔ ۱۰۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں کل پندراں مضامین ہیں جن میں سے پہلے دو یعنی ''اک سی بدو تے اک سی اونٹھ'' اور'' کُجھ پنجابی شاعری دے بارے'' پنجابی زبان اور ادب کی لسانی تحقیق اور اہمیت کے حوالے سے لکھے گئے ہیں۔'' جھاتیاں'' کے مضامین کی خاص بات یہ ہے کہ شریف کنجاہی نے کسی بنے بنائے یا من گھڑت نظریے اور فلسفے کا سہارا نہیں لیا بلکہ پنجابی ادب کے مطالعہ سے ہی انہوں نے اصول اخذ کیے ہیں۔ جن کی روشنی میں پنجابی کی پرانی شاعری کے اسلوب اور تکنیک کو پرکھا اور جانچا ہے۔صوفی شعراء کے متعلق اُن کا یہ پیراگراف جدید ترین مارکسی نقادوں کو بھی حیرت

میں ڈال دیتا ہے۔

''اصل وچ صوفیا دا کلام اک ایسے روگ دا پتہ دیندا اے جیہڑا انسانی سماج نوں بڑے چرتوں لگا ہویا اے تے اج جدلڑائی دے بدل پاٹ چکے نیں تے ساری دنیا تے ساڈا پنجاب وی نواں چولا بدلن دے آہراں وچ اے' ساڈی ایہہ کوشش ہونی چاہیدی اے جے اسیں ایس دکھیا سنسار نوں سکھی سنسار بنایئے ۔ جیون دا رولا اجیہا کر دیئے جے لوکیں دنیا توں دور نسن دی تھانویں ایس وچ دلچسپی لین۔ داخ اپنی نیویں کر دتی جائے جے ایس نوں تھوہ کوڑی آکھن دی لوڑ ای نہ پوے......''

'جھاتیاں' میں پنجاب کی عظیم اور آفاقی رومانی داستان ہیر رانجھا کے متعلق پانچ مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین میں ایک طرف ہیر کے وارث شاہ سے پہلے کے اور بعد کے تخلیق کاروں کے ساتھ تقابلی تحقیق کے ذریعے وارث شاہ کی فکری اور فنی عظمت کو سراہا گیا ہے اور دوسری طرف جب (رانجھا) ''اک وگڑیا ہویا بال'' اور (ہیر) ''اک ضدل کُڑی'' کے عنوان رکھ کر شریف کنجاہی نے ایک طرف وارث شاہ کو کردار نگاری کے حوالے سے خراج تحسین پیش کیا ہے اور دوسری طرف ایڈلر کا نام لئے بغیر اُس کے نظریات کا اثر بھی پوری طرح دکھا دیا ہے۔

کلاسیکی شاعری' لوک رنگ اور پنجابی زبان و ادب کے محاکمات کے ساتھ ساتھ شریف کنجاہی نے ''جھاتیاں'' میں جدید شاعری کے مطالعہ میں بھی اِسی شعور کو قائم رکھا اے۔ ''ترنجن ول اک جھات'' ''دل دریا ول اک جھات'' اور ''سنیہوڑے'' اس حوالے کے مضامین ہیں۔ ''جھاتیاں کے مصنف نے پنجابی تنقید میں پہلی بار جدید تنقید کے نظریات اور تحریکوں کا ایک مجموعی تاثر پوری گہرائی' ذمے داری اور اعتماد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس تحریر نے پہلی بار پنجابی ادب کو وُہ محاورات اور زبان دی ہے جو تنقید کیلئے استعمال ہونی چاہیے۔ انہوں نے تنقیدی استعمال کیلئے نئی نویلی زبان اور نئے نویلے محاورات استعمال کئے ہیں جو اُن کے بعد میں آنے والے نقادوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں اور تجرباتی ادب کا باقاعدہ آغاز بھی۔ اُن کی اس گراں قدر تصنیف سے کُچھ محاورات منتخب کئے گئے ہیں:۔

محاورات	معانی

پھکا مارنا	ص ۲۱	صفائی کرنا۔
ستیں ویہہ سو ہونا	ص ۲۱	طاقت کے بل بوتے پر زبردستی بات منوانا (اس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب لوگوں کے پاس پیسے کی بُہتات نہیں تھی اُس وقت گنتی کی بُنیادی اکائی ''بیس'' تھی)۔
راج کھوہ لینا	ص ۲۸	اقتدار یا اختیارات چھین لینا۔
لُچ تلنا	ص ۵۰	دوسروں کے معاملات میں بلا جواز بدمزگی پیدا کرنا۔
رت ونا ہونا	ص ۶۳	اشتعال میں آنا، شدید غصے سے چہرہ سرخ ہو جانا۔
انت نوں پجنا	ص ۶۶	انتہا کر دینا۔
بجھدی آس بالنا	ص ۶۹	مایوسی میں امید دلانا۔
جیوندی جانے خاک سماونا	ص ۷۰	بے بس ہو جانا' بے جان ہو جانا۔
بن آیوں مرنا	ص ۸۸	بلا وجہ کسی بڑی مصیبت میں پھس جانا۔

'چونویں انشائیے' از کنول مشتاق

انشائیہ کی عُمر پنجابی ادب میں کوئی زیادہ طویل نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک گِنے چُنے مصنفین کے انشائیے ہی چھپ سکے ہیں۔۲۱۲ صفحات پر لکھی گئی اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ پنجابی انشائیوں کا ایک ایسا انتخاب پیش کیا جائے جس سے پڑھنے والوں کو انشائیہ نگار اور انشائیے کے آغاز و ارتقا کے بارے میں معلومات دی جاسکیں ۔'چونویں انشائیے' میں کنول مشتاق نے یہ کوشش کی ہے کہ سینئیر اور جونئیر مصنفین کی تخلیقات کا انتخاب پیش کیا جاسکے اور اس کام میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ اس انتخاب میں ہمیں نئے اور نسبتاً پرانے محاورات بھی ایک ہی کتاب میں دستیاب ہیں۔ اور یوں لسانی تبدیلیوں اور اُن کے معاشرے پر اثرات کا ایک تقابلی جائزہ بھی مِلتا ہے جس سے تہذیبی' لسانی اور ادبی رُجحانات میں واقع ہونے والی تبدیلیاں بھی سامنے آتی ہیں۔ اس کتاب سے لئے گئے کچھ منتخب محاورات شامل کئے گئے ہیں۔جن سے ذی پہلو ادبی' لسانی اور تہذیبی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

محاورات	معانی

پلہ ہتھوں نہ چھڈنا	ص ۷	دامن نہ چھوڑنا، پیچھا نہ چھوڑنا۔
جھنڈی وکھانا	ص ۲۷	کورا جواب دینا۔
ڈن بھرنا	ص ۲۸	جرمانہ دینا۔
اڑی کرنا	ص ۲۹	ضد کرنا۔
حد لانا	ص ۳۰	کسی بات سے منع کرنا۔
سروں لتھنا	ص ۷۰	کسی کام سے فارغ ہونا، کسی ذمہّ داری سے فارغ ہونا۔
چٹے دن وانگ رہنا	ص ۷۱	بے دھڑک ہو کے رہنا، صاف ستھرا کردار رکھنا۔
امبروں تارے توڑنا	ص ۹۲	ناممکن کوممکن کر دکھانا۔
جان تلی تے رکھنا	ص ۹۳	جان خطرے میں ڈالنا۔
تھلے لانا	ص ۱۳۰	کسی کو حقارت سے نیچا دکھانا۔
بھرم رکھنا	ص ۱۳۴	کسی کی عزت رکھنا۔
بکل وچ مونہہ پانا	ص ۱۳۵	اپنا احتساب کرنا، اپنے روّیے پرغور کرنا۔
ادھی چھڈ ساری ہتھوں جانا	ص ۱۵۰	لالچ کی وجہ سے نقصان ہونا۔
ہپھاوے ہوونا	ص ۱۵۰	تھک ہار جانا۔
دل ولانا	ص ۱۵۷	دل کو کسی اور جگہ لگانا، چھوڑ جانا۔
دل نچ اُٹھنا	ص ۱۵۸	بہت زیادہ خوشی ہونا۔
سر صدقے جانا	ص ۱۵۹	قربان ہونا، بہت زیادہ پیار کرنا۔
ساکا چاری وچ بجھنا	ص ۱۶۰	تعلق قائم ہونا۔
بُکل وچ چور ہونا	ص ۱۸۳	اپنا ہی قصور ہونا، اپنا ہی کوئی قریبی مُجرم ہونا۔
بنھے لانا	ص ۱۸۵	کوئی کام پایہء تکمیل تک پہچانا۔
بخشی روح ہونا	ص ۲۰۳	اچھی فطرت والا ہونا۔

'سیتیاں اکھاں والے' از ناصر بلوچ

۱۱۰ صفحات پر مشتمل ''سیتیاں اکھاں والے'' ناصر بلوچ کی تیرہ (۱۳) کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں ناصر بلوچ نے انوکھے انداز میں علامتوں کے ذریعے ڈھکے چُھپے انداز میں بات کی ہے۔ یہ علامتیں اُس نے اپنی تہذیب اور ثقافت سے اخذ کی ہیں۔ اس طرح سے پڑھنے والے کے اندر نہ صرف سچائی جاننے کی جستجو پیدا ہوتی ہے بلکہ بات بھی اثر کرتی ہے۔ کردار نگاری بڑے بھرپور انداز سے کی گئی ہے۔ خوبصورت الفاظ کے ساتھ کرداروں میں اس طرح سے رنگ بھرا گیا ہے کہ اُن کا رونا' ہنسا اور زندگی کے متعلق امید وناامیدی کا ہر پہلو ہمارے سامنے واضح ہو جاتا ہے۔ کہانیوں کے اس مجموعے میں ناصر بلوچ نے مختلف موضوعات استعمال کر کے انسان کی اپنی کھوئی ہوئی شخصیت کی پہچان کے بارے میں لکھا ہے اور یہ سب کچھ اُس نے اپنے گردونواح کے حالات اور تجربات کو سامنے رکھ کر تخلیق کیا ہے۔ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
کھوہ گیڑنا	ص ۹	سخت محنت کرنا۔
بھخدا انگارہ	ص ۱۶	غصے یا خوشی کی حالت میں منہ کا بہت زیادہ سُرخ ہو جانا۔
چنج ٹھکورنا	ص ۱۸	دخل دینا' مزہ لینا۔
رگ رلنا	ص ۲۳	کسی کی طبیعت یا فطرت کا کسی دوسرے سے مِلنا۔
سپ سُنگھنا	ص ۲۹	بولنے کے قابل نہ رہنا۔
جُتی سنگھانا	ص ۵۷	اپنے زیرِ اثر کرنا (جس کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا اُس کو بھی جُوتا سنگھاتے تھے)۔
کھوپڑی تے سونا ڈھونا	ص ۵۹	بہت زیادہ دولت ملنا۔
دُھپ چھاں جَرنا	ص ۶۹	اچھا بُرا وقت وقار سے گزارنا۔

'تائی' از فرزند علی

۲۱۶صفحات پر مشتمل 'تائی' فرزند علی کا ناول ہے جس میں اُس نے پنجاب کے رہن سہن اور ثقافت کو بڑے انمول انداز میں تحریر کیا ہے۔ ناول کے دھاگوں کو اس انداز سے بُنا گیا ہے کہ اس نے پنجاب کے ہر گاؤں کی کہانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس میں کسان، نمبردار، فوجی، لڑکیاں اور نوجوان بھی ہیں۔ اور ہر کردار اپنی روایات اور اقدار کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اس ناول میں سکول ماسٹر اور اسٹیشن ماسٹر دو ایسے کردار ہیں جو امیروں کے ہاتھوں غریبوں کے استحصال کو ختم کرنے کے خواب دیکھتے ہیں۔ جہاں کہیں اُن کا داؤ چلتا ہے وہاں وہ کسی بھی غریب شخص کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن اِن کے برعکس 'تائی' ہر وار اپنے اُوپر سہتی ہے۔ وہ ہر استحصال کا خودداری سے مقابلہ کرتی ہے۔ اس طرح سے 'تائی' پنجابی لوک بہادروں کی صف میں کھڑی نظر آتی ہے۔ الفاظ کا استعمال بڑے نپے تُلے انداز میں کیا گیا ہے کہیں بھی پڑھنے والے کے لئے کوئی خلا باقی نہیں رہتا۔ لسانی اور محاوراتی اعتبار سے یہ تحریر اپنے دور کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے۔ ناول میں سے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
دڑ لنگے لانا	ص ۸	لمبے لمبے قدم اٹھانا۔
اِک مِک ہونا	ص ۱۰	اکھٹے رہنا، مُتّحد رہنا۔
دوہری چوہری ہونا	ص ۲۹	ترقی کرنا، کسی چیز کا بہت زیادہ پھیلاؤ ہونا۔
دل ای دل وچ خوش ہونا	ص ۴۴	دِل ہی دِل میں خوش ہونا۔
دبا کے رکھنا	ص ۵۳	اپنے زیر اثر رکھنا، اپنے زیرِ رُعب رکھنا۔
چوراکھاں نال تکنا	ص ۵۷	چھپ کر دیکھنا، نظر بچا کر دیکھنا۔
بولن جوگے نہ رہنا	ص ۸۰	شرمندگی کی وجہ سے خاموش ہو جانا۔
ڈھیری ڈھا کے بہنا	ص ۱۰۵	حوصلہ یا ہمت ہار جانا۔
انگلیاں تے گننا	ص ۱۰۹	تھوڑی تعداد میں ہونا۔
پیر دا کنڈا ہونا	ص ۱۰۹	راستے کی رکاوٹ ہونا
سریاں لُکانا	ص ۱۴۶	کسی کا سامنا کرنے سے گریز کرنا، چھُپ جانا۔
دھون نیویں پینا	ص ۱۵۱	شرمندہ ہونا، اکڑ ختم ہو جانا۔

پیراں تے کھلونا	ص ۱۵۱	وعدے کا پابند ہونا' اپنا بوجھ خود اُٹھانا۔
چُبھدیاں نظراں نال ویکھنا	ص ۱۸۲	بُری نظروں سے دیکھنا' اچھا نہ لگنا۔
جتیاں چٹکی پھرنا	ص ۱۹۳	ہمیشہ سفر میں رہنا' کسی کی تابع فرمانی کرنا۔
الٹی دی پلٹی ہونا	ص ۲۰۸	بگڑے ہوئے کام کا مزید بگڑ جانا۔

'کھیڈ مقدراں دی' از راجہ محمد احمد

یہ ناول ۳۰۵ صفحات پر مشتمل پنجابی کلچر' پنجابی سوسائٹی اور دیہی زندگی کے ساتھ ساتھ شہری زندگی کا نہ صرف موازنہ کرتا ہے بلکہ بھرپور تنقید کرتے ہوئے پنجاب کی زندگی کے اعلی و ارفع پہلوؤں کا بھی خیال رکھتا ہے۔اس میں پنجاب کے رہنے والوں کی نسل درنسل دُشمنی اور دوستی کی بات کی گئی ہے۔سب سے بڑھ کر ایک ایسے نوجوان کا کردار پیش کیا گیا ہے جو نہ صرف معاشرے اور ماحول سے لڑتا ہے بلکہ تقدیر کے وار بھی برداشت کرتا ہے۔کبھی گرتا ہے' کبھی گر کر سنبھلتا ہے۔اسی طرح یہ ناول ''پھر کیا ہوا'' کی تلاش میں ختم ہو جاتا ہے۔ راجہ محمد احمد نے اپنے ناول میں پنجاب کے لوگوں کو نہ صرف محبت' پیار اور بھائی چارے کا پیغام دیا ہے بلکہ معاشرے کی اصلاح پر بھی زور دیا ہے۔ ناول میں زبان کا استعمال بڑے نپے تُلے انداز میں کیا گیا ہے۔''کھیڈ مقدراں دی'' ایک دلچسپ اور تفریحی ناول ہے جس میں اگرچہ آج کے پنجاب کی تصویر مکمل طور پر تو نظر نہیں آتی لیکن اس کی لسانی وساطت سے کافی حد تک پنجاب کی اقدار کی عکاسی ہوتی ہے۔منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
عزت نوں وٹا لانا	ص ۱۷	عزت و وقار کو داغ لگانا۔
غم غلط کرنا	ص ۲۲	دکھ بھلانا۔
ڈولن لگ پینا	ص ۲۸	مالی یا جسمانی طور پر کمزور ہو جانا' متوازن نہ رہنا۔
حیرت چکی جانا	ص ۳۰	بہت زیادہ حیران ہونا۔
کلیجہ کنبنا	ص ۴۱	خوف سے جُھر جُھری آنا۔
قینچی وانگوں چلنا	ص ۴۹	بے مہار ہونا۔

زخماں تے ملھم لاؤنا	ص ۷۵	دُکھ زدہ کو دلا سا دینا' حوصلہ دینا' مدد کرنا۔
شہد دے چھتے نُوں چھیڑنا	ص۱۰۲	راہ چلتے مصیبت مول لینا۔
کونڈا ہونا	ص ۱۱۰	صفایا ہو جانا، بہت زیادہ نقصان ہونا۔
ساہواں توں نیڑے وسنا	ص۱۲۴	بہت قریب ہونا۔
بھرم رکھنا	ص۱۳۴	عزت رکھنا۔
سُنی ان سُنی کرنا	ص ۲۳۵	بات پر غور نہ کرنا۔
عزت مٹی وچ رُلنا	ص۴۴۲	عزت خاک میں مِلنا۔

'چیڑھاں دی چھاں' از ارشد چہال

''چیڑھاں دی چھاں'' ایک ایسا ہرا بھرا اور وادیء کشمیر کے پھلوں' پھولوں کی خوشبوؤں سے معطر' پہاڑی چشموں اور تیز رفتار ندیوں کے بہاؤ کی نغمگی سے گونجتا ہوا ناول ہے جس میں ماحول کی بھرپور رنگین عکاسی کے ساتھ' پہاڑی دیہاتوں کے عوام کے دلوں کی دھڑکن بھی صاف سنائی دیتی ہے۔ اس ناول میں دریائے جہلم کے کنارے کشمیر کے اندرونی علاقے کا ماحول' رہن سہن اور ثقافت پیش کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو ایک خوبصورت لیکن جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی وادی میں علم اور سوچ کا چراغ روشن کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے وہ اپنی سب سے پیاری چیز کو بھی قُربان کر دیتا ہے۔ کہانی کے مرکزی کردار فیروز اور مہرین پڑھے لکھے' اچھی نیت اور مستحکم حوصلے والے ہیں۔ اُس کے علاوہ جھوٹا پیر گلاب اور اُس کا ماتحت مستان شاہ' ماسٹر نور دین اور شیریں اِس ناول کے اہم کردار ہیں۔ جنہیں ارشد چہال نے بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ اُن کے فن کی گہرائی ہی ہے کہ انھوں نے دوسرے چھوٹے کرداروں کا بھی مختصر الفاظ میں بڑا بھرپور نقشہ پیش کیا ہے۔ اس ناول کی دوسری بڑی خوبی اس کی منظر نگاری ہے۔ زبان اور بیان کا انداز بڑا انوکھا اور اچھوتا ہے۔ ۴۰۶ صفحات کی اس کتاب میں ڈھکے چُھپے الفاظ' تشبیہیں' علامتیں اور استعارے کے استعمال نے نثر میں گہرائی' دلچسپی اور تاثیر پیدا کر دی ہے۔ اس ناول میں سے لئے گئے مُنتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
تند نہ پانا	ص۱۴	اچھا برتاؤ نہ کرنا۔
پیراں دی بیڑی ہونا	ص ۱۷	کسی شے کا پابند ہونا۔
کیڑی نوں پر لگنا	ص۲۸۲	چھوٹے آدمی کا بڑی بڑی باتیں کرنا۔
پیراں تھلے چتھنا	ص ۲۹۵	پاؤں تلے مسل دینا۔
کھُل دینا	ص۳۶۲	آزادی دینا' ڈھیل دینا۔

'پورنے' از حسین شاہد

حسین شاہد کا شمار پنجابی زبان و ادب کے اولین مصنفین میں ہوتا ہے ۔ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل اس تحقیقی کتاب ''پورنے'' میں وہ پنجابی اور لوک روایت کی کلاسیکی صوفیانہ روایت کے ساتھ ساتھ جدید طرز احساس کو بھی اپنے مضامین میں پیش کرتے ہیں۔ حسین شاہد کی تحقیق کا انداز دوسرے پنجابی محققین سے مختلف اور دل موہ لینے والا ہے۔ ''پورنے'' ۱۸ مضامین پر مشتمل کتاب ہے ۔ حسین شاہد نے شاہ حسین کے بارے میں تین مضمون (شاہ حسین دیاں کُجھ علامتاں' شاہ حسین دی آرٹ گیلری' شاہ حسین دے عدالتی فیصلے) شامل کئے ہیں۔ حسین شاہد نے اپنی تنقیدی بصیرت اور علمی بصارت کے ساتھ شاہ حسین کی کافیوں میں سے عالمگیر اور آفاقی سطح کے فیصلے ہمارے سامنے بڑے واضح انداز میں پیش کئے ہیں جو سچائی کے ان مٹ اصولوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ بہر حال حسین شاہد کی اس کتاب کا ہر مضمون ہمیں ایک جدید طرز احساس کی طرف لے کر جاتا ہے چاہے وہ' وارث شاہ دا تگڑا ڈھنگ ہو' اور چاہے وہ 'صاحباں دا کردار میری نظر وچ '۔ حسین شاہد ''پورنے'' میں شامل مضمون 'لئے او یار حوالے رب دے.....' میں اپنی اس کتاب میں استعمال کی گئی زبان کے بارے میں اس طرح سے لکھتے ہیں۔

> ''کُجھ لفظاں دی اِملا تھاؤں تھائیں ہورا ے ۔ انج میں جان کے کیتا اے خورے پنجابیاں نوں کھار آجائے تے اوہ اِملا والا رپھڑ مکا ای دین۔ زبان وی وکھو وکھ اے ۔ کدھرے عربی فارسی رنگ دی چڑھتل اے تے کدھرے ٹھیٹھ پنجابی لکھن دا جھوٹھا جتن۔ میرے وس ہوندا تے سرائیکی' لہندی تے پوٹھوہاری رنگ وچ وی

لکھدا۔ ایس لئی جے میں روہی توں اٹک تیک دی زبان نوں اکو سپیکٹرم دیاں رنگ برنگیاں رشماں جاندا ہاں ۔ ایہناں رشماں دا لشکارا روہیوں تے اٹکوں اگے تھیہہ تے نہیں مُک ویندا۔''

اس کتاب کی تحریروں کو لسانی اور سماجی روابط کے حوالے سے دیکھا جائے تو شاہ حسین کے دور میں مروّجہ اشیاء' رسوم و رواج' سماجی ارتقاء کی منازل' انفرادی اور اجتماعی رشتے اور برتاؤ' ہر چیز کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور اُس دور کے معاشرے کا مکمّل نقشہ پیش کرتی ہے۔ مثلاً روئی کاتنے کے لئے اُس دور میں تو چرخہ تھا جو آج معدوم ہو گیا ہے اور اِس کی جگہ پاور لومز "Power Looms" نے لے لی ہے۔ چرخے سے متعلق شاہ حسین نے کئی محاورات استعمال کئے ہیں۔ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
رون ہاکا ہونا	ص۱۴	رونے والی کیفیت ہونا' انتہا کی پریشانی اور بے بسی۔
چوپڑیاں کھانا	ص۱۵	عیش کرنا۔
اکھاں میٹ کے منّا	ص۱۷	اندھا اعتقاد۔
ڈَب خالی ہونا	ص ۱۸	غربت آنا' مُفلسی ہونا (تہبند' دھوتی۔ دیہاتیوں کا لباس جس کے ایک پلّو میں پیسے رکھتے تھے اُسے ڈَب کہا جاتا تھا)۔
ڈنگ ٹپانا	ص۳۲	بمشکل گزارا کرنا' وقت کو دھکّا دینا۔
سیٹی رلانا	ص۳۸	ایک دوسرے کی رمز سمجھنا۔
پٹاس بھرنا	ص۴۰	اشتعال دلانا، بھڑکانا (پٹاس اُس دور کا بچوں کا لوہے کا بنا ہوا ایک کھلونا تھا جس میں گندھک بھر کر اُسے زمین یا دیوار پر زور سے مارتے تھے تو زوردار پٹاخے کی آواز آتی تھی۔)
چُنڈ چھڑانا	ص۴۲	جان چھڑانا' کنارہ کشی کرنا' لاتعلقی کا اظہار کرنا۔

'چیتر باغ' از سجاد حیدر

'چیتر باغ' میں سجاد حیدر نے ایک گاؤں کے رہن سہن کے بارے میں اس طرح سے بیان کیا ہے کہ یہ پنجاب کے سارے دیہات کا نمائندہ ناول لگتا ہے۔ جہاں تک کرداروں کا تعلق ہے تو وہ بڑی خوبصورتی اور گہری نظر سے بیان کئے گئے ہیں۔ایک طرف علمی پہلو کا رنگ نمایا ں ہے جیسے کہ مولوی صاحب اور پروفیسر صاحب کا مکالمہ' جس میں فلسفہ کے متعلق امام غزالی کے افکار بیان کئے گئے ہیں تو دوسری طرف دیہات کے عام لوگوں کی بول چال اور طرزِ زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ناول کا ہر کردار بے شک وہ مراد' حسن' ثمر ہو یا بے جی' میاں صاحب' زیب النسا' روشن' منشی دلگیر' مانک بڑے بھرپور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ناول ۳۳۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ لسانی پہلو کے اعتبار سے اس ناول میں استعمال کی گئی زبان اور محاورات دیہات کے طرزِ زندگی اور زبان کو ظاہر کرتے ہیں۔ منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
کِیل چھڈنا	ص ۹	گرویدہ کر لینا' رام کر لینا' حصار میں لے لینا۔
دل اُچاٹ ہونا	ص۲۵	بے زار ہونا' دِل نہ چاہنا۔
سیساں دینا	ص۲۸	دُعائیں دینا۔
چواتی لاؤنا	ص۵۷	شرارت کرنا۔
دھک مکوڑا ہونا	ص ۵۹	بے وقعت ہونا۔
پہیے پینا	ص۷۳	مشکل میں پھنسنا۔
چھم چھم رونا	ص۸۰	زار و قطار رونا۔
کنک دا ناڑ ہونا	ص ۹۷	بہت کمزور ہونا' بے قیمت ہونا' بے مول ہونا' بے وُقعت ہونا۔
آندراں نوں ہتھ پینا	ص۱۰۲	دِلی دکھ پہنچنا' خونی رشتوں کی نقصان پہنچنے کی اذیّت۔
ٹھپّا لانا	ص۱۱۲	بات پکی کرنا۔
سکھنا پرتنا	ص۱۴۳	ناکام لوٹنا۔
چونکے نہ چاڑھنا	ص۱۹۲	قطع تعلق کرنا۔

'لاء پریت' از حسین شاہد

'لاء پریت' حسین شاہد کی ۱۲ کہانیوں کا مجموعہ ہے اور اس مجموعے کا سب سے بڑا موضوع محبت ہے۔ جو گاؤں ،قصبوں اور مضافاتی شہروں کے میل جول کی فضا میں پنپتی ہے۔ حسین شاہد نے اپنے اس مجموعے کا نام ''سیف الملوک'' کے اس شعر سے اخذ کیا ہے۔

؎ لکھ ہزار بہار حسن دی خاکو وچ سمانی
لاء پریت محمد جس تھیں جگ وچ رہے کہانی

لاء پریت کے سات آٹھ کرداروں کا المیہ صرف ان کرداروں کا ہی المیہ نہیں بلکہ یہ پورے معاشرے کے ذہنی رویوں کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ آج کی سہمی ہوئی نسل کو بچانے کے لئے حسین شاہد نے اپنے کرداروں کے ذریعے ایک نیا نظام مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے کردار و روایات کی سطح سے بُلند تر ہو کر ہمیں ایک نئے افق کی طرف گامزن کرتے ہیں۔ ان کہانیوں میں آگہی' فکر اور سوچ کی ایسی باریکی ہے جو بے حد متاثر کرتی ہے۔ لاء پریت کی ہر کہانی پنجاب کے رہن سہن اور تاریخ کے کسی نہ کسی کردار کے خدوخال واضح کرتی نظر آتی ہے۔ الفاظ کے مسحور کُن استعمال کے ساتھ ساتھ کردار اور خیال میں کمال ہم آہنگی ہے۔ 'لاء پریت' میں نہ صرف زبان کا استعمال فہم و فراست اور سلاست کے ساتھ کیا گیا ہے بلکہ اس میں محاورات کا استعمال بھی پنجاب کے عوامی رنگ کو مدِّنظر رکھ کر کیا گیا ہے جیسا کہ اُن کی تصنیف سے لئے گئے محاورات سے ظاہر ہوتا ہے۔

محاورات		معانی
دَین کرنا	ص ۶	احسان کرنا۔
دانے مُکنا	ص ۶	صلاحیت ختم ہونا۔
بوچھڑی رکھنا	ص ۶	غلیظ گفتگو کرتے رہنا۔
زبان دنداں وچ لینا	ص ۹	خاموش ہو جانا۔
کھوہ وچ دھکا دینا	ص ۱۰	کسی کو بے رحمی سے دانستہ طور پر مصیبت میں ڈالنا۔
دل نوں کھلارنا	ص ۱۲	حوصلہ کرنا۔

زبانوں تُھڑکنا	ص ۱۲	بات پر قائم نہ رہنا۔
پَت چوڑ کروانا	ص ۱۴	بےعزتی کروانا۔
دل وچوں کنڈے کھچنا	ص ۱۵	حوصلہ دینا' زخموں پر مرہم رکھنا۔
رسے تڑانا	ص ۱۶	قابو سے باہر ہونا۔
چِٹے دِن تارے نظر آوَنا	ص ۱۸	ہوش نہ رہنا، شدید پریشانی کا سامنا ہونا۔
سپ دے مُونہہ تے پیار دینا	ص ۱۹	دانستہ مصیبت میں پھسنا۔
بھوئیں وچ پھسنا	ص ۲۴	ایک ہی جگہ پر کھڑے رہنا۔
دست پنجہ لینا	ص ۲۴	ہتھ ملانا' سلام لینا۔
بھاجی چاڑھنا	ص ۲۵	احسان کرنا، زیر بار رکھنا' شادی بیاہ میں لین کی رسم۔
دھوں دِتی رکھنا	ص ۲۹	تنگ کرتے رہنا۔
سَنھ لانا	ص ۳۴	چوری کرنا۔
تلکنی مچھی ہونا	ص ۳۷	کسی کو پکڑائی نہ دینا۔
اکھاں کڈھ کے ویکھنا	ص ۳۹	غُصّے سے دیکھنا۔
دل وچ لہنا	ص ۴۱	کسی چیز کا بہت پسند آ جانا، دل میں اُتر جانا۔
دھاراں دینا	ص ۴۱	فائدہ دینا۔
توئے لعنت کرنا	ص ۵۶	لعن طعن کرنا۔
چُپ دا جندرا وجنا	ص ۵۸	مُسلسل خاموش رہنا۔
زخماں تے لُون لاوَنا	ص ۶۸	کِسی کی اذیت میں اضافہ کرنا۔
داڑھی وچ کھیہہ پانا	ص ۷۵	بےعزتی کرنا۔
بھوگ پانا	ص ۸۲	ذکر کرنا اور آخر میں کھانا دینا۔
شوٹ وٹنا	ص ۸۶	بھاگ جانا۔

سنگھ وچ بیر پھسنا	ص ۹۹	بولنے میں دِقت ہونا' خاموش رہنا۔
چڑ کھانا	ص ۱۰۱	غُصہ کھانا۔
دھرکاں مارنا	ص ۱۱۵	دھکّے مارنا۔
تاریاں بنھنا	ص ۱۱۹	روانہ ہونا۔
سار لینا	ص ۱۲۷	خبر لینا۔
دلوں لتھنا	ص ۱۴۲	پسندیدگی ختم ہو جانا۔
سریر وچوں کیڑیاں لنگھنا	ص ۱۵۷	ماس سُن ہو جانا' عجیب ذہنی و جسمانی کیفیت' مایوسی۔
پیرا ای نہ ہونا	ص ۱۶۰	کوئی مستقل ٹھکانہ نہ ہونا۔
منجی تھلے ڈنگوری پھیرنا	ص ۱۶۱	اپنا آپ جانچنا، اپنا احتساب کرنا' اپنی خامیاں دیکھنا۔
دل ڈُبنا	ص ۱۶۳	بہت اُداس و پریشان ہو جانا۔
سنگھ وچ مٹی پھسنا	ص ۱۶۵	چُپ لگ جانا۔
دھروہی پانا	ص ۱۶۶	امن مانگنا۔
بیر ہک تے ڈگنا	ص ۱۷۴	کسی مقصد کا خود بخود حل ہو جانا۔

'سنجان' از نذر حسین جانی

یہ ناول دیہات کے مَلکوں (بڑے زمینداروں) اور کمیّوں (مزدوروں) کی زندگی کے بارے میں ہے۔ جس میں دو بھائی الٰہی خان اور درگاہی خان مَلک ہیں۔ درگاہی خان کمیوں کے ساتھ میل جول بڑھاتا ہے جس سے الٰہی خان منع کرتا ہے حالانکہ دونوں کے اندر' ملکیت' کا احساس ہوتا ہے۔ الٰہی خان اس احساس کو ظاہر کرتا ہے جبکہ درگاہی خان لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے اُن کے مطالبات کو پورا کرتا ہے لیکن' ملکیت' کو نہیں بھولتا۔ ناول کے کرداروں میں راجو' بولو' بابا صوبا' سائیں لہنا' سجاول شیر خان' شمیر' صاحبو' لاجونتی اور روپ متی ہیں۔ درگاہی خان کمیوں کو ہر سہولت دیتا ہے اُن کے بچوں کی پڑھائی کا انتظام کرتا ہے۔ اسی طرح سے وقت گزرتا ہے تو الٰہی خان کے گھر بیٹا ہوتا ہے جس کا نام سجاول

شیر خان رکھا جاتا ہے اور اُس کی پرورش اس طرح سے کی جاتی ہے کہ وہ درگاہی خان کا ساتھ دے تا کہ وہ اپنے بھائی الٰہی خان کو شکست دے سکے۔ سجاول شیر خاں کی شادی سائیں لہنا کے کہنے پر لاجونتی کی بیٹی روپ متی سے ہوتی ہے جو کہ کمّی اور مَلک کے فرق کو ختم کرنے کی پہلی سیڑھی بنتی ہے۔ کمّیوں کے پڑھنے لکھنے کی وجہ سے اُن میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تو الٰہی خان، درگاہی خان اور سجاول شیر خاں کے لئے بھی یہ ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔ پس وہ اُنھیں ہر طرح سے اپنے کارندے ہی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں لہذا اپنی پانچ مربعوں پر مشتمل بیلے کی زمین اُنہیں دے دیتے ہیں تا کہ وہ کاشتکاری کریں اور ساتھ ہی پڑھے لکھے نوجوان مَلکوں کے کارخانے میں نوکری کر لیں۔

۲۵۵ صفحات کے اس ناول میں حاکم اور محکوم طبقے کی زندگی اور کشمکش کا منظر نظر آتا ہے۔ ایک ہی جگہ پر رہنے کے باوجود دونوں طبقات کے لسانی زاویے مختلف ہیں اور دونوں مختلف محاورات کا استعمال کرتے ہیں۔ نچلے طبقے کی زبان مہذّب اور کمزوری کی نشاندہی کرتی ہے جبکہ دوسرے طبقے کی زبان میں تکبّر اور تحکمانہ پن ہے۔

'بولُو آکھیا'' ملک جی! ایہناں ساکاں توں ودھ وی ساک ہین۔ مذہب دا رشتہ، وسیبے دا رشتہ، قوم برادری دا رشتہ، خدائی رشتہ، انسان ہوون دا رشتہ۔ ایہہ ساریاں سانجھاں نیں۔ دھرتی دی سانجھ دا رشتہ، پندھ دی سانجھ دا رشتہ، دن دا رشتہ، رات دا رشتہ، وِہار تے ورتارے دا رشتہ، پر بابے لہنے سائیں ہوری دسدے نیں حق دا رشتہ، ساریاں نالوں اُچّا سُچّا کھرا تے نرول اے۔'' ناول میں استعمال کئے گئے منتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
بھڑ بھجنا	ص ۹	سارے راز فاش ہو جانا۔
رجھ بُجھ جانا	ص ۱۰	مُطمئن ہو جانا، خوشحال ہو جانا۔
رائی دا پہاڑ بنانا	ص ۱۱	مبالغہ آرائی کرنا۔
کوڑا دھرکونا	ص ۱۲	غصیلا پن۔
کالی کُتی نہ ڈرنا	ص ۱۳	کوئی رعب و دبدبہ نہ ہونا، بے وقعت ہونا۔
ڈھڈ ننگا کرنا	ص ۱۵	اپنی بے عزتی آپ کرنا، اپنے عیبوں کو خود ظاہر کرنا۔

اسمان وچ موری ہونا	ص ۱۵	انہونی بات کا واقع ہونا۔
کاں کھادے ہونا	ص ۱۷	بہت زیادہ شور کرنا' فضول اور مُسلسل گفتگو کرنا۔
پانی وچ سوٹا مارنا	ص ۱۸	فضول حرکت کرنا' انہونی کرنے کی کوشش کرنا' بے مقصد کام کرنا۔
چکی دے پُڑ ہیٹھ آؤنا	ص ۱۹	بڑی مشکل میں پھنس جانا۔
چلھے اچ دبھ اُگنا	ص ۱۹	گھر ویران ہو جانا' رزق ختم ہو جانا۔
سیر سیر آؤنا	ص ۲۳	بالکل تھوڑی مقدار حصے میں آنا۔
کوڈیوں کھوٹا ہونا	ص ۲۵	بے کار ہونا' کسی کام کا نہ ہونا۔
کیڑے کڈھنا	ص ۲۵	نقطہ چینی کرنا۔
ٹبی مارنا	ص ۲۵	گہری سوچ میں ڈوبنا' پانی میں گہرا غوطہ لگانا۔
خیالاں نوں جنگال لگنا	ص ۲۶	ذہنی فرسودگی۔
کناں دیاں کھڑکیاں کھولنا	ص ۲۹	کھری کھری سنانا۔
کنڈ لانا	ص ۳۰	شکست دینا۔
کنوں گل کڈھنا	ص ۳۰	بات سنا دینا' اشارۃً آگاہ کر دینا۔
اکھ چبھا کرنا	ص ۳۱	تھوڑا سا دکھ سہنا۔
پُٹھی پھوالی دینا	ص ۳۲	مشکل میں ڈالنا، چکرا دینا۔
پٹھی پھوانی دینا	ص ۳۲	چکرا دینا' گمراہ کرنا۔
ڈمھ لاؤنا	ص ۳۶	الزام لگانا' سزا دینا۔
سوڑا پینا	ص ۳۷	اکتا جانا۔
ڈین دے کُھڑ مُنڈا ہونا	ص ۳۸	مشکل میں پھنسے ہونا' سخت خطرہ ہونا۔
تتا ٹھنڈا رلانا	ص ۳۹	معاف کرنا' مصلحت سے کم لینا۔
کنی ہونا	ص ۴۰	ایک طرف ہو جانا' الگ یا غیر جانبدار ہو جانا۔
بے پیندا لوٹا ہونا	ص ۴۲	غیر مستقل مزاج۔

کناں تیک راضی ہونا	ص ۴۳	مکمل رضا مندی کا اظہار کرنا۔
کچ کا ہنے پا لینا	ص ۴۵	تھوڑا سا نقصان بھی نہ برداشت کرسکنا۔
چونڈھی وڈھیاں رت آ وَنا	ص ۴۶	بہت زیادہ خون ہونا' تندرست اور خوبصورت ہونا۔
کھوہ وچ جانا	ص ۴۶	گہری سوچ میں ڈوب جانا۔
بھوئیں کھوترنا	ص ۵۱	گہری سوچ میں پڑنا' ناخنوں سے زمین کھودنا۔
اٹی مُل وٹنا	ص ۵۱	کوئی قیمت نہ رہنا۔
دُدھ پھِٹنا	ص ۵۲	حالات کا اچانک بدل جانا' بدشگونی کی علامت۔
دُدھ نال نہانا	ص ۶۱	بہت آسودہ ہونا۔
چھونی جتاں کھڑاک ہونا	ص ۶۳	کم شور ہونا' کان وکان خبر نہ ہونا۔
رَت پنگھرنا	ص ۶۷	کسی کے لئے ہمدردی پیدا ہونا۔
پکھ مارنا	ص ۶۸	حمایت کرنا۔
عید ہو جانا	ص ۶۸	بہت زیادہ خوشی حاصل ہونا۔
دریائوں بنھ مارنا	ص ۷۱	بہت بڑا معرکہ مارنا۔
رنگ چڑھنا	ص ۸۱	بدل دینا' کسی کا پُورا اثر قبول کرنا۔
کیڑے دسنا	ص ۸۶	عیبوں کی طرف اشارہ کرنا۔
ڈُلھ جانا	ص ۸۸	فدا ہو جانا' گرویدہ ہو جانا۔
پھوہڑی ولیٹنا	ص ۹۴	قصہ ختم کرنا' بیٹھنے والی صف لپیٹنا۔
پھوڑے وانگر ہونا	ص ۹۵	بہت دُکھی ہونا۔
پتا پیرنا	ص ۹۶	غصہ روکنا، جوش دبا لینا۔
کھنگی تے کرنا	ص ۹۶	تکلیف دینا۔
عید جتاں چاچڑھنا	ص ۹۷	بہت زیادہ خوش ہونا۔
پیراں ول ویکھنا	ص ۹۹	اپنی اوقات ذہن میں رکھنا۔

بگلا بھگت ہونا	ص۱۰۸	مکار ہونا' فریب کار ہونا۔
رسّی داسپ بنانا	ص۱۱۱	دھوکہ دینا' فریب کاری' مبالغہ آرائی۔
تتیاں گلاں مونہہ وچوں کڈھنا	ص۱۱۲	گالیاں دینا' غصے میں بات کرنا' نامناسب گفتگو۔
تن پتن نہ لگنا	ص۱۱۲	کنی کترانا۔
پورنے پانا	ص۱۱۶	تقلید کرنا۔
ڈِٹھیاں بھُکھ لہنا	ص۱۲۰	بلا کے حُسن کو دیکھتے ہی رہ جانا۔
داروسکہ چلانا	ص۱۲۱	رعب دبدبہ رکھنا۔
کھمب نہ مارنا	ص۱۲۱	ذرا حرکت نہ کرنا۔
پُچ پُچ کرنا	ص۱۲۲	فریب دے کر قابو میں لینا۔
سِدھے ہتھیں کن پھڑانا	ص۱۲۴	اقرار کروالینا' اعتراف کروالینا۔
سوڑ پینا	ص۱۲۸	بے چین ہونا۔
رڑے بھانڈا بھننا	ص۱۲۹	سرِ عام بھانڈا پھوڑ دینا' راز فاش کر دینا۔
ڈنڈی مارنا	ص۱۳۴	ناانصافی کرنا' دھوکہ دینا۔
رَت پینا	ص۱۳۴	ظلم کرنا' استحصال کرنا' کسی کا خُون پینا۔
پنجیں کپڑیاں اگ لگنا	ص۱۳۷	بے انتہا اشتعال آنا۔
کھمب کترنا	ص۱۳۸	آزادی چھین لینا' حق چھین لینا' بے بس کر دینا۔
کندھ تے اچھاڑ چاڑھنا	ص۱۵۷	کوئی انوکھا کام کرنا' کسی بے وُقعت چیز کو پُوجنا شروع کر دینا۔
کھریاں کھریاں سنانا	ص۱۶۷	صاف صاف بات کرنا' کوئی لحاظ نہ کرنا۔
رہیئے واگاں ہونا	ص۱۸۸	کسی کی طرف سے پوچھ گچھ نہ ہونا۔
کچیاں پینا	ص۱۹۷	شرمندہ ہونا۔
ڈدھ ورگا جواب دینا	ص۲۰۸	صاف سُتھرا جواب دینا۔
گنڈھاں دینا	ص۲۱۱	معاملے کو پیچیدہ بنانا۔

دل کھٹا ہونا	ص۲۱۲	اعتماد اُٹھ جانا۔
بکل دی سانجھ ہونا	ص ۲۲۱	بہت گہرا تعلق ہونا۔
کھاہدا پیتا نہ پچنا	ص ۲۲۷	سکون نہ آنا۔
دل ٹھرنا	ص ۲۲۹	دِل خوش ہونا۔
سواہ پھرولنا	ص ۲۳۰	بے سُود کام کرنا' وقت ضائع کرنا۔
باہیں کھلیاں کرنا	ص ۲۳۱	ہار مان جانا، اپنے تقدس کی قسم کھانا۔
دل کڈھنا	ص۲۳۲	حوصلہ کرنا' ہمّت کرنا۔
رُڑھ جانا	ص۲۳۲	ضائع ہو جانا' ختم ہو جانا' پانی میں بہہ جانا۔
ستر یا بہتر یا جانا	ص ۲۴۰	حواس باختہ ہونا۔
اتھرو پونجنا	ص۲۴۳	دلاسہ دینا' تسلی دینا۔
پانی ٹھلنا	ص ۲۵۰	کسی کی حمایت میں بات کرنا' سیلابی پانی کو روکنا۔
ڈھولگنا	ص ۲۵۴	آسرا ہو جانا' سبب لگنا۔

'ڈراکل' از حسین شاہد

'ڈراکل' پنجابی زبان کا طویل ناول ہے۔ جو ۳۲۳ صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ اپنے موضوع' تکنیک اور اسلوب کے حوالے سے اس صنف میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔ اس ناول میں مختلف النوع موضوعات پر قلم آزمایا گیا ہے۔ یوں تو یہ ایک معمولی شخص کی داستان ہے لیکن اس میں ایک طرف سیاست اور مذہب کے نام پر مُلک کو لوٹنے والوں کی داستان ہے تو دوسری طرف نوکر شاہی' جاگیرداری اور افواج کے سیاسی کردار پر بھی بات کی گئی ہے اور یوں مذہب' سیاست' نوکر شاہی' فوج اور عوام کی زبان بھی استعمال کی گئی ہے جس میں ہر شعبے سے متعلق محاورات بھی ہیں۔ اس ناول میں سے لئے گئے محاورات شامل کیے گئے ہیں:۔

محاورات		معانی
اِک مٹھ ہونا	ص۸	اتفاق ہونا۔

پیش پے جانا	ص ۸	کسی کے لئے مصائب پیدا کرتے رہنا۔
پتی ڈھینا	ص ۱۲	حصہ لینا۔
تیر وانگوں سدھا ہونا	ص ۱۴	کوئی دھوکا فریب نہ ہونا۔
ڈانگ سوٹا چلنا	ص ۱۶	لڑائی جھگڑا ہونا۔
ساہ سلامت رہنا	ص ۲۵	سانس برقرار رہنا' زندہ رہنا۔
پیر پولے ہونا	ص ۲۶	اپنی بات سے پیچھے ہٹنا۔
کھُتّا سیکنا	ص ۲۷	زیادہ مارنا' آنکھوں پر زخم لگانا۔
بی مارنا	ص ۲۸	نام ونشان مٹا دینا
چڑھدے سُورج نوں سلام کرنا	ص ۳۲	مقتدر کی خوشامد کرنا۔
ٹُل تے ہونا	ص ۳۶	عروج پر ہونا۔
ست یگ آوَنا	ص ۴۱	سات مرتبہ جنم لینا۔
اپنے وہن وچ گاونا	ص ۶۱	اپنی راہ پر چلانا۔
پُٹھے پانی توڑنا	ص ۷۰	مشکل میں ڈالنا' اُلٹا پانی بہانا۔
اگھ مارنا	ص ۷۴	کسی کا مستقبل خراب کرنا۔
خانیوں جانا	ص ۸۳	حواس باختہ ہونا' اِک دم پریشان ہونا۔
کیڑی دی چال چلنا	ص ۸۷	آہستہ آہستہ چلنا' چیونٹی کی رفتار۔
پیرو پیر ہونا	ص ۹۲	پیچھا کرنا۔
بانہہ مارنا	ص ۹۳	پُرتکبّر ہونا۔
پھوی وانگوں پے جانا	ص ۱۱۷	بھِڑ کی طرح حملہ آور ہونا۔
پاپو پائیاں پانا	ص ۱۵۴	گہرے تعلقات پیدا کرنا۔
اکھاں ہور ہونا	ص ۱۵۷	آنکھیں بدل جانا۔

اندروں بجھنا	ص ۱۵۸	اندر کی بات سمجھنا۔
چاندی ہونا	ص ۱۶۵	اچانک بہت کچھ حاصل ہو جانا۔
سوراں نوں پونے لبھنے	ص ۱۷۹	وحشیوں کو نرم و نازک خوراک ملنا' بے سلیقہ لوگوں کو نرم و نازک سہولیات میّسر ہونا۔
عقلوں ہتھل ہونا	ص ۲۱۶	ضد کرنا' کسی کا دُشمن بن جانا۔
داء نہ پھرنا	ص ۲۴۵	داؤ نہ لگنا۔
بھڑک ڈنڈیوں پار ہونا	ص ۲۵۱	آپے سے باہر ہونا' چھچھوراپن۔
حال پینا	ص ۲۶۲	اپنا آپ بھول جانا' محفلِ سماع کے دوران مدہوش ہو جانا۔
کھیہڑے پینا	ص ۲۷۶	پیچھے پڑنا' ضد کرنا۔
جلّی پانا	ص ۲۹۳	نعرہ مارنا، کسی فقیر کا جوش میں آ کر صدا لگانا (یہ تصوف کی اصطلاح ہے)۔

'پکی سڑک' از پروفیسر سردار خان

'پکی سڑک' پروفیسر سردار خان کا ناول ہے جس میں پنجاب کے رہن سہن اور خصوصاً گاؤں کے مسائل کی طرف دھیان دلایا گیا ہے۔ناول اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ اس سے جھنگ کے رہن سہن کو دیکھنے' سمجھنے اور اُس سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے۔۳۴۷ صفحات پر پھیلے اس ناول میں گاؤں کے کھیل' میلے' شکار' سیر وغیرہ کے بارے میں مکمّل لِسانی روابط ملتے ہیں کہ اس علاقے میں کیسی زبان بولی جاتی ہے اور کون کون سے کھیل اور دیگر مشاغل ہیں ۔ مُنتخب محاورات درج ذیل ہیں:۔

محاورات		معانی
نمی نمی لو ہونا	ص ۷	ہلکی ہلکی گرم ہوا۔
اِک مِک ہونا	ص ۲۴	گھل مِل جانا' یک جا ہونا۔
لم ڈھینگ ہونا	ص ۳۳	لمبا قد ہونا۔
پڑ وچ آنا	ص ۳۴	میدان میں آنا۔

شِکرے وانگ ویکھنا	ص ۳۵	بہت ہوشیار اور چوکس انداز میں دیکھنا۔
کھپ پانا	ص ۳۸	شور کرنا۔
اُسارنا	ص ۴۱	تعمیر کرنا۔
پیلاں پانا	ص ۴۱	مور کی طرح رقص کرنا' بہت خوش ہونا۔
سُکھ دا ساہ لینا	ص ۴۱	سکون ملنا۔
چُپ چپیتا	ص ۴۲	راز دارانہ انداز میں کام کرنا۔
گپاں مارنا	ص ۴۲	اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا۔
قیدوں چُھٹ کے نسنا	ص ۴۹	جان چھڑا کر بھاگنا۔
لو چلنا	ص ۵۴	گرم ہوا چلنا۔
وس چلنا	ص ۵۹	اختیار ہونا۔
اچن چیت	ص ۶۰	اچانک۔
ٹھٹھا مار کے ہسنا	ص ۶۰	مذاق اُڑانے والے انداز میں ہسنا' اونچی آواز میں ہنسنا۔
چچڑ ہونا	ص ۱۵۴	کسی بات کے پیچھے پڑ جانا' چمٹ جانا۔
دھواں ای دھواں ہونا	ص ۳۴۶	کچھ نظر نہ آنا۔

'مُل دی تیویں' از وینا ورما

وینا ورما کی کہانیوں کا مجموعہ 'مُل دی تیویں' معاشرے کے مختلف طبقات کے رویّوں کا اظہار ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں کے متعلق بات کی گئی ہے کہ کس طرح انسان کبھی اچھائی کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی بُرائی کی طرف۔ اگر لسانی پہلو سے دیکھا جائے تو ہر کردار کا مکالمہ اور زبان موقع محل اور اُس ماحول کے مطابق ہے جس میں اُس کی نشوونما ہوئی ہے۔ ۲۶۳ صفحات پر مشتمل 'مُل دی تیویں' ۱۶ کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں بہت کم محاورات استعمال کئے گئے ہیں جن میں سے چند شامل کئے گئے ہیں:۔

محاورات		معانی
جٹیاں وانگ ہونا	ص ۵	جسمانی لحاظ سے مضبوط ہونا۔
مُکلاوے آنا	ص ۹	شادی کے بعد لڑکی کے میکے آنے کی رسم۔
کھنگورے وجنا	ص ۹	طنز کرنا' مذاق اُڑانا۔
گہنے دھرنا	ص ۱۵	گروی رکھنا۔
گلا بھرنا	ص ۱۶	آواز رُندھ جانا۔
سروچ اِٹ مارنا	ص ۱۷	اپنے گلے خود مُصیبت ڈالنا۔
ٹُٹیاں گنڈھنا	ص ۱۸	ٹوٹے رشتے جوڑنا۔
ڈِھد وچ کڑولاں پینا	ص ۵۱	تکلیف ہونا۔
سُکھاں سُکھنا	ص ۵۱	منت ماننا۔
سکی ٹاہنی وانگ ہونا	ص ۵۱	کمزور ہونا' بانجھ ہونا' بے ثمر ہونا۔
بھنبیری وانگ گھُمنا	ص ۵۲	بہت پُھرتیلا ہونا۔
جڑھ ہری نہ ہونا	ص ۷۵	بے اولاد ہونا۔
گھُمن گھیریاں	ص ۱۳۳	بھنور۔
بھُل بھُلیکھے یاد آوَناں	ص ۱۳۳	کوئی بولی بسری بات اتفاقاً یاد آنا۔
گل پیا ڈھول وجانا	ص ۱۵۲	مجبوری سے ساتھ یا ذمہ داری نبھانا۔
نالے چور نالے چتر	ص ۱۸۸	اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔
سُکے پتے وانگ کمبنا	ص ۲۳۳	خوف زدہ ہونا۔
گھوڑے وانگ ہونا	ص ۲۵۶	جسمانی طور پر مضبوط ہونا۔

حوالہ جات

☆ پنجابی کلاسیکی شاعری میں محاورے کا ادبی و لسانی مطالعہ

۱۔ خاں، محمد آصف، آکھیا بابا فرید نے ،لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۲۰۰۱ء

۲۔ خاں، محمد آصف، کافیاں شاہ حسین، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۲۰۰۲ء

۳۔ الطاف علی، سلطان، ابیات باہو، پبلشر حاجی محمد اشفاق قاری، کریم پارک، لاہور، ۱۹۷۵ء

۴۔ برخوردار، حافظ، مرزا صاحباں، لوک ورثہ، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

۵۔ صابرؔ محمد شریف (مرتبہ)، ہیر وارث شاہؒ، وارث شاہ میموریل کمیٹی محکمہ اطلاعات، ثقافت و سیاحت حکومت پنجاب، لاہور، ۱۹۸۵ء

۶۔ فقیر، فقیر محمد، ڈاکٹر، کلیات بُلھے شاہؒ، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

۷۔ محمد بخش، میاں، سیف الملوک، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۳ء

۸۔ خاں، محمد آصف، آکھیا خواجہ فریدؒ نے، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۹۹ء

۹۔ شاہ، ہاشم، سید، سُکارے، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۳ء

۱۰۔ علی حیدر، کلیات علی حیدر، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۸۸ء

☆ جدید پنجابی شاعری میں محاورے کا ادبی و لسانی مطالعہ

۱۱۔ گجراتی، فضل حسین، پیر، ڈونگھے پینڈے، عزیز بک ڈپو، اردو بازار، لاہور

۱۲۔ ناصر، حکیم، سجرا سورج، ادارہ پنجابی زبان، لاہور

۱۳۔ صدیقی، باقی، کچے گھڑے، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۹۶ء

۱۴۔ کنجاہی، شریف، جگراتے، عزیز پبلشرز، اردو بازار، لاہور

۱۵۔ نجمی، محمد اقبال، محاوراتی غزلاں، فروغ ادب اکادمی، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

۱۶۔ راہی، احمد، ترنجن، الحمد پبلی کیشنز، پرانی انارکلی، لاہور ۱۹۹۳ء

۱۷۔ نیازی، منیر، سفر دی رات، مکتبہ میری لائبریری، لاہور

۱۸۔ نیازی، منیر، چار چُپ چیزاں، ناشر نواز صدیق سلیمی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

۱۹۔ کاشر، سلیم، تتیاں چھانواں، کتب مینار، لاہور ۱۹۶۳ء

۲۰۔ صدیقی، ماجد، میں کنے پانی وچ آں، اپنا ادارہ، راولپنڈی ۱۹۷۸

۲۱۔ قریشی، الطاف، اکھیاں دے پر چھاویں، عزیز بک ڈپو، اردو بازار لاہور ۱۹۹۲ء

۲۲۔ مسعود، انور، میلہ اکھیاں دا، عاقب پبلشرز، اسلام آباد ۱۹۹۱ء

۲۳۔ شیخ، رؤف، بلدا شہر، ادارہ پنجاب رنگ رام گلی نمبر ۱، لاہور ۱۹۷۱ء

۲۴۔ شاہد، غفور، بھڑکی ہور پیاس، حلقہ پنجابی ادبی مہکاں لاہور ۱۹۸۵ء

۲۵۔ اختر حسین، سائیں، دامن دے موتی، فیروز سنز، لاہور

۲۶۔ مُنذر بشیر ''کلّا رُکھ'' کُتب مینار ۱۶۔ ایبک روڈ انارکلی لاہور ۱۹۶۹ء

۲۷۔ عبدالمتین 'عارف' اکلاپے دا مسافر' ٹیکنیکل پبلشرز' لاہور ۱۹۷۲ء

☆ کلاسیکی پنجابی نثر میں محاورے کا ادبی ولسانی مطالعہ

۲۸۔ نوشہ گنج، حاجی، حضرت شاہ، مواعظ نوشہ پیر (مرتبہ: شرافت نوشاہی)' تاج بک ڈپو۔ اُردو بازار لاہور

۲۹۔ مغل، شوکت، پکی روٹی (سرائیکی)، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۰۲ء

۳۰۔ جھنگوی، عبدالکریم، مولوی، نجات المومنین، عزیز بک ڈپو، اردو بازار لاہور ۱۹۹۷

۳۱۔ بھٹی،عبدالمجید،ٹھیڈا،ہونہار بکڈپو،راولپنڈی،۱۹۶۰ء

۳۲۔ بھٹی،عبدالمجید، دل دیاں باریاں،ہونہار بکڈپو، راولپنڈی،۱۹۶۲ء

۳۳۔ سنگھ،نانک،فولادی پھل، پنجابی ادبی لیگ، لاہور،۱۹۶۸ء

۳۴۔ رندھاوا،افضل احسن،دیوا تے دریا، پنجاب پبلشرز، لاہور،۱۹۷۱

۳۵۔ رندھاوا،افضل احسن،دوآبہ، پنجابی لکھاری جھوک، فیصل آباد،۱۹۷۱ء

۳۶۔ منہاس،میراں بخش، جٹ دی کرتوت،میراں بخش منہاس عزیز بکڈپو، اردو بازار، لاہور

۳۷۔ ارشدمیر، چوہنبڑاں،تاج بکڈپو، اردو بازار، لاہور،۱۹۹۴ء

۳۸۔ عصری،نادم، اک انکھی دھی پنجاب دی،مقدس پبلیکیشنز، لاہور،۱۹۹۶ء

۳۹۔ بیگی،ظہیر نیاز،میرا دیس،علمی کتب خانہ، اردو بازارلاہور،۱۹۷۶ء

۴۰۔ تارڑ،مستنصر حسین، پکھیرو،سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،۲۰۰۷ء

۴۱۔ لاہوری،اکبر،اکبر کہانیاں،پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور،۲۰۰۶ء

۴۲۔ نورمحمد،رضیہ، بلدے دیوے،مکتبہ معین الادب، اردو بازار، لاہور

۴۳۔ ارشدمیر، چونڈیاں،عطا سنز کوتوالی بازار، گوجرانوالہ،۱۹۸۲ء

۴۴۔ کنجاہی،شریف، جھاتیاں،عزیز بک ڈپواردو بازار،لاہور

۴۵۔ مشتاق،کنول، چونویں انشائے، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور،۱۹۸۶ء

۴۶۔ بلوچ، ناصر،سیتیاں اکھاں والے،پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور

۴۷۔ فرزندعلی،تائی، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور

۴۸۔ محمد احمد، راجہ،کھیڈ مقدراں دی،ادارہ'سورج مکھی'129/17 ذیلدار روڈ، لاہور

۴۹۔ چہال،ارشد، چیڑھاں دی چھاں، ماڈرن بکڈپو، اسلام آباد

۵۰۔ حسین شاہد، پورنے،عزیز پبلشرز، اردو بازار، لاہور

۵۱۔ سجاد حیدر، چیتر باغ، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور،۱۹۹۲ء

۵۲۔ حسین شاہد، لاپریت،عزیز پبلشرز اردو بازار، لاہور

۵۳۔ جانی، نذر حسین، سنجان، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور،۱۹۹۲ء

۵۴۔ حسین شاہد، ڈراکل،عزیز پبلشرز، اردو بازار لاہور،۱۹۹۵ء

۵۵۔ سردار خاں، پروفیسر، پکی سڑک، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور،۱۹۲۹ء

۵۶۔ وینا ورما، مُل دی تیویں، اپنا، میاں چیمبرز،۳۔ٹمپل روڈ لاہور،۱۹۹۷ء

باب پنجم

حاصلِ بحث

حاصلِ بحث

رب العزت نے ہمہ رنگ مخلوقات والی اس کائنات کو نباتات اور لامتناہی رنگینیوں سے مزین کیا ہے۔ اس طویل فہرست میں دو طرح کی مخلوق ہے بعض جاندار اور بے جان' اور پھر جاندار مخلوق بھی دو بڑے حصّوں میں تقسیم ہے۔ حیوانات وہ مخلوق ہیں جو عقل و شعور نہیں رکھتے اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتے جبکہ انسان وہ واحد مخلوق ہے جسے عقل و شعور بھی عطا ہوا' قوتِ گویائی بھی اور بینائی بھی۔ اُسے یہ صلاحیت بھی عطا ہوئی کہ وہ بولنے کے ساتھ سورۃ رحمٰن کے بقول 'علم البیان' سے بھی آراستہ ہے اور یہی چیزیں اُسے دوسری چیزوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

آسمان پر ستارے نمودار ہوتے ہیں اور ڈوب جاتے ہیں۔ اگلے روز بھی یہی منظر نمودار ہوتا ہے اور سبھی ایک نظر دیکھ کر اسے معمول کا منظر جانتے ہوئے زیادہ توجہ بھی نہیں دیتے۔ کوئی اُن کی تعداد نہیں جانتا اور اُن میں اضافے اور کمی کا بھی باقاعدہ نظام موجود نہیں۔ نہ جانے ہر روز کتنے ستارے شہاب ہائے ثاقب بن کر بکھر جاتے ہیں مگر آسمان اُنھیں کسی تختی' وحی یا رجسٹر میں محفوظ نہیں کرتا۔

کُچھ ایسا ہی حال حیوانات کا ہے۔ وہ بھی بستیوں' گلیوں اور جنگلوں میں اپنی زندگی گزار کر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتے ہیں مگر اُن کی زبان اور اُن کے ذاتی یا اجتماعی تجربات کسی تک نہیں پہنچتے۔ گلہری اپنے ماں باپ اور ساتھیوں سے درختوں کے پتوں تک پہنچنا تو سیکھ جاتی ہے۔ شیر اپنے باپ کی طرح شکار کرنا تو سیکھ جاتے ہیں لیکن یہ محض تربیت اور نقالی ہے مگر ماضی کے غیر معمولی حالات و واقعات اُن تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ اُن کے لئے کوئی سبق یا علم باقی رہتا ہے۔ یہی حال فضاؤں کو چیر کر اُڑنے والے طیّور' زمین پر بسیرا کرنے والی مخلوق اور زیرِ زمین زندگی بسر کرنے والی مخلوق کا ہے۔ اِن سب سے بالاتر حضرت انسان کو خالقِ کائنات نے کیا کیا عطا نہیں کیا۔ ربِ جلیل کہتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ مخلوق دِن بہ دِن اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تبدیلیاں لاتی ہے' ترقی کے زینے طے کرتی ہے اور غاروں کی زندگی سے نکل کر آج کی پُرتعیش زندگی تک پہنچ جاتی ہے۔

باوجود اس کے کہ انسان میں ہر جگہ ایک طرح کی صلاحیتیں اور جسمانی ساخت ایک جیسی ہے لیکن موسم' ماحول' خوراک اور فطرت کا مزاج اُنھیں اپنا اپنا الگ رنگ دے دیتا ہے۔ برف زدہ پہاڑوں' جنگلوں میں گھرے قطعہ'

ارض، تپتے صحراؤں اور سرسبز میدانوں میں رہنے والے انسانوں کی معاشرتی عادات، لباس، تہذیب وتمدّن اور زبان الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ مختلف النوع معاشرے ایک دوسرے سے سیکھتے بھی ہیں اور اُن سے فائدہ بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنے اپنے تجربات کو محفوظ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان انمول تجربات وحقائق کو جن ذرائع سے تحفظ ملتا ہے وہ ہیں زبان و ادب۔ دیکھنے میں تو زبان اور ادب، چھوٹے چھوٹے سے دولفظ ہیں لیکن ان کو ماہرین نے سینکڑوں جزئیات میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ان کا مطالعہ آسان ہو سکے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ زبان اور طرزِ زندگی، یعنی لسانیات، تہذیب وتمدّن اور ادب ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ اور منسلک ہیں کہ ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ان میں کسی ایک جزو پر تحقیق کی جائے تو دوسرے اجزاء کی خود بخود نشاندہی ہوتی جاتی ہے۔ یوں تو دُنیا میں ہزاروں تہذیبیں اور ہزاروں زبانیں ہیں اور اِن زبانوں کے علوم، عروض و بیان اور اصناف میں بہت فرق ہے۔ تاہم محاورہ ایک ایسا جزِوتہذیب ولسانیات ہے جو دُنیا کی ہر زبان میں موجود ہے اور کسی بھی قوم کے لسّانی اور تہذیبی ورثہ اور ان ہر دو عناصر کے مطالعہ کے لئے اس کی افادیت بہت زیادہ ہے۔

اپنے مقالے کے تحقیقی سفر کے دوران محاورے کے حوالے سے مجھ پر بہت سے حقائق واشگاف ہوئے، میرے اپنے ذہن کے کئی ابہام دُور ہوئے۔ یہی وہ کارآمد نتائج اور اسباق ہیں جو دوسرے طلبا و طالبات کے لئے بھی سُودمند ہوں گے۔

پنجابی محاورے کے لسانی اور تہذیبی جائزے تک پہنچنے کے لئے بہت سی چیزوں کا علم ہونا چاہیے۔ مثلاً پنجاب اور پنجابی زبان۔ پنجاب، برِّصغیر کا وہ ٹکڑا ہے جسے زراعت کا سب سے بڑا خطہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جہاں تک ہمیں تاریخ کے آثار مِلتے ہیں وہاں تک پنجاب کی اعزازی حیثیت کا بھی سُراغ ملتا ہے۔ پنجاب (پنج آب) یعنی پانچ دریاؤں کے سینے سے ہریالی اور خوشحالی اپنے ماتھے پر سجانے والا یہ خِطّہ آج سے پانچ ہزار سال قبل بھی ایک باقاعدہ زبان اور باقاعدہ تہذیبی نظام رکھتا تھا۔ گو کہ پنجاب کا جغرافیہ بارہا تبدیل ہوتا رہا لیکن اِس کی زبان وتہذیب اتنی مضبوط تھیں کہ وہ آج بھی زندہ سلامت ہیں۔ پنجاب کی نسبت سے ہی بولی جانے والی زبان کو ''پنجابی زبان'' کا نام دِیا گیا ہے۔ جس کے بارے میں کئی نظریات ہیں۔

انسان کو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ہر صاحبِ اقتدار یا طاقتور ہر کام اپنی ذات سے ہی منسوب

کیوں کرنا چاہتا ہے۔ پنجابی زبان کے آغاز کے بارے میں جتنے بھی نظریات ہمارے سامنے آتے رہے ہیں اُن میں عجیب وغریب تاویلات دکھائی دیتی ہیں۔ جو ایک زاویہ سے تو فطرتی عمل بھی ہے لیکن دوسری جانب کچھ تعصّبات' کم علمی یا دانستہ طور پر بھی پنجابی کے آغاز کے بارے میں ناانصافیاں نظر آتی ہیں۔

ایک عرصہ تک تو لسانیات کو جاننے اور اُن کے ارتقائی سفر کو جاننے کے لئے لسانی گروہ بندی سے کام کیا جاتا رہا اور پھر یہ روش ہی بن گئی۔ نتیجتاً ایک عرصے تک یہی پیمانہ استعمال ہوتا رہا اور بہت سے محققین نے اسی سے مدد لی۔ لسّانی گروہ بندی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کئی تحقیق کاروں نے اپنے اپنے نظریات بھی پیش کیے۔ لسانی گروہ بندی میں ایک شاخ کو ''ہند آریائی'' کہا جاتا ہے اور بہت سے محققین اسے ''ہند آریائی'' گروپ سے ہی منسوب کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور بھی اسی نظریے سے اتفاق کرتے ہیں۔ اگر ہم ان نظریات کو ایک باقاعدہ طریقے سے پرکھیں تو ہمارے سامنے دو نظریات آتے ہیں۔ پہلا نظریہ پنجابی کو آریائی کنبے کی زبان قرار دیتا ہے۔ بابا بُدھ سنگھ' ڈاکٹر مُبین' ڈاکٹر موہن سنگھ اور پریم پرکاش جیسے لکھاری اسی پر زور دیتے ہیں۔ پروفیسر پراشر بھی اسی نقطۂ نظر کے حامی ہیں۔ باوا بُدھ سنگھ تو یہ کہتے ہیں کہ ''سنسکرت بگڑی تو پراکرت بنی' پراکرت سے اَپ بھرنش اور اُس سے پنجابی بنی۔'' ہندو اسے ویدوں کی زبان قرار دیتے ہیں لیکن جب ہم تحقیقی پیمانوں کو سامنے رکھ کر اس نظریے کو تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں تو نہ ہی تاریخی شواہد ملتے ہیں اور نہ ہی موثر دلائل۔

دُوسرا نظریہ یہ ہے کہ آریاؤں کی آمد سے بہت قبل بھی پنجاب آباد تھا اور یہاں کی زبان پنجابی تھی۔ اس نظریہ کے خالقوں نے پہلے نظریئے کو یکسر رد کر دیا ہے جو اب عین فِطری لگتا ہے۔ بقول ڈاکٹر انعام الحق جاوید'' پنجابی کو سنسکرت باندی بنانے والوں نے محض لفظوں پر مشتمل بحث وتمحیص ہی کو مرکز بنائے رکھا ہے اور یہ بحث محبوب کی زُلف کی طرح طویل ہوگئی ہے''۔ پنجابی کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی رہی ہے کہ اس میں صحیح پڑھے لکھے اور ماہرینِ تحقیق نے بہت کم دلچسپی لی ہے تاہم اب ایسی شخصیات اس پر کام کر چکی ہیں یا کر رہی ہیں جن کی تحقیق محض لفاظی نہیں بلکہ حقائق اور تاریخی شواہد پر مشتمل ہے۔ یہ کاوشیں اس امر کی غمّاز نظر آتی ہیں کہ پہلا نظریہ کُلّی طور پر غلط ہے اور مبنی بر حقائق نہیں اور یہ بات کُھل کر اور واضح طور پر سامنے آرہی ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں دراوڑ آباد تھے اور اُن سے بھی پہلے منڈا قبائل موجود تھے جن کا ایک باقاعدہ تہذیبی نظام تھا اور اپنی خوبصورت زبان بھی تھی جو آج پنجابی کہلاتی ہے۔ گویا پنجابی' سنسکرت سے بہت پہلے کی زبان ہے جو صدیوں قبل اپنی پہچان رکھتی تھی اور برِّصغیر کی زبانوں کی ماں بھی ہے اور خود

سنسکرت اِس کی مرہونِ منّت ہے۔ اس نظریے کے حامیوں نے زیادہ تر گرئیرسن کی کُتب ہی سے استفادہ کیا ہے لیکن اب اُس سے ہٹ کر بھی بہت کُچھ سامنے آچُکا ہے۔ ایک بڑی مضبوط دلیل یہ بھی ہے کہ آریا جہاں سے آئے تھے وہاں کی تہذیب میں وہ چیزیں موجود ہی نہیں تھیں جو دراوڑوں کی اُس وقت کے لحاظ سے ترقی یافتہ تہذیب میں موجود تھیں اور دراوڑوں ہی کے الفاظ آخر سنسکرت نے بھی اختیار کیے۔

محققین اب یہ حقیقت بھی منظرِ عام پر لا چکے ہیں کہ بیرونی علاقوں سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سب سے پہلے 'نیگرو' یعنی افریقہ کے حبشی قبائل آئے۔ اُن کے بعد 'کول' یا' مُنڈا' قبائل آئے اور تیسرا گروہ دراوڑوں کا ہے جو ۳۵۰۰ قبل مسیح میں سندھ سے ہوتے ہوئے پنجاب میں آ کر آباد ہوگیا۔ برعکس اس کے آریا ۱۵۰۰ قبل مسیح میں برصغیر میں وارد ہوئے۔ آریائی محض وحشی اور جنگجو لوگ تھے جنہیں سوائے جنگ و جدل کے کُچھ نہیں آتا تھا اور علم و ادب کے حوالے سے بھی اُن کی دلچسپی کم ہی تھی۔ مذہبی حوالے سے بھی آریائی ذہنی طور پر دراوڑوں سے متاثر تھے۔ موہنجوداڑو کے آثارِ قدیمہ' ہڑپّہ میں موجود بیل گاڑی' مہریں' سکّے' زیورات اور کئی فن پارے اس بات کا ثبوت ہیں کہ منڈا قبائل کا ایک باقاعدہ تہذیبی اور لسّانی نظام موجود تھا اور اُن کی زبان میں محاورات بھی مستعمل تھے۔

محاورات میں تبدیلی اور بہتری یا متروک ہونے کا عمل تقریباً دُنیا کی ہر زبان میں ہوتا ہے اور پنجابی بھی اس سے مستثنٰی نہیں۔ ایرانیوں' یونانیوں' دراوڑوں' آریاؤں اور پھر مسلمانوں کی آمد سے پنجابی زبان اور اُس کے محاورات میں بھی بدلاؤ آیا۔ بہرطور اس میں فارسی اور عربی کے الفاظ کی آمیزش زیادہ ہوگئی جبکہ انگریزی دور کو ہماری زبان نے بالکل ہی قبول نہیں کیا۔ اس لئے صحیح پنجابی زبان و محاورے میں انگریزی الفاظ یا انگریزی محاورے کہیں بھی نظر نہیں آتے کیوں کہ پنجابی تہذیب و لسانیات اور انگریزی تہذیب و لسانیات میں قُطبین کا فرق ہے۔ البتہ ایک اور حقیقت کو سامنے لانا بھی ضروری ہے کہ پنجابی محاورے پر مغربی پنجاب میں تو اُردو کی آمیزش زیادہ ہوئی لیکن مشرقی پنجاب میں ہندی کے الفاظ کی آمیزش زیادہ ہے۔

معروف ماہر لسانیات اور محقق ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول" آریوں کی آمد سے پہلے دراوڑ اور دراوڑوں سے قبل منڈا نامی قبائل یہاں آباد تھے اُن کی زبان کے الفاظ آج بھی پنجابی اور اس کے واسطے سے اُردو میں شامل ہیں۔ اُن کے بقول منڈاری زبان کے الفاظ آج بھی پنجابی میں بولے جاتے ہیں جیسے 'کھری' کو پنجابی میں' کھر'، منڈاری میں 'چولھا' اور پنجابی 'چُلھا' وغیرہ۔ عین الحق فرید کوٹی کی بھی یہی رائے ہے۔ اگر ہم الفاظ کے ذریعے منڈا اور آج کی

پنجابی کے بارے میں رشتے کا ایک جائزہ لیں تو دوسرا نظریہ قابلِ قبول لگتا ہے۔ اُس وقت جب آریاؤں کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا پنجابی ایک سُلجھی ہوئی زبان تھی اور آج بھی بہت سے لفظ بعینۂ اُسی طرح استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً نانا' نانی' ماما' مامی' پھپھا' سالا' سالی' ماسی (موسی)' بر (ور)' دیہہ' منڈی' کھری' پونا' مُند راں' نتھ' کاجر' کجل' دُھستا' لاہنگا (لہنگا)' چیرا' آوا' ہانڈا' ہانڈی' چاٹو' پینڈا' دھوڑ' چنگیر وغیرہ۔ یہ محض چند ایک مثالیں ہیں اور اس کے علاوہ بھی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔

محاورہ ایک ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم تعلیم کی عمومی سطح پر صحیح طریقے سے نہیں سمجھا جاتا۔ اگرچہ میٹرک اور اس سے آگے تعلیمی سطح پر محاورات کی سینکڑوں کُتب دستیاب ہیں لیکن محاورے کا صحیح تصور طلباء کے ذہن میں نہیں ہوتا اور وُہ محض حفظ کر کے محاورات کے سوال سے نمبر حاصل کرتے ہیں۔ چرن جی لال کی روایت کے مطابق محاورہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں پھرنا یا گردش کرنا اور یہ لفظ عربی' فارسی' اُردو اور پنجابی میں یکساں نام سے جانا جاتا ہے تاہم انگریزی نے اس کے لئے لفظ Idiom استعمال کیا ہے۔ محاورے کو عمومی طور پر ضرب المثل' اکھان یا روزمرّہ سے گڈ مڈ کر دیا جاتا ہے جبکہ اس کا مزاج' مرکّب اور معانی بالکل مختلف ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اتنا پیچیدہ ہے کہ اس پر پائے کے محققین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کتابی صُورت میں کیا۔ مہذّب لکھنوی مرتب (مہذب الغات)' نورالحسن مرتب (نوراللغات)' وارث سرہندی مرتب (علمی اردو لغات)' پروفیسر حیات محمد خان سیّال' پنجابی انسائیکلوپیڈیا' مہان کوش' کے خالق بھائی کاہن سنگھ نابھا' 'سوسیانے اکومت' کے خالق اور معروف پنجابی دانشور ڈاکٹر شہباز ملک' پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی خالق 'قواعدِ پنجابی' اور دیگر کئی معروف دانشوروں نے محاورے کی صحیح تعریف کا احاطہ کرنے کی قابلِ تحسین کوشش کی ہے اور اس کی حدود وقیود پنجابی گرامر کے مطابق متعیّن کرنے کی سعی کی ہے۔ بہر طور اِن تمام شخصیات کی مختلف زاویوں سے بحث وتمحیص سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ محاورہ بول چال کے لئے استعمال ہوتا ہے' دو یا دو سے زیادہ الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے' اس کے الفاظ میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی اور اِس کے معانی اِس کے الفاظ کے مطابق بھی ہو سکتے ہیں لیکن عمومی طور پر اُن کا مقصد کُچھ اور ہوتا ہے۔ بقول برجموہن دتاتریہ کیفی ''محاورہ قواعد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتا''۔ البتہ محاورے اور ضرب المثل میں کُچھ اشتراک بھی ہے۔ دونوں میں ترکیب الفاظ کا ہونا ضروری ہے' کہاوت اور محاورے کو اہلِ زبان کی سند حاصل ہوتی ہے۔ دونوں کے پیچھے کوئی قصّہ کہانی یا رسم بھی ہوسکتی ہے۔ بعض اوقات محاورہ کے پیچھے تلمیح اور کہانی ہوتی ہے جیسا کہ کہاوت کے لئے ضروری ہے۔ اِن مشترک اقدار کے برعکس محاورہ اور ضرب المثل

میں کُچھ امتیازات بھی ہیں ۔ مثلاً یہ کہ کہاوت یا ضرب المثل خاص مواقع پر استعمال ہوتے ہیں جبکہ محاورہ عمومی طور پر عوامی استعمال میں آتا ہے ۔ضرب المثل ایک پُورا جملہ ہوتا ہے جبکہ محاورہ عمومی طور پر مختصر ہوتا ہے اور عموماً مصدر پر ختم ہوتا ہے۔ محاورہ روزمرّہ کلام کا جُزو بن جاتا ہے جبکہ ضرب المثل کو کھول کر بیان کرنا پڑتا ہے ۔ تاہم چند مثالیں ایسی ہیں جہاں محاورہ اور ضرب المثل ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔

جس طرح ضرب المثل اور محاورے میں اشتراک و امتیاز ہے اسی طرح روزمرّہ اور محاورہ میں بھی فرق ہے۔ روزمرّہ لسانی عادات کا ترجمان ہوتا ہے اور قدم قدم پر اس کی ضرورت پڑتی ہے ۔محاورہ اور روزمرّہ میں امتیاز کرنے کے لئے محاورہ کے ایک محدود معانی مان لئے گئے ہیں۔ اب محاورہ کا اطلاق خاص کر اُن افعال پر ظاہر ہوتا ہے جو کسی اسم کے ساتھ مل کر اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ محاورہ ہو یا روزمرّہ یہ صدیوں سے لسانی نشوونما کا ورثہ اور تمدن کے خزانے کے موتی ہیں۔ اِن دونوں کو اہلِ زبان کی سند حاصل ہوتی ہے۔ عددی روزمرّہ میں چھوٹا عدد پہلے آنا ضروری ہوتا ہے لیکن محاورے میں اسکی کوئی قید نہیں ہوتی جیسے ''نو دو گیارہ ہونا'' وغیرہ۔ اس طرح ضرب المثل کی طرح روزمرّہ حقیقی اور محاورہ مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

مختصراً یہ کہ محاورہ زبان و تہذیب کا حُسن بھی ہے، نمائندہ بھی اور تاریخی حقائق کی نشاندہی کرنے والا بھی۔ ہمیں منڈا اور دراوڑ قبائل کے محاورات سے ہی بہت سی چیزوں کا سُراغ مِل جاتا ہے کہ اُن کی تہذیب کیا تھی؟ وُہ کھانے پینے کے برتن کون سے استعمال کرتے تھے؟ شادی بیاہ کی کیا رسومات تھیں؟ اور اُن کی عمومی اجتماعی زندگی کے کیا اصول تھے؟ اِن حقائق سے یہ بات کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی بھی قوم کی لسانیات اور تہذیبی ارتقاء ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

جہاں تک پنجابی تہذیب اور محاورے کا تعلّق ہے تو یہ بھی اُسی طرح پنپتے رہے جس طرح دوسری تہذیبیں اور زبانیں لیکن پنجابی تہذیب اور زبان کے ارتقاء میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ یہاں بیرونی علاقوں سے لوگ لہر در لہر آتے رہے اور اپنے ساتھ اپنی زبان اور تہذیب بھی لاتے رہے جس کے اثرات پنجابی زبان و تہذیب پر مُرتّب ہوتے رہے۔

ادب چاہے تحریری ہو یا زبانی وُہ زندگی کی کوکھ سے ہی پھوٹتا ہے ۔ کسی بھی معاشرے کی تہذیبی اور سماجی عادات زبان کو خوبصورت بناتی ہیں۔ اس سلسلے میں اسلم پرویز اپنی تصنیف ''پنجاب' ادب اور ثقافت'' میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔ ''کوئی بھی زبان اپنے بولنے والوں کی تہذیب اور مخصوص طرزِ زندگی کا آئینہ ہوتی ہے۔ پنجاب کے لوگوں ہی کی

طرح پنجابی بھی ایک تیکھی اور طاقت ور زبان ہے۔ پنجاب کی تہذیب ان بہت سی تہذیبوں کا سنگم ہے جنھیں باہر کے لوگ اپنے ساتھ یہاں لے آئے اور پھر یہیں رچ بس گئے۔ اس طرح پنجابی زبان نے اپنے آپ کو بہت سی دیسی اور بیرونی خصوصیات سے مزیّن کیا۔ اس تزئین کے عمل میں یہ زبان ترقی کی مختلف منزلوں سے گزری ہے۔''

تہذیب کے اِن عناصر کو اگر لسانیات کے حوالے سے دیکھا جائے تو ایک طرف محاورے کے ارتقاء کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف تہذیب کے منطقی ارتقاء کے نشانات بھی واضح ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً شادی ایک فطری امر ہے اور والدین کا فریضہ بھی۔ ہم صرف محاورات کے آئینے سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ شادی اُس وقت بھی ایسے ہی ہوتی تھی جیسے آج ہوتی ہے۔ اب سہولیات کی شکل بدل گئی ہے۔ بڑے بڑے شادی ہال وجود میں آ گئے ہیں' کھانوں کا وہ تردد نہیں رہا اور آنے جانے کی سہولیات بھی عروج پر ہیں لیکن جذباتی' فکری اور احساساتی منظر نامہ اُسی طرح کا ہے۔ اُس وقت بھی دُلہن کے ہاتھوں پر مہندی لگتی تھی اور آج بھی' پانی وارنے کی رسم' تیل ڈھالنے کی رسم' کھانے کے لئے مدعو کرنا اُس وقت بھی پنجابی تہذیب میں موجود تھا اور آج بھی ہے۔ یہ سارا کُچھ ہمیں محاورات ہی سے مِلتا ہے۔ ہتھ پیلے کرنا' تیل چڑھنا' روٹی ورجنا' جنج ڈھکنا وغیرہ پنجابی کے کلاسیکی دور سے بھی قبل کے محاورات ہیں جو آج بھی مستعمل ہیں اور یہ رسوم بھی زندہ ہیں۔ اسی طرح کسی کے انتقال پر آج بھی صفیں بچھا کر اور زمین پر بیٹھ کر سوگ منایا جاتا ہے جبکہ گاؤں میں آج بھی کھجور کے درخت کے چھلکے کی صفیں بچھتی ہیں جنہیں 'پھوہڑی' یا 'پھوہڑ' کہا جاتا ہے۔ 'پھوہڑی پانا' ،'منجھیاں مونڈھیاں کرنا' (چارپائیاں اُلٹی کرنا) یہ بھی موت واقع ہونے کے بعد ہی کیا جاتا تھا۔ آج بھی سندھ' بہاولپور اور جھنگ کے علاقے میں جب کسی عورت کے خاوند کا انتقال ہوتا ہے تو وہ اپنے بازوؤں کی چوڑیاں توڑ دیتی ہے۔ اسی سے وہ پہچانی جاتی ہے کہ یہ عورت بیوہ ہے۔ یہ بھی ہمیں پرانے پنجابی محاورے 'ونگاں تروڑنا' (چوڑیاں توڑ دینا) سے ہی پتہ چلتا ہے۔ مذکورہ علاقوں میں آج بھی یہ محاورہ زندہ اور رائج ہے۔

عقائد اور مافوق الفطرت توہمات اُس وقت بھی معاشرے میں موجود تھے اور آج بھی ہیں ان سے متعلق آج بھی پنجابی زبان میں تقریباً سارے کے سارے محاورات زندہ ہیں۔ مثلاً سجّی اکھ پھڑکنا (دائیں آنکھ کا پھڑکنا)' کسی اچھے کام کی خوشخبری' سجی (دائیں) تلی وچ خارش ہونا (دائیں ہتھیلی میں خارش ہونا)' دولت ملنے کی پیش گوئی سمجھا جانا' جُتی تے جُتی چڑھنا (جوتے پر جوتا چڑھنا) سفر پیش آنے کی توقع کرنا۔ یہ محاورات آج بھی موجود ہیں' مستعمل ہیں اور اِن کا مطلب بھی یہی ہے۔ سیّد اختر حسین اختر نے اپنی کتاب ''پنجاب کی لوک ریت'' میں اس حقیقت پر یوں روشنی ڈالی

ہے۔'' جہاں تک پنجاب کے لوک معاشرہ کا تعلق ہے۔ یہاں پر مختلف ادوار میں' مختلف ممالک کی مختلف اقوام' مختلف مذاہب لئے ہوئے وارد ہوتی رہی ہیں ۔ آریاؤں سے لیکر انگریزوں تک پنجاب نے سینکڑوں قوموں کو پناہ دی ۔ ان قوموں' مذہبوں اورنسلوں کے اختلاف نے یہاں ایک مخلوط ومرکب معاشرہ کوجنم دیا۔ اس نسبت سے پنجاب کے لوک اعتقادات بھی مخلوط شکل ہی میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان اعتقادات کے مطالعہ و تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو' مسلم' سکھ' عیسائی یا جتنی بھی دیگر اقوام اس سرزمین پر قیام پذیر رہی ہیں ان کا کم از کم لوک اعتقادات کی سطح پر مذہب و ملت کا کوئی فرق نہیں بلکہ اعتقادی طور پر آج بھی کئی غیر مسلم ایسے مل جاتے ہیں جو مسلمان بزرگوں اور پیروں فقیروں کی خانقاہوں پر اسی عقیدت و احترام کے ساتھ جا کر منتیں مانتے' سلام کرتے اور نذرانہ پیش کرتے ہیں' جس عقیدت کے تحت مسلمان ایسا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے رائج کردہ کئی منتر تنتر ایسے ہیں جن پر آج بھی مسلمانانِ پنجاب کا اعتقاد اتنا ہی پختہ ہے جتنا کہ ہندوؤں کا اوروہ ان کے ذریعے کئی مصائب و آلام سے نجات حاصل کرنے کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔'' اسی طرح مسرت کے موقع سے متعلق تہذیبی روایات اور محاورات آج بھی موجود ہیں مثلاً لڈی پانا' جھمر پانا (یہ مخصوص قسم کے ناچ ہیں)' بولیاں سنانا' خوشی کے مخصوص گیت گانا وغیرہ۔

آب و ہوا' کسی بھی علاقے کی تہذیب پر بھرپور طریقے سے اثر انداز ہوتے ہیں اور لسانیات و تہذیب پر گہرے اثرات مُرّتب کرتے ہیں۔ کہیں پانی کی کمی ہوتو اُس سے متعلق پانی یا آب کے نام سے کئی محاورات جنم لے لیتے ہیں۔ پانی اور ہوا سے متعلق کچھ قدیم محاورات اب اُردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً آب اُترنا' آب ورھنا' آب جانا' آب لتھنا' آب نہ رہنا' اس طرح ہوا سے متعلق بھی کئی محاورات منڈا اور دراوڑی پنجابی میں موجود تھے جو تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ آج بھی موجود ہیں اور اُردو نے بھی اُنھیں معمولی تبدیلی کے ساتھ اپنے دامن میں سمو لیا ہے۔ مثلاً ہوا بنھنا' ہوا دے گھوڑے تے سوار ہونا' ہوا کھانا' ہوا اُڈنا' ہوا نکلنا' ہوا نوں تلواراں مارنا' ہوا وچ ہونا اور ہوا وِگڑنا وغیرہ۔

موسمی تغیّرات بھی فطری عمل ہوتے ہیں۔ فطرت نے پنجاب کو جہاں اور بہت سے اوصاف سے نوازا ہے وہاں اس کو سارے موسم بھی عطا کئے ہیں اور زراعت تو فطرت کا خاص تحفہ ہے۔ تغیّرات کو تفصیل سے بیان کرنے میں وقت درکار ہوتا ہے اور مزید لسانی علم کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے انتہائی مختصر الفاظ کو چند الفاظ میں بیان کر دینا اُس دور کی خوبی ہے اور یہ محاورے کے ذریعے ہی ممکن ہُوا۔ مثلاً اسمان نتر جانا' بدل چڑھنا' ککر پینا' تریل پینا' ہنیری آنا وغیرہ موسم سے متعلق محاورات ہیں اور زراعت سے متعلق محاورات میں جیسے آڈ کھالنا' ٹپا یا ٹپ بھرنا اور اکاں نوں واڑ دینا وغیرہ۔

اِن محاورات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اُس دور میں جب اتنی سائنسی سہولیات نہیں تھیں تو اُن کا متبادل کیا تھا۔ اسی طرح اخلاقیات، مذہبی اور فکری روّیے کو بھی محاورات ظاہر کرتے ہیں۔ مذہبی حوالے سے پڑھیاں وچارنا، فتویٰ لانا، گناہواں دی پنڈ ہونا، مونہہ تے کالکھ ملنا، بخشی روح ہونا اور اگا بھارا ہونا وغیرہ ہیں، فکری حوالے سے گھیر پینا، مت ہونا، مت دینا، نیندر حرام ہونا، اپنے گریوان وچ ویکھنا اور گواچی گاں ہونا وغیرہ ہیں۔ مسّرت و انبساط کے حوالے سے اکھ ٹھنڈی ہونا، ٹھنڈ پینا، باچھیاں کھڑنا، بھاگ لگنا، پیلاں پانا، بھکھ لے جانا وغیرہ ہیں اور ایسے ہزارہا محاورات موجود ہیں جو آج ہی کی زبان لگتے ہیں۔ شہری زندگی میں تو شاید یہ محاورات اور زبان معدوم ہوتی جارہی ہے یا اس کو اُردو میں ڈھال لیا گیا ہے لیکن گاؤں کی زندگی میں آج بھی یہ سارا کُچھ موجود ہے۔ دُکھ درد، تکالیف اور افسردگی کو بیان کرنے کے لئے بھی محاورات کی بہتات ہے مثلاً آ ہلنے نوں اَگ لگنا، اکھیاں بھرنا، تارہ ڈھلنا، بھاگاں نوں اَگ لگنا، جند سولی چڑھنا، جھورا لگنا، ہک تپنا، ہنجو گھٹنا، آندراں ساڑنا اور آندراں نوں ہتھ پینا وغیرہ۔

پنجاب کے تین جغرافیائی حصّوں کے علاوہ تہذیبی سطح پر ماجھا، مالوہ اور دوآبہ کی اپنی اپنی مقامی خصوصیات بھی ہیں۔ مثلاً مِل جُل کر رہنا، رشتے داریاں نبھانا، شادی، پیدائش اور مرگ سے متعلق کُچھ حقوق و فرائض نبھانا یا دوسروں کو بتانا اور اُنھیں شامل کرنا تھوڑے سے فرق کے ساتھ الگ الگ ہیں۔ جیسے اجتماعی رہن سہن سے متعلق چند محاورات یوں ہیں، اِک مِک ہونا، گھیو کھچڑی ہونا، جگ رکھنا اور اِک مُٹھ ہونا وغیرہ۔ رشتے داریوں سے متعلق چند معروف محاورے یوں ہیں، انگ پالنا، بانہہ بھجنا، پگ وٹانا، گانڈھا گنڈھنا، ساک دینا، ساک لینا وغیرہ۔ پیدائش سے متعلق بوٹا لگنا، جدو دھنی، پھُل کھڑنا، ٹاہنی لگنا، جھنڈ لاہنا اور جھولی ہری ہونا جیسے محاورات آج بھی مستعمل ہیں۔ عمومی زندگی کے مسائل سے متعلق چند محاورات یوں ہیں، ٹھوکراں کھانا، تن ڈھکنا، تنگ پھنگ رہنا، تنگی ترلے نال گذارنا اور گھر بھوتنے نچنا وغیرہ۔

جہاں تک پنجابی محاورے کے مجموعی تہذیبی سفر کا تعلق ہے تو پنجاب کی تہذیب اور زبان پر بھی بے شمار بیرونی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر یونس اگاسکر نے اپنی تصنیف 'اُردو کہاوتیں اور اِن کے سماجی و لسانی پہلو' میں اس حوالے سے یوں کہا ہے ''انسانی تہذیب کے طویل سفر میں علم و دانش کی ترقی نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ علوم و فنون کی گراں مائیگی نے نئے نئے چراغ جلائے اور اِن چراغوں سے مزید چراغ روشن ہوتے چلے گئے۔ جن قوموں نے شمشیر و سناں سے طاؤس و رباب تک کے سفر کے دوران علمی و تہذیبی پڑاؤ ڈالے اور کمر کھول کر رقص و سرور اور عیش و طرب میں

مشغول ہونے کی بجائے علوم وفنون میں دل چسپی لی۔ اُن کے ہاتھوں میں دُنیا کی امامت آ گئی اور دانش وحکمت کی دیوی نے بھی ان کے ساتھ رہنا قبول کیا۔ اِس طرح علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کے مراکز بدلتے رہے۔ بابل' نینوا' مصر' یونان' روم' ایران' عرب' ترکی' ہڑپا' موہن جوداڑو' اسپین' فرانس' المانیہ اور آریائی ہندوستان کی قدیم تاریخیں گواہ ہیں کہ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن نے مراکز تبدیل کیے ہیں اور ایک قوم نے دوسری قوم یا اقوام کے علمی' ادبی' فکری' سائنسی اور تکنیکی خزانوں سے استفادہ کیا ہے۔''

محاورے کا بھرپور تنقیدی جائزہ لینے سے جو حقائق سامنے آتے ہیں وہ کُچھ یوں ہیں:۔

- ہمارے محاورے میں جاگیردارانہ مزاج اور قبائلی سماج واضح نظر آتا ہے۔ اسی طرح کانسی' لوہے' قدیم ہجری دور اور قدیم مشترکہ سماج کے آثار نظر آتے ہیں۔
- اکثر محاورے جاگیردارانہ سماج سے متعلق ہیں اور خاص طور سے جب مُغل حکمرانوں اور اِن کے پورے نظام کو شکست ہوئی تو محاورہ مزید توانا ہوکر سامنے آیا۔
- اس دور میں ایک طرف تو شہنشاہوں' شہزادوں اور ملکہء عالیہ کے جذبات میں محاورات ہیں تو دوسری طرف شاہی دسترخوان' شطرنج' درباری مسخرہ پن' اخلاقی اقدار' طوائف پسندی' رشوت خوری' سازش' قبر پرستی' غلام داری' نجومیوں پر اعتقاد اور غیرت مندی وغیرہ دکھائی دیتے ہیں جو ایک تہذیب کا مکمّل عکس پیش کرتے ہیں۔
- پیشہ وارانہ محاورات میں نہ صرف اُس دور کے پیشوں اور دستکاروں کے وجود کا پتہ چلتا ہے بلکہ لوگوں کا طبقاتی روّیہ بھی عیاں ہوتا ہے۔ قصائی' جولاہا' تیلی' ڈوم' نائی' چمار' اور بڑھئی سبھی نظر آتے ہیں۔
- انگریزی تہذیب بہت بعد کی پیداوار ہے جو محاورے میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہ لاسکی۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے محاورہ توانا ہو چُکا تھا اور اُس میں عیسائیت کے نقوش نہ ہونے کے برابر ہیں البتہ ہندو مسلم تہذیب ساتھ ساتھ موجود ہے۔

گویا حاصلِ بحث یہ ٹھہرا کہ محاورہ جس معاشرے سے بھی تعلق رکھتا ہے اُس معاشرے اور اُس وقت کے تہذیبی روّیوں' عملی زندگی' انفرادی اور اجتماعی زندگی کے عمومی طور پر پوشیدہ راز ہائے بسیار سے پردہ اُٹھاتا ہے۔ یہ محاورہ

ہی ہے جو آج بھی منڈا قبائل سے قبل تک کے کئی تہذیبی حقائق اور تہذیبوں میں تبدیلی کے ارتقائی عمل کو بھی سامنے لاتا ہے۔

میں نے اپنے مقالے میں محاورے کے حوالے سے پنجابی شاعری اور پنجابی نثر کا عہد بہ عہد' الگ الگ' تنقیدی نقطہء سے مطالعہ پیش کیا ہے۔ کلاسیکی پنجابی شاعری میں تاحال سب سے پہلا نام حضرت فریدالدین گنجِ شکرؒ ہی کا آتا ہے اور اُنھیں پنجابی کا پہلا با قاعدہ شاعر سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ گنجِ شکرؒ کا کلام' گورو نانک نے اجودھن (پاک پتن) میں رہ کر خود جمع کیا اور اس کلام کے ۱۲۷ اشلوک سکھوں کی مذہبی کتاب گورو گرنتھ صاحب میں بھی موجود ہیں۔ بابا جی کا کلام با قاعدہ پنجابی شاعری کا سنگِ بنیاد بھی ہے اور پہلی خُوبصورت عمارت بھی ۔ بابا فریدالدین گنجِ شکرؒ نے پنجابی ادب میں شاعری کی کئی اصناف اور پھر خوبصورت محاورات کا استعمال کر کے پنجابی ادب کو چار چاند لگا دیئے۔ اُنہوں نے اُس وقت کے مروّجہ خوبصورت محاورات کا استعمال بھی کیا جیسے چت لانا' چکڑ ڈُبّے ہتھ ہونا' اگا نیڑے آونا' گُو گُو فریاد کرنا' مُنج کرنا وغیرہ ۔ اُن کے بعد شاہ حسین کی شاعری ہے ۔ جنھوں نے ماجھے کی ٹھیٹھ پنجابی استعمال کی ہے ۔ شاہ صاحب نے پنجابی ادب میں' کافی' کی صنف کا خُوبصورت اضافہ کیا اور محاورات میں عمومی یا مردوں سے متعلق محاورات کے علاوہ نسوانی علامات اور محاورے بھی استعمال کئے۔ مثلاً رُوم رُوم وِچ ہونا' سیس گُندھانا' ہوکا دینا' اپنا کیتا پاوَنا' عیب پھولنا' اوہلے رہنا' وسار دینا' بھِن بھِن کرنا' مُکلاوا آوَنا' گُوکنا کرلاوَنا وغیرہ۔ اُن کی اس خوبصورت صنف کے اضافے کے ساتھ ایک اور وصف یہ بھی ہے کہ کافی صِرف گانے کے لئے ہے اور اس میں موسیقیت کے اعتبار سے وزن اور ماترے کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ یوں ادب میں با قاعدہ موسیقیت بھی آ گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ محاورے کی عُمر بھی دراز ہو گئی کیونکہ شاہ حسینؒ کی کافیاں آج بھی گائی جاتی ہیں ۔

یہ ایک خوبصورت بات ہے کہ بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے بعد جتنے شعراء بھی آئے اُنہوں نے آپ سے استفادہ تو کیا لیکن قابلِ تحسین اضافے بھی کئے ۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ مایہء ناز مفکّر' شاعر اور رہنما تھے ۔ اُن کا زیادہ تر کلام تو فارسی میں ہے لیکن پنجابی شاعری میں اُنھوں نے انتہائی خوبصورت اضافہ کیا جسے' سی حرفی' بھی کہا جاتا ہے اور اُن کا کلام ''ابیات'' کے نام سے بھی معروف ہے ۔ یہ سارے بزرگ مذہب اور تصّوف کے عظیم روشن مینار تھے اس لئے اُنھوں نے تصّوف کو ہی مرکز بنائے رکھا۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے کلام میں استعمال ہونے والے محاورات ایک طرف تو مذہبی رہنمائی کرتے ہیں' تصّوف کی گتھیاں سلجھاتے ہیں اور دوسری طرف پنجابی ادب میں ایک

خوبصورت اضافہ بھی ہیں۔ اُن کے استعمال شدہ محاورات میں سے کُچھ منتخب محاورات یوں ہیں' چوداں طبق روشن ہونا' کِل کِل کرنا' لیر لیر ہونا' وانجھا ہونا' کاسا پھڑنا' کسبی ہونا' سانگ اُتارنا' چلّے کٹنا وغیرہ۔اُن کا سارا کلام عشقِ حقیقی پر مبنی ہے۔ عشقِ حقیقی کے حوالے سے اُن کے استعمال شدہ محاورات لسانی تراکیب بن گئی ہیں۔ اگر چہ اُن کی صنف زیادہ مقبول نہ ہوسکی لیکن اُن کا کلام آج بھی پڑھا جاتا ہے اور اسی کلام نے پنجابی شاعری پر بالواسطہ اثرات بھی مرّتب کئے ہیں۔ پنجابی ادب میں جو قصّے اور داستانیں مقبول ہوئیں اُن میں ہیر وارث شاہ کے بعد ''مرزا'' صاحباں کا قصّہ ہے۔ بہر طور اس قصّے کو حافظ برخوردار نے ایک روحانی تجربہ یا معاشقہ کے طور پر ہی سمجھا اور لکھا لیکن بہت سے لوگ اسے حقیقی واردات بھی سمجھتے ہیں اس میں عشقِ مجازی کی جھلک بھی ملتی ہے۔

پنجابی شاعری کی تاریخ ہو یا انتخاب' سیّد وارث شاہ کا نام لیتے ہی ہیر وارث شاہ کا تصّور خود بخود اُبھر آتا ہے۔ سیّد وارث شاہ کو پنجابی' فارسی اور عربی پر عبور حاصل تھا اور یہ قِصّہ خالصتاً تصّوف کا قِصّہ ہے کیونکہ اُنھوں نے ہیر' رانجھا' کیدو اور سہتی وغیرہ کو علامات کے طور پر ہی استعمال کیا ہے۔ وارث شاہ کو علمِ عروض پر بھی کمال کا عبور حاصل ہے اور محاورات کا استعمال بھی کمال کا ہے۔ بعض جگہوں پر تو اُنھوں نے ایک ایک مصرعے میں دو دو' تین تین محاورات استعمال کئے اور وُہ محاورات علمیّت کے علاوہ اُس دور کی تہذیب کو چلتا پھرتا پیش کرتے ہیں مثلاً کچھاں مارنا' پھاہیاں پانا' متھا ڈاہنا' گھوک سونا' وِس گھولنا' لعل گوانا' آپے لانا آپ بُجھانا' گھُمکار پانا اور رنگ مچانا وغیرہ۔ اس طویل نظم میں کہیں بھی کوئی جھول نظر نہیں آتا جبکہ یہ نظم ایک پُورے دور کی مکمّل تہذیبی کہانی ہے۔ اور پنجابی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ بھی۔

سیّد وارث شاہ کے بعد پنجابی شاعری جس لازوال شخصیت پر فخر کرسکتی ہے وہ سید بُلّھے شاہ ہیں جنہوں نے کافی کو ایک مرتبہ پھر زندہ کیا اور تصّوف کے علاوہ اُس دور کے معاشرے کی خرابیوں کو بھی اپنی شاعری کے ذریعے واضح کیا' اُن پر تنقید بھی کی اور صحیح راستہ بھی بتایا۔ بلّھے شاہ نے عوامی زبان میں لکھا اور عوامی محاورات ہی استعمال کئے۔ مثلاً نیوں لگنا' پیت لگانا' بیڑا پار لگانا' عشق نقارہ وجنا' پوست لہانا' جند کڑکی وچ آنا' نموں جھانی ہونا' جس تن لگّے سوتن جانے' ڈاروں کونج وچھڑنا اور کنگال ہونا وغیرہ۔ اُن کے مصرعے اور محاورے آج بھی زبان زدِ عام ہیں۔

پنجابی شاعری کو بامِ عروج تک پہنچانے والے صوفی شعراء میں ایک اہم نام میاں محمد بخش کا ہے۔ اُن کی تصنیف ''سیف الملوک'' تصوف اور علمِ ظاہر کا حسین امتزاج ہے۔ اُنھوں نے ''سیف الملوک'' میں تمثیل نگاری کے

ذریعے بنی نوع انسان کو اُس کا مقام و مرتبہ بتایا ہے اور اِس دُنیا میں مُشکلات سے نبرد آزما ہونے کا درس دیا ہے' جیسا کہ اُن کے اِس شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

مردا ہمّت ہار نہ مُولے مت کوئی کہے نمردا

ہمّت نال لگے جس لوڑے پائے باجھ ناں مَردا

اُن کی شاعری میں اشعار کی ترتیب وتصحیح 'بیان کی سادگی' روانی اور زور بہت موزوں انداز میں نظر آتا ہے۔ میاں محمد بخش کی صوفیانہ طبیعت جس طرح تصوف میں تیز اور عمیق مشاہدے والی تھی اسی طرح شاعری میں بھی ان کی سوچ چاک و چوبند' واردات پر حاوی اور کلام پر اپنی مختاری اور سروری کی بھی دعویدار ہے۔ میاں محمد بخش کے کلام میں استعمال شدہ محاورات سے کشمیر اور جہلم کے علاقے کا رہن سہن بھی ملتا ہے۔ اس طرح اِن علاقوں کی زبان بھی پنجابی ادب میں شامل ہو گئی ہے۔ اُن کے شاہکار' سیف الملوک' میں سے چند محاورات یوں ہیں' میلی اکھیں ویکھنا' خاک ہونا' انگل نہ دھر سکنا' تختوں لتھنا' لوں لوں وچ سمانا' چودھویں دا چن ہونا وغیرہ۔ اُن کے اکثر اشعار میں نئے محاورات بھی ملتے ہیں۔ مثلاً اوپر درج اُن کے شعر میں پانچ محاورات ہیں۔

سیّد وارث شاہ کے بعد جس عظیم شخصیت نے پنجابی زبان میں بے مثال اضافہ کیا وُہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ ہیں۔ بقول محمد آصف خان وُہ ملتانی زبان کے اوّل الشعراء اور خاتم الشعراء تھے' موجودہ چولستان میں اُنھوں نے چودہ برس (۱۴) گزارے اور اُن کی شاعری آج بھی چولستان اور بہاولپور میں بکثرت گائی جاتی ہے۔ روہی کی الگ تھلگ تہذیب کا کمال نقشہ اُن کی شاعری میں موجود ہے۔ اُن کی شاعری موسیقی' سلاست' حُسنِ اسلوب اور شوخیء بندش میں اوجِ کمال کو چھوتی نظر آتی ہے۔

اُنھوں نے بہاولپور اور روہی کے درد و کرب کو ایران کی نازک خیالی' ہندوستانی موسیقی اور عربی جذبات کو ملا کر ایک خوبصورت مرکّب بنا دیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وُہ مقلّد نہیں اختراعی شاعر تھے۔ اُن کا کلام عوامی محاورات سے پُر ہے جو روہی کی تہذیب کی مکمل تصویر پیش کرتے ہیں۔ روہی جو آج بھی شاید دسویں' گیارہویں صدی کی تہذیب ہے اُس کے خدوخال کو یہ محاورے واضح کرتے ہیں۔ کوہنا' اگ لانا' بھید پانا' من بھانا اور ہو ہو شہر خواری کرنا وغیرہ۔ اُن کا ایک شعر تو آج بھی بہاولپور' ملتان' چولستان (روہی) اور اس سے مُنسلک علاقوں میں انتہائی مقبول ہے جو

چولستان کی آدھی تہذیب کا منظر ہے۔

؎ وچ روہی دے راہندیاں نازک جٹیاں

راتیں کرن شکار دلاں دے' ڈینہاں ولوڑن مٹیاں

یعنی چولستان کے صحرا میں خوبصورت جاٹ عورتیں رہتی ہیں۔ جو انتہائی پُرکشش ہوتی ہیں۔ رات کو تو مردوں کے دِلوں کا شکار کرتیں ہیں اور دِن نکلتے ہی' مدھانی سے رات کو جاگ لگائے دودھ سے مکھن نکالتی اور لسّی بناتی ہیں۔ مٹّی' اُس بڑے برتن کو کہا جاتا ہے جس میں رات کو دودھ سے بھر کر اُس میں تھوڑی سی دہی ڈال دی جاتی تھی تاکہ اُس کا دہی بن جائے۔ اس سے پوری تہذیب کی سمجھ آ جاتی ہے۔ خواجہ صاحب کا ضخیم دیوان پنجابی ادب میں ایک لازوال اضافہ ہے۔

خواجہ صاحب کے بعد ہاشم شاہ کا نام آتا ہے سوہنی مہینوال اور سسّی پنوں کے قصّے اُن کے چلتے پھرتے شاہکار ہیں لیکن اُنھوں نے جو دوہڑے کہے وہ ایک خوبصورت لوک صنف بھی ہے اور نئی طرز کی شاعری بھی۔ اُن کا الفاظ کا انتخاب ہی کرداروں کی تصویر بن جاتا ہے۔ ہاشم شاہ نے پنجابی زبان کے ایسے الفاظ کو اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے جن کو پنجابی کے بہت بڑے بڑے شعراء نے بھی استعمال نہیں کیا اور یہ الفاظ زیادہ تر محاورات ہی ہیں۔ اِن الفاظ کا خالصتاً ادبی استعمال' پنجابی ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اُن کے کلام سے منتخب چند محاورات یہ ہیں' خاک نہ لبھنا' کھوٹ کمانا' دیس تیاگنا' وخت پینا' ہاسے وارسُٹنا' وات نہ پُچھنا' وساہ نہ کرنا' مژگاں نال پرونا' گھر بار بھلانا' لاڈ لڈانا' ویہڑا چھڈ جانا۔ اِن محاورات کے پس منظر میں ایک غالب عنصر یہ بھی ہے کہ یہ اُن کی مقامی زبان کے الفاظ ہیں اور اُنھوں نے اپنی مقامی زبان ہی کو ترجیح دی۔

ہاشم شاہ کے بعد علی حیدر کا نام آتا ہے جنھوں نے ''سی حرفیوں'' کی صنف کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ اگرچہ اُن کی شاعری میں بھی صوفیانہ رنگ بہت نمایاں ہے لیکن اُنہیں بحر' وزن اور عروض پر بھی کمال عبور حاصل ہے۔ پنجاب کے رہن سہن' رسوم و رواج اور علم و ادب کے علاوہ اُنھوں نے نوجوان نسل کے لئے پند و نصائح کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وُہ بھی کمال ہے۔ اُن کی شاعری صرف رنج و ملال ہی نہیں بلکہ ادبی حوالے سے اُمیّد کی کرن بھی دکھاتی ہے۔ اُن کے چند محاورات یوں ہیں' فالاں پوانا' رَت ہونا' ٹک ٹک دیکھنا' نیوں لانا' ہتھ نہ آنا' گوڑ و گوڑ کمانا اور تھر تھر کنبنا وغیرہ۔

جدید پنجابی شاعری سے قبل تو ہمیں پنجابی شاعری میں لوک شاعری' داستان' مثنوی اور دوہڑے وغیرہ ملتے ہیں اور تصوّف و تبلیغ ہی کا رنگ نمایاں ہے لیکن جدید شاعری میں جو دو بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں اُن میں ایک تو یہ ہے کہ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی شامل کر دیئے گئے اور ایسی طبع آزمائی اصنافِ شاعری میں بھی شروع ہوگئی جو پہلے نہ تھی۔ مثلاً کلاسیکی دور میں ہمیں پنجابی غزل کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس میدان میں قدم رکھنے والی سب سے پہلی شخصیت پیر فضل گجراتی ہیں جنہوں نے پنجابی میں غزل کہی اور خوب کہی۔ اُنہیں پنجابی' اُردو اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اُن کی غزل میں ہمیں اُردو اور فارسی کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جس سے پنجابی کے دامن میں وُسعت بھی پیدا ہوئی۔ اُن کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے غزل میں بھی محاورات استعمال کئے ہیں۔ مثلاً اپنا آپ وسارنا' اِکن دُکن نسنا' اُکھڑے پُکھڑے ہونا' اللہ اللہ ہونا' اللہ توکل ورتنا' چسکا پے جانا' ککھ نہ چھڈنا اور تصویر نال تصویر ہونا وغیرہ۔

پیر صاحب کے بعد حکیم ناصر کا نام آتا ہے جو زندگی کے محرّک ہیں' مایوسیوں کی گٹھڑی نہیں۔ وہ اپنے حرفِ ندا کے اثاثہ کو صورِ اسرافیل میں نہیں ڈھالنا چاہتے۔ وُہ یہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ زندگی کی بُنیاد مُحکم تعمیرات پر رکھی گئی ہے۔ وہ زندگی کو مسلسل تگ و دو سمجھتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ کا یہ مصرع اُن کی شاعری کو مُکمل طور پر بیان کر دیتا ہے کہ

ع ہستم اگر میر روم' گر نہ روم نیستم

اُنھوں نے اپنی شاعری میں جو محاورات استعمال کئے ہیں وُہ بھی حرکت اور تگ و دو کی نمائندگی کرتے ہیں مثلاً پلک جھلک وچ کم مُکانا' آہلک دی چدّر لڑی وِچ پرونا' اپنی مدد آپ کرنا اور پاسے دا سونا ہونا وغیرہ۔

جدید شعراء میں باقی صدیقی بھی ایک معتبر نام ہے اور اُن کا مجموعہ 'کچّے گھڑے' ایک خوبصورت تصنیف ہے جس میں جدیدیت واضح نظر آتی ہے۔ اُنھیں چھٹی حِس کا شاعر کہا جاتا ہے اور وُہ واقعی چھٹی حِس کے شاعر ہیں۔ چونکہ اُن کا تعلق راولپنڈی یعنی پوٹھوہار سے تھا اس لئے اُن کی شاعری میں بھی اُن کی ماں بولی شامل ہے جس سے پنجابی شاعری میں پوٹھوہاری زبان اور محاورات کا اضافہ بھی ہُوا۔ اُن کے کلام سے چند منتخب محاورات یہ ہیں جو اُن کی رہتل اور علاقائی زبان کی نمائندگی کرتے ہیں مثلاً وَن سوّنے' گوڑے ہاسے' بِٹ بِٹ تکنا' کِھڑ کِھڑ ہنسنا' بھاں بھاں کرنا' ہنیری جھلنا اور جھکڑ جھلنا وغیرہ۔ مختصراً یہ کہ اُن کے پوٹھوہاری لہجے نے قدیم وجدید مستعمل محاورات سے پنجابی شاعری کے دامن میں خوبصورت نگ جڑے ہیں۔

جدید شاعری میں شریف کُنجاہی وُہ جانا پہچانا نام ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وُہ اردو کے شاعر بھی تھے۔ اُن کا دور اُردو میں جدید نظم متعارف کروانے کا دور تھا لہٰذا اُنھوں نے اُردو کے علاوہ پنجابی میں بھی نئی نظم کو متعارف کروایا اور یوں پنجابی شاعری میں ایک خوبصورت جدید صنف کا اضافہ بھی ہوا۔ اُن کا تعلق گجرات سے تھا اس لئے اُنہوں نے اپنی مقامی بولی کے محاورات اپنی نظموں میں استعمال کئے۔ اُن کی شاعری میں انسان کی تقدیر اور ازلی مجبوریاں اُن کے محاورات سے ہی کھُل کر سامنے آجاتی ہیں مثلاً پینڈا کھوٹا ہونا' وگار کٹنا' ڈھا مرنا' جفر جالنا اور کنڈاں تنکیاں ہونا وغیرہ۔ اُنھوں نے پنجابی نظم میں استعمال ہونے والے محاورات میں اُردو کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔

جدید پنجابی شاعری میں محمد اقبال نجمی ایک محترم نام ہے جنھوں نے محاورے کو سیراب کرنے کی لائق تحسین کوشش کی ہے۔ اقبال نجمی نے محاورے کی اہمیّت کو اُجاگر کیا ہے اور اُس کی عملی مثال بھی پیش کی ہے۔ اُن کی تصنیف 'محاوراتی غزلاں' اپنی طرز کی واحد تصنیف ہے جس میں غزل کے ہر مصرعے میں محاورے کا استعمال کیا گیا ہے۔ پُورے پنجابی ادب میں ہمیں شائد ہی کوئی ایسا اہلِ قلم دکھائی دے جس نے خالصتاً محاورے ہی کو مرکزِ توجہ رکھا اور پھر اُس کو ہمیشہ کے لئے محفوظ بھی کردیا۔ اُنھوں نے ایسے محاورات بھی استعمال کئے ہیں جو شائد ہی کسی پنجابی شاعر یا نثر نگار نے کئے ہوں۔ پنجابی ادب پر اُن کا یہ احسان ہے کہ اُنہوں نے محاورات کی ایک کثیر تعداد کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا۔

یہ محاورات مختلف ادوار سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر دور کی تہذیبی تصویر بھی پیش کرتے ہیں۔ اُن کی غزلیات سے چند منتخب محاورات یہ ہیں مثلاً آس دا محل بنانا' اِٹ سُٹ کے لڑائی لینا' امبر کمبنا' چِٹی بھرنا' چن چڑھانا' دڑ وٹنا' دِل ٹھگنا' ڈانگو ڈانگی ہونا' ڈھول وجانا' سر تے سنگ اُگنا' شیشے دی کندھ اُسارنا' عید دا چن بننا' کاٹھ دا الو ہونا' کالی رات دا مُکنا' کلمہ حق الاپنا' کلمے رٹنا' کوڈی مل نہ ہونا' پیار دی الکھ جگانا وغیرہ۔

احمد راہی نے اپنی کتاب 'ترنجن' میں پنجابی محاورات استعمال کر کے نئے نئے موضوعات اور زاویے متعارف کرائے۔ اُنھوں نے گیت نگاری میں محاورات کو برمحل استعمال کیا اور اپنی دوسری تخلیقات میں بھی۔ اُن کے کلام اور محاورات میں قیام پاکستان کے وقت پیش آنے والے دِل سوز واقعات کی بازگشت بھی ہے اور وہ اُمیّد و یاس کے درمیان لٹکے ہوئے لوگوں کی آواز بھی ہے۔ اُنہوں نے پنجابی زبان کو نہ صرف جگایا بلکہ محاورات کو بھی محفوظ کیا۔ اُنہوں نے مقبول عوامی محاورات کا استعمال زیادہ کیا۔ جن میں سے چند منتخب محاورات یہ ہیں' لُٹ لُٹ ہونا' ٹھگ لینا' سولی ٹنگنا' گل پھاہ پانا' اُسّل وَٹّے بھننا' کھُنج جانا وغیرہ۔

اگر کوئی نام ذہن میں آتے ہی پنجابی شاعری میں نئے تجربات کا تصوّر اُبھرنے لگے تو وُہ نام منیر نیازی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک تسلیم شُدہ حقیقت ہے کہ قادر یار سے لے کر آج تک اگر پنجابی شاعری نے کوئی نیا تجربہ کیا ہے تو اس کی بُنیاد منیر نیازی کی شاعری ہے ۔منیر نیازی ہجرتوں' وسوسوں' خوف اور متوقع انہونی کے شاعر ہیں اور اُنھوں نے معاشرے میں موجود بُرائیوں کو چڑیلوں سے تشبیہہ دی ہے ۔وُہ محاورات کے استعمال سے سماجی تجزیات کرتے ہیں ۔اُنھوں نے پنجابی شاعری کو کئی نئی جہتیں دیں اور محاورات کو بھی سنوارا اور اُن میں جدیدیّت بھی پیدا کی ۔ اُن کی 'سفر دی رات' اور 'چار چُپ چیزاں' میں سے کُچھ محاورات اُن کی جدید فکر' جدید معاشرے کے خدوخال اور جدید مسائل کے غماز ہیں۔ مثلاً گُجھیاں گلاں کرنا' کلّم کلاّ دم' دن دیہاڑے ڈاکے پینا' پتھر وانگ ہونا' گُجھی گُجھی بھہ آنا' پرچھانواں ہونا' پھاہی لانا' بھانبڑ بلنا وغیرہ۔

'تتیاں چھانواں' کے خالق سلیم کاشر نے بھی اپنی نظموں 'سُنجا رُوپ نگر گجرات' دیوا' اور واتل' میں علاقائی اور دیگر محاورات کا استعمال کیا ہے۔وہ گہرے مُشاہدے' خارجی اور داخلی دونوں پہلوؤں کے شاعر ہیں۔ اُن کی معروف تصنیف 'تتیاں چھاواں' سے چندمحاورات وہاں کی رہتل اور زبان کی نشاندہی کرتے ہیں مثلاً رُوپ وٹانا' کنسوواں لینا' ہُبلیاں مارنا' سُنج مسان ہونا' کِھدّو کھوہنا' دوہتھڑاں مارنا' تاہنگاں لانا' کنڈ نہ دینا وغیرہ ۔

ماجد صدیقی بھی روایت کے زینے پر کھڑے ہو کر جِدّت کے نئے اُفق دیکھتے اور نئے پہلو تراشتے نظر آتے ہیں۔ ماجد صدیقی نے اپنی علاقائی زبان میں شاعری کی لیکن مستعمل محاورات کو بھی خوب استعمال کیا۔ اُن کے محاورات سے وہاں کی تہذیب کی جھلکیاں بھی مِلتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُنہوں نے محاورات میں تھوڑی بہت تبدیلی کی ہے اُن کے معروف مجموعہء کلام 'میں کِنّے پانی وچ آں' میں اِن کی اِس روش کی جھلک نظر آتی ہے۔ مثلاً ٹکراں مارنا' گُھل مِل جانا' باگیں کھڑنا' تانا تتنا ' کھُر کھُر جانا' بھُر بھُر جانا' آہلنیوں بوٹ ڈِگنا' روڑ وانگوں رڑکنا' اکھیاں دا چانن ہونا' لاٹاں مارنا وغیرہ۔

الطاف قریشی کی شاعری دِل و دِماغ کی یکساں پیداوار ہے ۔وُہ ایک طرف تو تشبیہات و استعارہ جات خُوب استعمال کرتے ہیں اور تمثیل نگاری کرتے ہیں تو دوسری طرف محاورت بھی کمال طریقے سے استعمال کرتے ہیں ۔ الطاف قریشی نے اپنے معاشرے کے سماجی' معاشی اور سیاسی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ فطرت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اُن کی معروف تصنیف 'اکھیاں دے پرچھاویں' میں اِن سارے موضوعات سے متعلق محاورات موجود ہیں

جیسے بھوت سوار ہونا' لج پالنا'مُہر اں لانا' گُنجھل پینا وغیرہ۔

اگر کسی زبان یا ادب میں مزاح مفقود ہوتو اُس کی مجموعی تصویر پھیکی پھیکی سی لگتی ہے اس پھیکے پن کو دور کرنے کے لئے شگفتہ شگفتہ' جناب انور مسعود نے پنجابی شاعری کے دامن پر خوش کُن مزاح کی وُہ گُل کاری کی ہے کہ تاحال اُن کی نظیر نہیں مِلتی ۔ بہت سے لِکھنے والوں نے اُنہیں جدید پنجابی شاعری کا نظیر اکبر آبادی بھی کہا ہے۔ انور مسعود نے جو اضافہ پنجابی شاعری میں کیا ہے وُہ قابلِ تحسین ہے ایک طرف تو اُنہوں نے نئی اصناف کا اضافہ کیا ہے اور دوسری طرف جدید محاورات استعمال کئے بھی ہیں اور گھڑے بھی ہیں۔ وُہ عام آدمی کے نمائندہ بھی ہیں اور روزمرّہ کی معمول کی زندگی کے شاعر بھی ہیں ۔ اُن کی مقبول تصنیف 'میلہ اکھیاں دا' سے کُچھ منتخب محاورات یوں ہیں' ٹانواں ٹانواں ہونا'پوٹا پوٹا لما ہونا' آندراں لُوسنا' لُم سلّمے کُلّے' تروٹکاں آنا' بھانڈے بھنّا' بڑھکاں مارنا' کھیہڑے پینا' رُڑھ پُڑھ جانا' ٹُٹے چھتر وانگوں ودھدنا' وڈھن پینا' مُتکّا لانا' ہنگارا بھرنا وغیرہ۔

رؤف شیخ کا مجموعہ 'بلدا شہر' بھی جدید شاعری کی صف میں شامل ہے جس میں قیام پاکستان کے بعد رونما ہونے والی تبدیلیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اُن کی شاعری میں تعمیر اور تباہی دونوں موجود ہیں۔ اُن کے کلام سے منتخب محاورات یوں ہیں' رتجھاں نال بنانا' کھچیا کھچیا رہنا'لما ہوکا بھرنا' لیکھ ٹھنڈے ہونا وغیرہ۔

غزل شاعری کی ایک معتبر صنف ہے۔غفور شاہد نے اپنے مجموعہءغزلیات 'بھڑکی ہور پیاس' میں نئی نسل کو اُمید دلائی ہے اور دلاسہ بھی دیا ہے۔ اُنہوں نے بھی آج کی پنجابی زبان استعمال کی ہے۔ اُن کے مجموعہ سے چند منتخب محاورات یوں ہیں'انبروں تارا ٹُٹنا' تراس تراس کرنا' دِل موہنا' اگ دادریا پار کرنا وغیرہ۔

جدید شاعری میں ایک بہت بڑا نام اُستاد دامن کا ہے جنھوں نے پنجابی شاعری کو ذو پہلو بنایا۔ اُنھوں نے بھی آج کے محاورات استعمال کئے اور کئی محاورات اختراع کئے ۔ وُہ عام آدمی کے جذبات سے لے کر قومی سطح تک سوچتے اور پھر اُسے تخلیق کا رنگ دیتے ۔ اُنھوں نے عام فہم پنجابی زبان اور محاورات استعمال کئے ۔ مثلاً حلوے مانڈے کھانا' لُٹ کے کھانا' رولا گولا ہونا' پھاوا ہونا' کھنگورے مارنا' نکونک بھرنا گنڈھ کپنا' انگ ساک چھڈنا' سنیاں مارنا وغیرہ۔

بشیر مُنذر جدید نظم لکھنے والے شاعروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ اُن کی نظموں میں دیہات کی خوبصورتی' فطرت کے ختم ہوجانے کا درد' خوشی کا رنگ' خارجی اور داخلی دونوں پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے۔مجموعہ کلام 'کلا رُکھ' میں محاورت کا استعمال اُن کی فنی مہارت کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ ڈھلکاں مارنا' واہر پینا' لنبو اُٹھنا' بٹ بٹ تکنا وغیرہ۔

پنجابی شاعری کو اُردو کی نئی لسانی تراکیب سے روشناس کروانے والوں میں ایک نام عارف عبدالمتین کا ہے۔ وہ اپنی ذات کو دوسروں سے الگ نہیں سمجھتے۔ درحقیقت اُن کی تنہائی اُس شخص کی تنہائی ہے جو سچائی کی خاطر اور انسانیت کی بُلندی کے لئے لڑتا ہوا خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ اُن کے مجموعہ کلام 'اکلاپے دا مسافر' میں زبان کی سادگی' فہم وفراست اور منظر نگاری اُن کی فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اُن کے کلام میں استعمال کئے گئے محاورات یوں ہیں' پھوڑے وانگوں دُکھنا' کھڑ کھڑ ہسنا' لُوں لُوں وِچ سمانا' اپنا آپ لُکانا' چہرے تے خول چڑھانا' آرسی پھبنا وغیرہ۔

کلاسیکی پنجابی نثر بھی کلاسیکی پنجابی شاعری ہی کی طرح ہے لیکن شاعری کی نسبت بہت تہی دامن ہے۔ کلاسیکی نثر میں سب سے پہلے ملنے والی باقاعدہ تصنیف 'مواعظِ نوشہ پیر' ہے جو دراصل' شیر شاہ سُوری کے زمانے کے درویش اور صاحبِ علم حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ کے مواعظ ہیں۔ اِن مواعظ کا انداز خطابیہ ہے اور اس سے ہمیں اُس دور کی تبلیغ کے لئے استعمال ہونے والی پنجابی زبان مِلتی ہے اور اُسی لحاظ سے چند محاورات بھی ملتے ہیں مثلاً مندا ئیس' ٹُھی مارنا' اُسارن والا' کوڑنوں ہار ہونا' سچیاں دی واہر ہونا' ہاؤں کالا ہونا' دُھر دا لکھیا ہونا' سائیں والے ہونا وغیرہ۔

مواعظِ نوشہ پیر کے بعد ہمیں ایک مختصر سے رسالے 'پکّی روٹی' کا سُراغ مِلتا ہے جو ایک مذہبی (تبلیغی) رسالہ ہے جس میں سوالاً جواباً اسلام کے بُنیادی اصولوں اور اِس میں استعمال ہونے والے محاورات خالصتاً مذہبی تراکیب ہیں جو اُس وقت مستعمل و مروّج تھیں۔ اس رسالے سے چند منتخب محاورات یوں ہیں' حرف ڈسنا' ناں نال خُدا شروع کرنا' ننگا ایمان ہونا' کچیا ایمان ہونا' وضو وسارنا وغیرہ۔

پکی روٹی کے بعد ہمیں 'نجات المومنین' مِلتی ہے جو انتہائی مختصر کتاب ہے۔ اس کے مصنّف کے بارے میں یہ تصّور کیا جاتا ہے کہ یہ مولوی عبدالکریم جھنگوی نے خالصتاً تبلیغی نقطہءنظر سے تحریر کی اور اس کا سنِ تحریر بھی ابھی تک ایک حل طلب مسئلہ ہے۔ اس تصنیف کے اندر ایک فقرہ اس کی تحریر کے وقت کی جانب اشارہ کرتا ہے جو ۱۰۸۴ھ یعنی ۱۶۷۵ء بنتا ہے۔ یہ مختصر سی کتاب بھی خالصتاً مذہبی تبلیغ کی کتاب ہے اور اس میں مختلف مذہبی فرائض ادا کرنے کے بارے میں طریقہء ہائے کار تحریر کئے گئے ہیں۔ اس میں بہت کم محاورات استعمال کئے گئے ہیں اور جو چند محاورات ہیں وُہ مذہبی نقطہءنظر سے تحریر کئے گئے ہیں جیسے سہو بسیار کرنا' بوکے کڈھنا اور خاک ہونا وغیرہ۔

'نجات المومنین' تک تو ہمیں محض چند نثری تحریریں ہی مِلتی ہیں جو دینی علم رکھنے والے عُلما کی ہیں لیکن اس کے بعد جوں جوں ادب ترقی کرتا گیا تو پنجابی نثر نگاروں میں دیگر اہلِ علم اور اہلِ دانش بھی شامل ہوتے گئے۔ ان مصنفین

نے جہاں فارسی، عربی اور اُردو میں مستعمل اصناف کا اضافہ کیا وہاں جدیدیت بھی ساتھ آئی اور یوں پنجابی نثر کا دامن بھی وسیع ہوتا گیا۔جدید پنجابی نثر میں ناول نے بہت ترقی کی ہے اور شاید اس لیے بھی کہ ناول کا دامن بڑا وسیع ہوتا ہے اور جب زندگی آج کی طرح افراتفری کا شکار نہیں تھی اُس وقت ناول بڑا مقبول رہا۔ابتدا میں جو پنجابی ناول سامنے آئے اُن میں سے اکثر کا تعلّق قیامِ پاکستان کے وقت سے ہے یا پھر خالصتاً دیہات کی زندگی سے۔ اُس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ پنجاب کی اصل تہذیب دیہاتوں میں ہی ہے کیونکہ زراعت پیشہ لوگ گاؤں ہی میں مقیم ہوتے ہیں۔ گاؤں کی زبان بھی خالص پنجابی ہے۔

نانک سنگھ کا اصلاحی ناول 'فولادی پھُل' پنجابی نثر میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ ناول میں مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے والوں کی شدید مذّمت کی گئی ہے اور اُنھیں بڑے اچھے ادبی انداز میں تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مصنّف نے اس ناول میں عربی اور فارسی کے الفاظ بڑی نفاست سے استعمال کئے ہیں۔ یہ ناول پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔نانک سنگھ نے اپنے ناول میں محاورات کا بھی خُوب استعمال کیا ہے۔

عبدالمجید بھٹی یوں تو اُردو کے مصنّف ہیں لیکن اُنھوں نے پنجابی میں ''ٹھیڈا'' جیسا ناول تحریر کیا اور 'دِل دیاں باریاں' جیسی کتاب بھی تصنیف کی جس میں سولہ (۱۶) خوبصورت کہانیاں تحریر کیں۔ ناول میں اُنہوں نے ایک ایسے مسئلے کو موضوع بنایا جو صدیوں سے عورت کو پیش آرہا ہے اور نہ جانے کب تک پیش آتا رہے گا۔ اس میں اُنہوں نے عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھنے پر بھر پور تنقید کی ہے اور دینِ اسلام کے عین مطابق مرد و زن کو معاشرے میں ایک جیسا مرتبہ دینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ 'ٹھیڈا' اور 'دِل دیاں باریاں' تقریباً ایک جیسی تحریریں ہیں۔ اِن میں ادبی چاشنی بھی ہے اور نئے محاورات کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ اُنھوں نے کہانیوں میں استعمال ہونے والے محاورات میں اُردو کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ یہ دونوں تصانیف خالصتاً سماجی اور معاشرتی مسائل کو موضوع بناتی ہیں اور لسانی اعتبار سے بھی پنجابی نثر میں خوبصورت اضافہ ہیں۔

پاکستان رائٹرز گلڈ کی طرف سے انعام یافتہ 'افضل احسن رندھاوا کا ناول 'دیوا تے دریا' بھی خالصتاً گاؤں کی تہذیب کو سامنے لاتا ہے اور اس کے کردار سکھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا دوسرا ناول 'دوآبہ' اُن دیہاتوں کی زندگی کی تفصیل پیش کرتا ہے جو دوآبہ میں واقع ہیں۔ اِن ناولوں میں اُنھوں نے ٹھیٹھ زبان استعمال کی ہے اور خالصتاً دیہات کی زبان میں استعمال ہونے والے محاورات استعمال کیے ہیں۔ میراں بخش منہاس کا ناول 'جٹ دی کرتوت' بھی

پنجابی نثر میں ایک خوبصورت اضافہ ہے ۔ اگرچہ یہ ناول کافی پُرانا ہے لیکن اس میں اُن فضول رسومات اور زندگی کی ناقص معاشی منصوبہ بندی کا احاطہ کیا گیا ہے جو عموماً دیہات کے جاگیرداروں اور اُن کی تقلید کرنے والے دوسرے طبقات میں پائی جاتی ہیں ۔ مثلاً شادی بیاہ پر بغیر سوچے سمجھے اندھا دُھند خرچ کرنا اور بھاری قرضہ اُٹھالینا اور پھر اُس پر فخر محسوس کرنا ۔ اُنھوں نے محاورات بھی اس لحاظ سے منتخب کئے ہیں جیسے کسے نوں نہ متھنا' اِک دیاں چار سُنانا' بے دَم ہونا اور پَیر کُہاڑا مارنا وغیرہ۔

سیاست کسی بھی قوم و مُلک کا لازمی جُزو ہوتا ہے ۔ سیاست ناگزیر بھی ہوتی ہے اور بہت سی بُرائیوں کی جڑ بھی ۔ نادم عصری نے اپنی کہانی 'اِک اَنکھی دھی پنجاب دی' میں سیاست دان ہی کو موضوع بنایا ہے اور اُن کے ہاتھوں مُلک کے ساتھ ہونیوالی زیادتیوں کی نشاندہی کی ہے ۔ اس میں محاورات کا استعمال بھی سیاست دان اور 'دھی' (بیٹی) کے کردار کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔

ناانصافیاں اور جنسی بے راہ روی بھی ہر معاشرے کا حِصّہ ہوتی ہیں ۔ مستنصر حسین تارڑ نے 'پکھیرو' میں انہیں دو موضوعات کا احاطہ کیا ہے ۔ اس ناول میں دیہاتی انسان اور دو گدھوں کے کردار بھی شامل ہیں ۔ مستنصر حسین تارڑ نے کمال خوبی سے انسانوں کے ساتھ ساتھ گدھوں کے منہ سے بھی محاورات نکلوائے ہیں اور سماجی بُرائیوں کا انجام اِن محاورات کے توسّط سے بیان کیا ہے ۔ اس مختصر تصنیف میں محاورہ مزید جدید ہو گیا ہے اور اس میں اُردو کے مزید الفاظ بھی در آئے ہیں اور ایسے محاورے بھی ہیں جو پہلی دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً حاضری دینا' پک پتہ نہ ہونا' کھلر پُلّر جانا' بَمّا بَمّا دُھخنا اور کھوتے دا کھُر ہونا وغیرہ ۔ اکبر لاہوری کی 'اکبر کہانیاں' بھی کئی سماجی اور معاشرتی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں اور انفرادی و اجتماعی زندگی کا مطالعہ ہیں ۔ یہ تصنیف 'خطِ نسخ' میں شائع کی گئی تاکہ گاؤں کے لوگ اسے باآسانی پڑھ سکیں جو 'خطِ نسخ' سے شناسا ہوتے ہیں۔ اِن کہانیوں میں پنجابی سماج میں موجود رشتوں اور اُن کے فرائض و اقدار کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اِن کہانیوں میں بھی محاورات کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے اور محاورات بھی رشتوں ناتوں اور اُن سے منسلک فرائض و اقدار سے جنم لیتے ہیں۔

محترمہ رضیہ نور محمد اس خراجِ تحسین کی مستحق ہیں کہ اُنھوں نے ناول نگاری میں خواتین میں پہل کی ۔ رضیہ نور محمد 'بلدے دیوے' کی خالق اور پہلی خاتون ناول نگار ہیں جنھوں نے پنجابی نثری ادب میں ایک بہترین اضافہ کیا ۔ وہ تیسری دُنیا میں جاگیردارانہ نظام اور اس میں خواتین کے استحصال کو موضوع بناتی ہیں اس ناول کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور

پر سامنے آتی ہے کہ اُنھوں نے ثقیل اور مُشکل الفاظ سے اجتناب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اُنہوں نے عوامی زبان استعمال کی ہے اور بے ساختہ استعمال ہونے والے محاورات استعمال کئے ہیں۔

فرزند علی کا 'تائی' ایک ایسا ناول ہے جو پنجاب کے ہر گاؤں کا ناول لگتا ہے۔ اُس میں کسان' فوجی' پٹواری' نمبردار' لڑکیاں' نوجوان اور زندگی کے ہر شعبے کے کردار جیتے جاگتے نظر آتے ہیں۔ اس ناول میں اُمراء کے ہاتھوں غرباء کے استحصال کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے اور ہر کردار اپنے پیشے سے متعلق محاورات استعمال کرتا ہے۔ ناول کی صنف میں راجہ محمد احمد کا ناول ''کھیڈ مقدراں دی'' بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اس ناول میں پہلی مرتبہ شہری زندگی اور دیہی زندگی کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس دلچسپ تفریحی ناول میں گاؤں کے محاورات تو ہیں ہی لیکن پہلی مرتبہ شہری زندگی میں استعمال ہونے والے محاورات بھی سامنے آتے ہیں۔

کچھ ناول کسی مخصوص علاقے کی تہذیب کے بارے میں بھی لکھے جاتے ہیں جس میں ایک مخصوص علاقے کو مرکزی خیال کے طور پر سامنے رکھا جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک ناول 'چیڑھاں دی چھاں' ہے جو ارشد چہال نے وادئ کشمیر کو سامنے رکھ کر تحریر کیا۔ اس ناول میں کرداروں اور تہذیب کے علاوہ منظر نگاری بھی ایک اعلیٰ وصف ہے۔ اس ناول سے کشمیر کا فطرتی حُسن' عوام الناس کی جہالت اور جھوٹی پیر پرستی بھی نظر آتی ہے۔ اس ناول میں تشبیہات' استعارات اور علامات کے علاوہ محاورات بھی موجود ہیں جو زیادہ تر وادی کشمیر میں استعمال ہوتے ہیں اور یوں ایک اور علاقائی بولی بھی بذریعہ محاورات پنجابی نثری ادب میں شامل ہوگئی۔

جوں جوں ناول آگے بڑھتا گیا اس میں کئی پہلو شامل ہوتے گئے۔ سجاد حیدر کا 'چیتر باغ' وہ پہلا ناول ہے جس میں فلسفہ اور عوامی زندگی دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ سجاد حیدر اپنے کرداروں کے ذریعے ایک طرف تو فلسفہ اور امام غزالیؒ کے افکار بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف عام دیہاتی زندگی کے خدوخال بھی بتائے جاتے ہیں۔ ناول میں استعمال کی گئی زبان اور محاورات دیہات کی طرزِ زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اس ناول میں وہ محاورات بھی ہیں جو اُردو زبان نے من وعن اپنے دامن میں سمو لئے ہیں مثلاً چھم چھم رونا' دِل اُچاٹ ہونا' پھٹ لانا اور کچھ مخصوص محاورات بھی ہیں جو صرف اس ناول میں استعمال کئے گئے ہیں مثلاً کنک دا ناڑ ہونا' دھک مکوڑا ہونا اور چونکے نہ چڑھنا وغیرہ۔

ناول میں طبقاتی کشمکش اُجاگر کرنے کے لئے نذر حسین جانی نے 'سُنجان' لکھا۔ جس میں بڑے زمینداروں اور اُن کے ساتھ کام کرنے والے (کمّیوں) محنت کشوں کی طبقاتی تقسیم کو بڑے اعلیٰ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

لسانی، تہذیبی اور ادبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ دونوں طبقات ایک ہی جگہ موجود ہیں مگر دونوں کے لباس، رواج، زبان اور محاورات مختلف ہیں۔ اس ناول میں حاکم اور محکوم طبقہ کی زندگی ساتھ ساتھ چلتی ہے مگر اُس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح دونوں کے الفاظ بھی الگ الگ ہیں۔ نذر حسین جانی نے شاید سب سے زیادہ محاورات استعمال کئے ہیں۔ حسین شاہد نے اپنے ناول 'ڈراکل' میں مختلف النوع موضوعات کو پیش کیا ہے۔ اس لحاظ سے پنجابی نثر میں یہ ایک انتہائی خوبصورت اضافہ ہے۔ اس میں سیاست اور مذہب کے نام پر مُلک کو لوٹنے والوں، نوکر شاہی، عساکرین اور جاگیرداروں کے کردار کو بھی سامنے لایا گیا۔ تہذیبی نقطۂ نظر سے یہاں ہر طبقے کا لباس مختلف ہے، انداز مختلف ہے اور طریقِ گفتگو الگ ہے۔ اس لحاظ سے اِن تمام طبقات کے حلقوں میں استعمال ہونے والے محاورات کو بھی خوب استعمال کیا گیا ہے۔

پروفیسر سردار خان اپنی طرز کے ناول نگار ہیں۔ اُنہوں نے اپنے ناول 'پکی سڑک' میں دیہات کو مرکزی خیال رکھتے ہوئے گاؤں کے تمام مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ناول جھنگ کے علاقہ کے گرد گھومتا ہے اور وہاں کی تہذیب، میلوں ٹھیلوں، کھیل تماشوں، شکار کرنے اور سیر پر جانے کی مکمل تصویر پیش کرتا ہے۔ ناول کی زبان بھی علاقائی زبان ہے اور اسی علاقے میں استعمال ہونے والے محاورات استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً چچڑ ہونا، لم ڈھینگ ہونا، شکرے وانگ ہونا اور ٹھٹھا مار کے ہسنا وغیرہ۔

ادب میں تحقیق کا عمل اتنا ہی ضروری ہے جتنا کائنات کی بقاء کے لیے آکسیجن کا وجود۔ ادب ایک ایسا ورقِ حیات ہے جس میں سوطرح کی سوالات موجود ہیں۔ ایسی کتابوں کی مثالیں بھی بہت ہیں جن پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ:۔

تعمیر کی ہر اینٹ پہ لکھا ہے میرا نام
دیوار مگر آپ سے منسوب ہوئی ہے

یعنی لِکھا کسی اور نے اور شائع کسی اور نام سے ہوگیا۔ ادب میں ادبی چور بھی بہت ہیں جو نقب زنی کے ماہر ہوتے ہیں اور پھر بہت سی ایسی کُتب بھی ہیں جو شاہ کی مصاحبی کے لئے تحریر کی گئی ہیں حتیٰ کہ مالی معاوضے لے کر لکھنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔ ادب میں تاریخِ تصنیف، تصحیحِ املاء اور بیان کردہ حقائق میں بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ اِن سارے معاملات کی چھان پھٹک از حد ضروری ہے جس سے ادب پنپتا بھی ہے اور نکھرتا بھی ہے۔ اگرچہ پنجابی نثری ادب میں

ماضی میں تحقیق پر زیادہ کام نہیں ہوا لیکن اب اس جانب بھی خاصی توجہ دی جا رہی ہے۔ تاہم حسین شاہد نے اپنی تخلیق 'پورنے' میں تحقیق کا خوبصورت ڈھنگ اپنا کر اٹھارہ (۱۸) تحقیقی مضامین تحریر کیے ہیں جن میں شاہ حسینؒ اور وارث شاہؒ جیسی شخصیات کے کلام کے بارے میں بھی مضامین ہیں اور جدید لکھنے والوں پر بھی۔ آج کے پنجابی نگار اور مستقبل میں آنے والے مصنفین کے لئے یہ کتاب بہر طور مشعلِ راہ ہوگی۔

تنقید وُہ صنف ہے جو کسی بھی ادب میں ناگزیر ہوتی ہے۔ تنقید ادبی ارتقاء کو آسان بناتی ہے اور لکھنے والے کے لئے نئے راستے 'روّیے اور نئی سوچ مہیّا کرتی ہے۔ اس سے ادب کی نوک پلک سنورتی رہتی ہے اور اُس میں خوبصورت اضافے بھی ہوتے ہیں۔ پنجابی زبان میں یہ اعزاز شریف کُنجاہی نے حاصل کیا جنھوں نے تنقید کی پہلی کتاب 'جھاتیاں' تحریر کی اور خالصتاً اپنے حوالے اور سند سے بات کی۔ اُنھوں نے مغربی تنقیدی اصولوں کو یکسر پسِ پُشت رکھا۔ اس میں اُنھوں نے پنجابی کے کلاسیکی اور جدید ادب کا تنقیدی جائزہ پیش کیا اور رہنما اُصول بھی مرّتب کئے ہیں۔ اُنھوں نے بھی اپنی اس خوبصورت تصنیف میں محاورات استعمال کئے ہیں۔ تنقید کے ساتھ ساتھ معیاری تخلیقات کے انتخاب کا کام بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر پڑھنے لکھنے والے کے بس میں یہ نہیں ہوتا کہ وہ ہر کتاب تک دسترس حاصل کر سکے یا اُسے مہیا ہو سکے۔ اس لیے اگر پُورے ادب سے معیاری تخلیقات کا انتخاب کر کے کتابی صُورت دے دی جائے تو کم از کم عام قاری بھی تخلیق کاروں اور مختلف ادوار کے ادبی' لسانی اور تہذیبی روّیوں سے متعارف ہو جاتا ہے۔ یہ فریضہ کنول مشتاق نے ''چونویں انشائیے'' کے ذریعے انجام دیا۔ اگر چہ انشائیہ پنجابی نثر کی کوئی مقبول صنف نہیں تاہم انشائیہ نگاروں کی فہرست قابلِ ذکر ہے۔ کنول مشتاق نے پُرانے اور نئے سبھی انشائیہ نگاروں کی کتابوں سے انشائیوں کا انتخاب کیا اور بڑی محنت سے یہ کام انجام دیا۔ محاورے کا لسانی' ادبی اور تہذیبی مطالعہ کرتے ہوئے اس انتخاب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس میں قدیم اور جدید محاورات سامنے آ جاتے ہیں۔ ان محاورات کے ارتقائی سفر کے ساتھ ساتھ تہذیبی' لسانی اور ادبی ارتقائی سفر کے بارے میں بھی خاطر خواہ معلومات مِل جاتی ہیں۔ اس کتاب میں تقریباً ہر دور کے محاورات ملتے ہیں۔

کہانی بھی ایک بھرپور صنفِ ادب ہے۔ اس صنف میں بھی کئی ادیبوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ کسی بھی ادب میں مزاح کا مفقود ہونا ایک بہت بڑا خلا ہوتا ہے۔ پنجابی کے کلاسیکی دور میں تو مزاح بالکل ہی ناپید ہے لیکن جدید نثری ادب میں بھی اس کی بہتات نظر نہیں آتی۔ اس بہت بڑے خلا کو ارشد میر نے 'چوہنبڑاں' تخلیق کر کے کسی حد تک پورا کیا

ہے اور یوں ایک روایت کے بانی بھی ٹھہرے۔ یہ تصنیف مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے جس میں عوامی زندگی کے کردار، زبان اور محاورات نظر آتے ہیں۔ یہ مضامین اس پائے کے ہیں کہ روزنامہ امروز' ماہنامہ 'پنج دریا' اور 'لہراں' میں بھی شائع ہوئے اور ریڈیو پاکستان سے بھی نشر ہوئے۔ ارشد میر نے محاورات کا بھی خوب استعمال کیا ہے اور اکثر محاورات سے بھی مزاح ٹپکتا ہے مثلاً اِک سپ دوجا اُڈنا' اِل کولوں کھوتا چُکانا' اُلّو باٹا بنانا' اوٹھاں نوں بھیڈاں بنانا' چس نال کس چڑھنا' چوراں نوں مور پینا' دیہاڑی سدھی کرنا' دا دیّا لانا اور ٹوہر ٹپہ وکھانا۔ یہ محاورات خالصتاً دیہاتی زبان کے محاورات ہیں اور اِن میں سے اکثر محاورات کا استعمال ارشد میر نے ہی پہلی مرتبہ کیا ہے۔ اُن کی دوسری کتاب 'چونڈھیاں' بھی پنجابی نثر میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ یہ کہانیوں کا مجموعہ ہے اور اِن کہانیوں میں بھی اُنہوں نے نئے نویلے اور ہنستے مُسکراتے محاورات استعمال کیے ہیں۔

اس طرح ظہیر نیاز بیگی کا 'میرا دیس' بھی مقصدی کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں اُنھوں نے پاکستان کے لئے ایک مثالی معاشرے کا تصوّر پیش کیا ہے۔ اُن کی کہانیوں میں استعمال ہونے والے محاورات منطقی دلائل کے غماز ہیں۔ ناصر بلوچ کی کہانیوں کا مجموعہ 'سیتیاں اکھاں والے' ایک خوبصورت نثری اثاثہ ہے۔ ان کہانیوں میں وہ اپنی کھوئی شخصیت کو تلاش کرتا ہے اور مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتا ہے۔ یہ تمام کہانیاں اُس کے ذاتی تجربات اور مشاہدات کا پتہ دیتی ہیں۔ یوں تو ان کہانیوں میں علامات کا استعمال غالب نظر آتا ہے لیکن اُس نے محاورات کا بھی مناسب استعمال کیا ہے۔ حسین شاہد نے بھی کہانی میں خوبصورت اضافے کئے ہیں۔ اُن کی تصنیف 'لاء پریت' میں محبت' مرکزی خیال ہے۔ انھوں نے اپنی کہانیوں میں بیک وقت دیہاتوں' قصبوں اور شہروں میں پنپنے والی محبت کا جائزہ پیش کیا ہے۔ تہذیب اور طبقات کے اِن تین درجوں کی زبان بھی پیش کی ہے اور اُن میں استعمال ہونے والے محاورات بھی۔ وینا ورما کی کہانیوں کا مجموعہ "مٹّل دی تیویں" بھی جدید کہانی میں ایک خوبصورت اضافہ ہے جس میں کرداروں کے عین مطابق زبان استعمال کی گئی ہے اور محاورات کا استعمال بھی ہے لیکن قدرے کم۔

خلاصہ

تہذیب ایک ایسا موضوع ہے جس پر آج کے جدید دور میں بھی بحث جاری ہے کہ اس کے آمیزے میں کون کون سے عناصر شامل ہیں اور کون سے نہیں۔ بہر طور عمومی لحاظ سے یہ لفظ انسانی گروہوں' اقوام یا ممالک کے اجتماعی

رہن سہن میں موجود رسوم و رواج ٬ فکری ٬ مذہبی اور ادبی روّیوں کا مُرکّب ہے ۔ مقالے کی تکمیل کے لئے مُطالعہ کے دوران جو بہت سے دلچسپ اور فکر انگیز حقائق سامنے آئے ہیں اُن میں پنجابی محاورے کے تہذیبی اور لسانی رشتوں کے بارے میں کئی سر بستہ راز بھی کھُلے ہیں۔

تہذیب چونکہ مختلف انسانوں کے عمل اور ردِّعمل کا نام ہے اس لئے یہ کوئی جامد عمل نہیں بلکہ ارتقائی عمل ہے۔ انسان کو انفرادی اور اجتماعی ضروریات اور مسائل پیش آتے ہیں اور وُہ اُن کا حل تلاش کرنے کی سعی کرتا رہتا ہے۔ نتیجتاً کئی نئی چیزیں سامنے آتی ہیں جو پہلے سے موجود نہیں ہوتیں ۔ یہ چیزیں طبعی بھی ہوتی ہیں اور غیر مرئی بھی ۔لیکن اِن کے اظہار کے لئے کسی ذریعے کا ہونا ناگزیر ہے اور وُہ ہے زبان ۔ زبان یوں تو چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اس کی بھی کئی تاویلات اور عناصر ہیں۔ شاید اسی لئے اہلِ دانش نے ایک جامع لفظ ''لسّانیات'' تلاش کیا ہے۔ لسّانیات کا عمل بھی جامد نہیں ہوتا بلکہ متحرک ہوتا ہے ۔ جوں جوں تہذیب میں نئی جہتیں در آتی ہیں۔ اِسی طرح اُن کے نام ٬استعمال اور خصوصیات ٬اچھائیوں اور برائیوں کو بیان کرنے کے لئے علم البیان یعنی لسانیات کی ضرورت پڑتی ہے اور یوں لسانیات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔

یہ ایک عام فہم سی بات ہے کہ اگر ہم ہر انسانی تجربے ٬عمل ٬ایجاد یا روّیے کو پُوری تفصیل سے بیان کرنا چاہیں تو یہ عمل بذاتِ خود طویل وقت کا متقاضی ہے اور اِس طریقہء کار کو تدریسی مقاصد کے لئے تو استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن روزمرّہ کی چلتی پھرتی زندگی میں یہ ناممکن ہے کہ انسان بات بات پر تفصیلی داستان گوئی شروع کر دے ۔اس ضرورت کے پیشِ نظر انسان نے اشاروں کنایوں ٬علامات اور اختصار کا راستہ اختیار کیا۔ ضرب المثل ٬روزمرہ اور محاورہ ایسے ہی وجود میں آئے ۔ محاورے کا وجود دو یا دو سے زیادہ الفاظ پر مبنی ہے مگر ایک محاورہ کئی معانی اپنے دامن میں لئے ہوتا ہے ۔ اگر چہ محاورہ اپنے لغوی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عموماً لغوی معنی کے برعکس کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ایک طرف تو گفتگو اور تحریر کو مختصر اور جامع بناتا ہے تو دوسری طرف تہذیبی نقوش کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرتا ہے ۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ محاورہ تہذیب کی کوکھ سے جنم لیتا ہے اور پھر تہذیب سے ایسے لپٹا رہتا ہے جیسے بچہ اپنی ماں سے لپٹتا ہے ۔ جہاں محاورہ تہذیبی خدوخال کا عکاس ہے وہاں لسانیات کے پنپنے میں بھی محاورے کی اہمیّت مُسلّم ہے۔ گویا محاورے اور تہذیب کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ محاورے سے لسانیات کی آبیاری بھی ہوتی ہے اور زبان مزید پنپتی اور نکھرتی ہے ۔ منڈا قبائل سے لے کر آج تک کے نقوش جاننے میں محاورے ہمارے لئے بہت مددگار ہیں اور اس سفر

کے تحقیقی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محاورے نے کس طرح تہذیب کو تاریخ میں محفوظ کیا اور کس طرح لسانیات کے ارتقاء میں مدد کی۔ ایک زمانہ تھا کہ انسان دوسرے انسان کو بلانے کے لئے کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہوا زور سے آواز دینا تھا لیکن آج موبائل ٹیلیفون ہزاروں میل دور بیٹھے شخص کے کان میں آواز پہنچا دیتا ہے۔ ماضی میں انسان کو متوجہ کرنے کا طریقہ کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر آواز دینا ہی تھا لہذا محاورہ یہ تھا ''ٹبے توں واج مارنا'' لیکن آج موبائل فون نے ٹبّے کی جگہ لے لی ہے اس لئے متوجہ کرنے کا جدید محاورہ 'میس کال مارنا' وجود میں آچکا ہے۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ آج ای۔میل اور موبائل فون پر پیغامات سے متعلق کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں مقناطیسی اور برقی محاورات نے جنم لیا ہے۔ لڑائی مول لینے سے متعلق قدیم محاورہ تھا ''اِٹ سُٹ کے لڑائی لینا'' اور آج کے برقی دور کا محاورہ ہے ''میس کال مار کے لڑائی لینا۔'' بعض بیرونی الفاظ یوں پنجابی میں داخل ہوتے ہیں جیسے آج کل 'ڈو موز' (Do More) تقریباً محاورہ ہی بن گیا ہے۔

اس ساری تفصیلی بحث کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ تہذیب اور لسانیات کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ دونوں ہمہ وقت قدم بہ قدم مائل بہ سفر رہتے ہیں اور محاورہ اِن دونوں کے درمیان ایک پُل کا کام کرتا ہے۔ پنجابی شاعری اور نثر میں' آغاز میں تو محاورہ محض محدود تھا لیکن آج پنجابی محاورہ توانا ہے اور پنجابی زبان بھی۔ اس کے لئے اِن تمام لکھنے والوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرنا چاہیے جو اس میدان میں اُترے اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جیسے اداروں کو جو پنجابی میں پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر تحقیق کروا رہے ہیں۔

کتابیات

لغات/انسائیکلوپیڈیا

۱۔ پنجابی انگریزی کوش (تیجی چھاپ)'پبلی کیشن بیورو'پٹیالہ'پنجابی یونیورسٹی'۲۰۰۲

۲۔ قاسم محمود'سید'انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا''لاہور'الفیصل ناشران و تاجران کُتب اُردو بازار'۲۰۰۴

۳۔ مہذب لکھنوی'مہذب اللّغات (جلد گیارہ)'بار اول'۱۹۷۸'ص ۴۹۰

۴۔ نورالحسن نیر'مولوی'نوراللغات (جلد چہارم)'اسلام آباد'نیشنل بک فاؤنڈیشن'۱۹۸۵ء

۵۔ نوراللغات (جلد اول)'اسلام آباد'نیشنل بک فاؤندیشن'۱۹۷۶ء

۶۔ وارث سرہندی'علمی اردو لغت'لاہور'علمی کتاب خانہ'۱۹۹۰ء

۷۔ A comprehensive Persian-English Dictionary, F. Steingnass, London Routledge & Kegan Paul Limited, 1819

۸۔ A Dictionary of Literary Terms by Martin Gray......1994

۹۔ A Dictionary of literary terms, J. A. Cudon, Penguin Books, 1992

۱۰۔ The Yadvareh English Persian Collegiate Dictionary , M Saatch, Yadvareh Book, Co Tehran-Iran , Vol. I, 1994

۱۱۔ The Encyclopaedia Britannica,Vol. 12

۱۲۔ The Random House Dictionary of the English Language, 1966.

۱۳۔ The New Lexicon Webster's Dictionary of the English Language, Deluxe Encyclopedic Edition, 1987

۱۴۔ The Oxford Dictionary of English Grammar, Sylvia Chalker Edmund Weiner, Clarendon Press-Oxford, 1994

۱۵۔ Dictionary of Literary Terms, Gagan Raj......1993

۱۶۔ Mahan Kosh Encyclopaedia of Sikh Literature, Bhai Kahn Singh Nabha, Amritsar (India), 2004, Vol. 2

پنجابی کُتب

۱۷۔ الطاف علی، سلطان، ابیات باہو، لاہور، حاجی محمد اشفاق قادری کریم پارک، ۱۹۷۵ء

۱۸۔ اختر حسین، سائیں، دامن دے موتی، فیروز سنز، لاہور

۱۹۔ انور مسعود، میلہ اکھیاں دا، اسلام آباد، عاقب پبلشرز، ۱۹۹۱ء

۲۰۔ احمد راہی، ترنجن، لاہور، الحمد پبلی کیشنز پرانی انار کلی، ۱۹۹۳ء

۲۱۔ الطاف قریشی، اکھیاں دے پرچھاویں، لاہور، عزیز بک ڈپو، اردو بازار، ۱۹۹۲ء

۲۲۔ بھائیہ، بشیر احمد، سرائیکی قواعد تے زبان دانی، بہاولپور، سرائیکی ادبی مجلس، ۱۹۸۴ء

۲۳۔ بدخشانی، مقبول بیگ، مرزا، پروفیسر، قواعد پنجابی، پنجابی تحقیقاتی مرکز لاہور، طبع اوّل، ۱۹۷۳ء

۲۴۔ برخوردار، حافظ، مرزا صاحباں، اسلام آباد، لوک ورثہ، ۱۹۸۴ء

۲۵۔ بیکی، ظہیر نیاز، لاہور، علمی کتب خانہ، اردو بازار، ۱۹۷۶ء

۲۶۔ بلوچ، ناصر، ستیاں اکھاں والے، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ

۲۷۔ بھٹی، عبدالمجید، ٹھیڈا، راولپنڈی، ہونہار بکڈپو، ۱۹۶۰ء

۲۸۔ بھٹی، عبدالمجید، دل دیاں باریاں، راولپنڈی، ہونہار بکڈپو، ۱۹۶۲ء

۲۹۔ تنویر بخاری، پنجابی ادب دی تاریخ، نیو بک پیلس

۳۰۔ تارڑ، مستنصر حسین، پکھیرو، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

۳۱۔ جاوید، انعام الحق، ڈاکٹر، پرکھاں، لاہور، اکیڈمک پریس، ۱۹۸۰ء

۳۲۔ جھنگوی، عبدالکریم، مولوی، نجات المومنین، لاہور، عزیز بک ڈپو، اردو بازار، ۱۹۹۷ء

۳۳۔ جانی، نذر حسین، سنجان، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۹۲ء

۳۴۔ چہال' ارشد' چیڑھاں دی چھاں' ماڈرن بکڈپو' اسلام آباد' س ن

۳۵۔ حسین شاہد' ڈراکل' لاہور' عزیز پبلشرز' اردو بازار' ۱۹۹۵ء

۳۶۔ حسین شاہد' پورنے' لاہور' عزیز پبلشرز' اردو بازار' س ن

۳۷۔ حسین شاہد' لاپریت' لاہور' عزیز پبلشرز' اردو بازار' س ن

۳۸۔ حضرت شاہ حاجی نوشہ گنج' مواعظ نوشہ پیر (مرتبہ: شرافت نوشاہی)' تاج بک ڈپو۔ اُردو بازار' لاہور

۳۹۔ خاں' محمد آصف' آکھیا بابا فریدؒ نے' لاہور' پاکستان پنجابی ادبی بورڈ' ۲۰۰۱ء

۴۰۔ خاں' محمد آصف' کافیاں شاہ حسین' لاہور' پاکستان پنجابی ادبی بورڈ' ۲۰۰۲ء

۴۱۔ خاں' محمد آصف' آکھیا خواجہ فریدؒ نے' لاہور' پاکستان پنجابی ادبی بورڈ' ۱۹۹۹ء

۴۲۔ خاں' سردار' پروفیسر' پکی سڑک' لاہور' پاکستان پنجابی ادبی بورڈ' ۱۹۲۹ء

۴۳۔ راشد جاوید' مٹی اتے لیک' لاہور' پاکستان پنجابی بورڈ

۴۴۔ رضیہ نور محمد' بلدے دیوے' لاہور' مکتبہ معین الادب' اردو بازار

۴۵۔ رندھاوا' افضل احسن' دیوا تے دریا' لاہور' پنجاب پبلشرز' ۱۹۷۱ء

۴۶۔ رندھاوا' افضل احسن' دوآبہ' فیصل آباد' پنجابی لکھاری جھوک' ۱۹۷۱ء

۴۷۔ سنگھ' نانک' فولادی پھل' لاہور' پنجابی ادبی لیگ' ۱۹۶۸ء

۴۸۔ سلیم کاشر' تتیاں چھانواں' لاہور' کتب مینار' ۱۹۶۳ء

۴۹۔ سجاد حیدر' چیتر باغ' لاہور' پاکستان پنجابی ادبی بورڈ' ۱۹۹۲ء

۵۰۔ شوکت مغل' پکی روٹی (سرائیکی)' جھوک پبلشرز ملتان' ۲۰۰۲ء

۵۱۔ شیخ' رؤف' بلدا شہر' لاہور' ادارہ پنجاب رنگ رام گلی نمبر ۱' ۱۹۷۱ء

۵۲۔ صابر' محمد شریف' (مرتبہ) ہیر وارث شاہؒ' لاہور' وارث شاہ میموریل کمیٹی محکمہ اطلاعات' ثقافت و سیاحت حکومت پنجاب' ۱۹۸۵ء

۵۳۔ صاحب' میاں محمد' سیف الملوک' لاہور' پنجابی ادبی اکیڈمی' ۱۹۶۳ء

۵۴۔ صدیقی' باقی' کچے گھڑے' لاہور' پاکستان پنجابی ادبی بورڈ' ۱۹۹۶ء

۵۵۔ صدیقی، ماجد، میں کنے پانی وچ آں، راولپنڈی، اپنا ادارہ، ۱۹۷۸ء

۵۶۔ عبدالحق، مہر، ڈاکٹر، سرائیکی دیاں مزید لسانی تحقیقاں، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، طبع اوّل، جون ۱۹۸۵ء

۵۷۔ علی حیدر، کلیات علی حیدر، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۸۸ء

۵۸۔ غفور شاہد، بھڑکی ہور پیاس، لاہور، حلقہ پنجابی ادبی مہکاں، ۱۹۸۵ء

۵۹۔ فقیر، فقیر محمد، ڈاکٹر، کلیات بلھے شاہؒ، لاہور، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ، اردو بازار

۶۰۔ فرزند علی، تائی، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ

۶۱۔ کنجاہی، شریف، جھاتیاں، لاہور، عزیز بک ڈپو اردو بازار

۶۲۔ کنجاہی، شریف، جگراتے، لاہور، عزیز پبلشرز، اردو بازار، ۱۹۸۶

۶۳۔ گجراتی، فضل حسین، پیر، ڈونگھے پینڈے، لاہور، عزیز بک ڈپو، اردو بازار

۶۴۔ گیلانی، انجم، سیّدہ، سرائیکی محاورے اور ضرب الامثال، لاہور، نگارشات، ۱۹۹۷

۶۵۔ لاہوری، اکبر، اکبر کہانیاں، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۲۰۰۶ء

۶۶۔ محمد امین گوندل، منیر احمد، تاریخ زبان و ادب تے لسانیات، مجید بک ڈپو، ۱۹۹۲ء

۶۷۔ ملک، شہباز، ڈاکٹر، ساڈے اکھان سو سیانے اکّو مت، لاہور، عزیز بک ڈپو، ۲۰۰۴

۶۸۔ ملک، شہباز، ڈاکٹر، وچار، لاہور، تاج بک ڈپو

۶۹۔ مشتاق، کنول، چونویں انشائیے، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۸۶ء

۷۰۔ منہاس، میراں بخش، جٹ دی کرتوت، لاہور، عزیز بکڈپو، اردو بازار

۷۱۔ میر، ارشد، چوہنبڑاں، لاہور، تاج بکڈپو، اردو بازار، ۱۹۹۴ء

۷۲۔ میر، ارشد، چونڈیاں، گوجرانوالہ، عطا سنز کوتوالی بازار، ۱۹۸۲ء

۷۳۔ محمد احمد، راجہ، کھیڈ مقدراں دی، لاہور، ادارہ ''سورج مکھی'' 129/17 ذیلدار روڈ

۷۴۔ ناصر، حکیم، سجرا سورج، لاہور، ادارہ پنجابی زبان

۷۵۔ نیازی، منیر، سفر دی رات، لاہور، مکتبہ میری لائبریری

۷۶۔ نیازی، منیر، چار چپ چیزاں، نواز صدیق سلیمی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

۹۵۔ صدیقی، خلیل، زبان کیا ہے، ملتان، بیکن بکس..... گلگشت، ۱۹۸۹ء

۹۶۔ صدیقی، خلیل، زبان کا مطالعہ، قلات پبلشرز، مستونگ، ۱۹۶۴ء

۹۷۔ صدیقی، حفیظ، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان

۹۸۔ فریدکوٹی، عین الحق، اُردو زبان کی قدیم تاریخ، لاہور، اورینٹ ریسرچ سنٹر، ۱۹۷۲ء

۹۹۔ کیفی، دتاتریہ، برجموہن، کیفیہ، لاہور، مکتبہ معین الادب اردو بازار، طبع دوم، مارچ ۱۹۵۰ء

۱۰۰۔ محمد حسن، پروفیسر، (مرتبہ) ہندوستانی محاورے، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷ء

۱۰۱۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور عورت، لاہور، فکشن ھاؤس، ۱۹۹۳ء

۱۰۲۔ جاوید، محمد اقبال، عطا الرحمٰن عتیق، تعمیر ادب، لاہور، پولیمر پبلیکیشنز، ۱۹۹۵ء

۱۰۳۔ نقوی، قدرت، سیّد، لسانی مقالات (حصہ اوّل) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۱۰۴۔ وحیدہ نسیم، عورت اور زبان، کراچی، غضنفر اکیڈمی پاکستان ۳۰۔ اردو بازار، ۱۹۹۶ء

انگریزی کتب

۱۰۵۔ G.A Grairson, Linguistic Survey of India, Vol-iv

۱۰۶۔ G.A Grairson, Linguistic Survey of India, Vol-x

جرائد و رسائل

۱۰۷۔ پنجابی ادب (ماہنامہ) لاہور

۱۰۸۔ لہراں (ماہنامہ) لاہور

۱۰۹۔ سویر انٹرنیشنل (ماہنامہ) لاہور